







رسالہ  
۱۲۸

رجسٹرڈ نمبر ۱

ادیتور پرنسپل پبلشر  
ابراہیم بیگ علیگ  
مقام اشاعت  
سرگزشت پریس علیگڑھ



نامہ

سال

۱۹۴۱

# گرگزشت علی گڑھ

عشر واد با تقویر و بالتقویر  
ہر ماہ میں تین بار  
یکم و ۱۱ و ۲۱ تاریخ  
قیمت سالانہ  
تین روپیہ (سے)

یعنی

# نظام نمبر



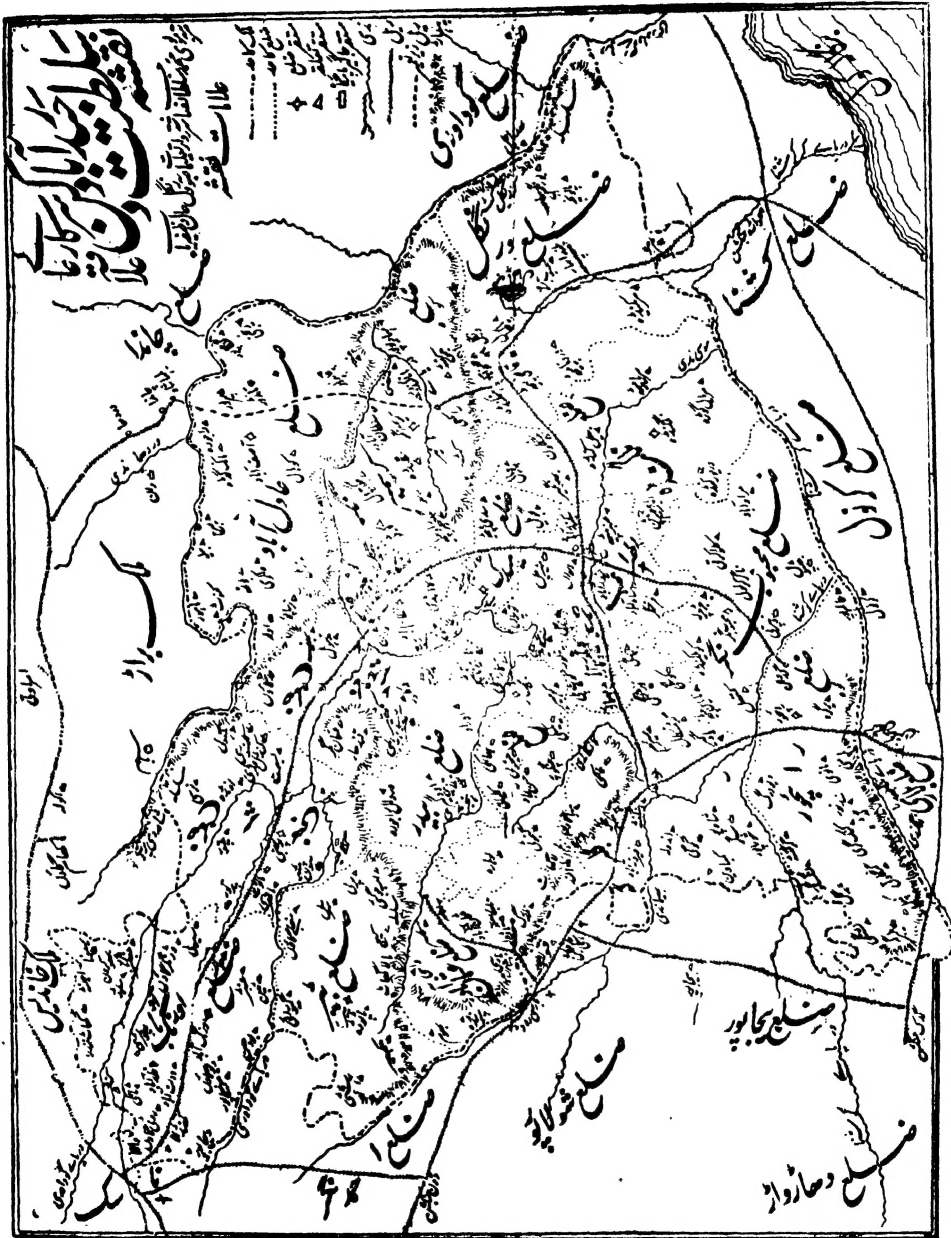


گزشت علیگڑھ

# نظام



یک پرائیویٹ دیرین خانہ کہ از پر تو آں  
ہر کجائی نگری اپنے ساخت اند



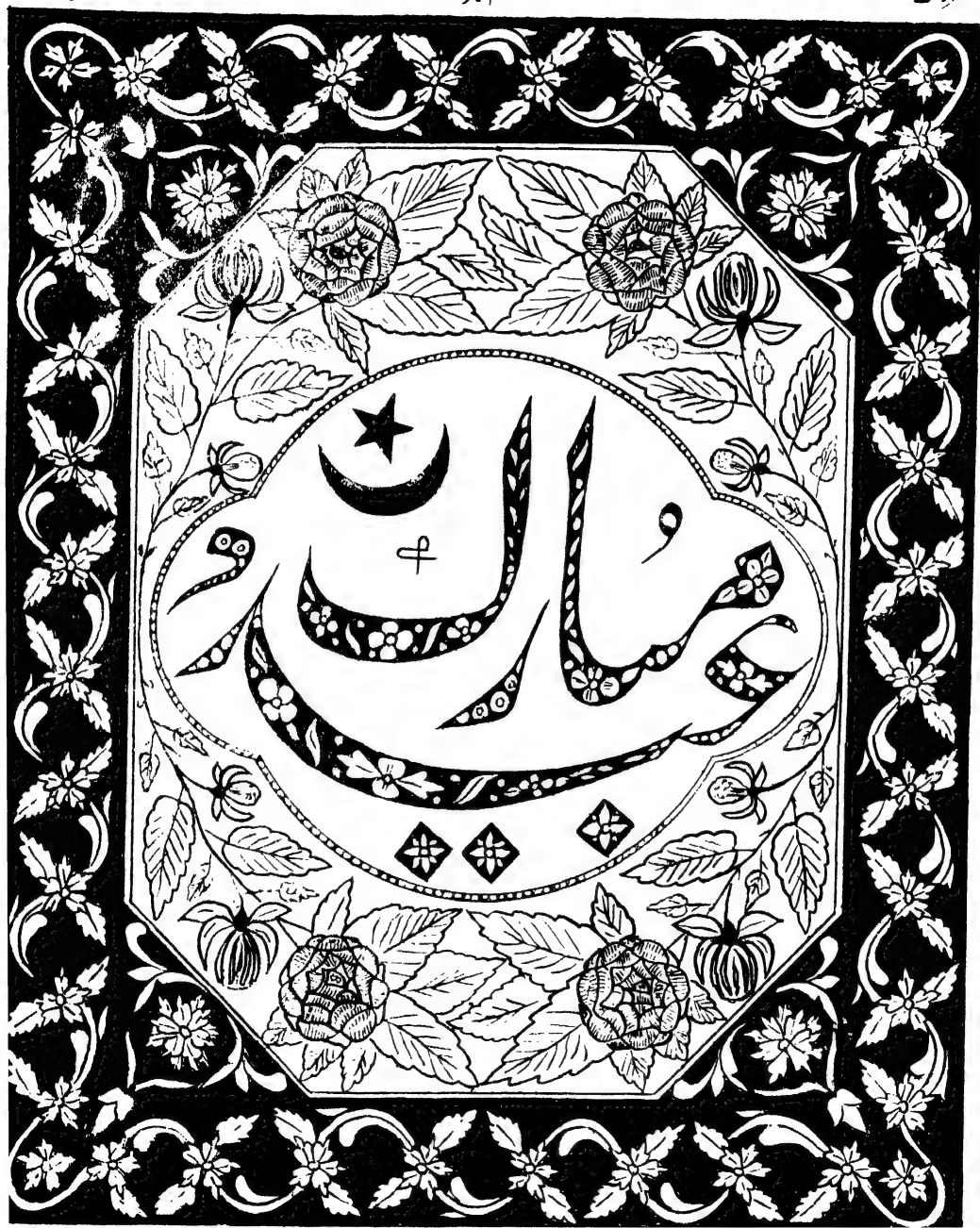






حضرت قدس اعلیٰ قدرت رحمتہ کے لئے فرستے ہوئے ہر ایک کے لئے ایک نیا، نیا لہو و لفظ لکھا گیا  
 حضور پر نور نواب میر عثمان علی خاں بہادر مستجرب جنگ سلطانِ عالم جی سی ایس آئی جی سی۔ اسی اداؤں کے لئے







# سیرتِ کریمہ الفطر

حرمِ عید از کلامِ پاکِ آید بروں  
 تا کہ شاید برقِ مے آرد نہاںِ سنو و کزو  
 آفرینِ کسوتِ ہمیشہ نقاشِ ازل  
 تشنه کامی و اگر آتشِ بجانِ من چہ عم  
 جامہ بستی بستی پابرہ کردنِ بوشنِ لود  
 بادہ خور بر چنگِ بر بختِ تم فرصتِ شما  
 در مدیثِ صاحبِ لاکِ آید بروں  
 دختِ ز بارنگِ تشاکِ آید بروں  
 صوتِ زریبا ز خر و خاکِ آید بروں  
 ابر رحمت از پسِ اساکِ آید بروں  
 رومے گل از دامنِ چاکِ آید بروں  
 کس نے داند چہ از افسانِ لاکِ آید بروں

نصرتِ فتح است ہر کینہ عثمانِ اوتیب (آمین)

ایں ندا ہر دم ز عرشِ پاکِ آید بروں (ازادِ میرا)

# کلام الملوک ملوک الملک

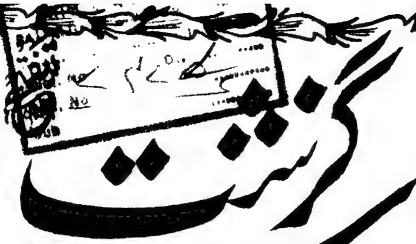
بنقریب میلاد الہی صلعم

اس منزل بستی ز تو بسا کردند  
بجام حسن انزل ریختند بادہ عشق  
و نور حسن بخیہ در فضا و دو کون  
کلید میگیدہ کردند وقف پیر منیاں  
بساط قرب کشیدند چوں سرا فلاک  
بہ چارہ سازی دل خستگان بچارہ  
ہر آنکہ از عجب روم و شام دہند عجم  
سپاس بخت کہ بردار گشت رساند مر  
قدش کہ سایہ ندارد طفیل و عثمان  
ہزارشکر ترا سایہ خند را کردند

# سلام

ضیاء چشم رسول خدا سلام علیک  
 فوج سوخته جان کنار رود و فرات  
 بہ ہر ذات تو مصداق نص و پر عظیم  
 ہزار چشمہ جیواں نثار نشہ لبست  
 بہ حفظ مقصد دین نثار فرمودی  
 تو بد راج کرامت فدای تو جانم  
 سرور خاطر خیر النساء سلام علیک  
 شہید خنجر کرب و بلا سلام علیک  
 بخلق اسوہ صبر رضا سلام علیک  
 ہزار زلیت ہر گشت فدای سلام علیک  
 غریب و بیکر دے آشنا سلام علیک  
 تو صد بزم امامت شہا سلام علیک

چہ مر داشت شہادت پیران عثمان  
 نجات کست ترا خون ہما سلام علیک



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بمجاہد اللہ کہ سرگزشت باور یونیورسٹی کی خدمت اور علیگری کی مجموعی صورت قائم رکھنے میں دس سال سے معروف ہو اور آج فخر ملک لدین سلطان العلوم حضور پر نور اعلیٰ حضرت بندگان عالی فرمانروائے دکن خلد اللہ ملکہ کی خدمت اقدس میں نہایت ادب انکسار کیساتھ اپنا ناچیز سالنامہ یعنی ”نظامہ خابر“ پیش کرنیکی عزت حاصل کر رہا ہوں۔ اس موقع پر ہم جملہ علیگری اور دیگر ناظرین کو یاد دلانا چاہتے ہیں کہ علاوہ ان بی شمار احسانات کے جو شاہ و کن نے دنیا پر بالعموم اور ہندوستان پر بالخصوص کئے ہیں ان میں مسلمانان ہند پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ سر سید علیہ الرحمۃ نے جو علم کا بیج علی گڑھ میں بویا تھا وہ شاہ موصوف ہی کی جود و سخا کی بدولت آج سرسبز و شاداب ہے۔ شاہ موصوف نے ہماری یونیورسٹی کو ہمیشہ گرانقدر امداد فرمائی ہے۔ اور حال ہی میں جبکہ نواب محمود جنگ بہادر نے شاہ ممدوح کے حضور اس کی سقیم حالت کا اظہار کیا تو ممدوح الشاہ نے نہ صرف دس لاکھ کے گرانقدر عطیہ سے یکدم امداد فرمائی بلکہ مستقل امداد میں بھی معتد بہ اضافہ فرمایا۔ کیونکہ نہ کہیں ہم اسے فطرت کا تقاضہ نہ رکتا نہیں دینے سے کبھی ہاتھ سخی کا سرگزشت نے اپنے دوسرے سالنامہ کو اس ذات گرامی کے نام نامی سے موسوم کر کے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ اور دست بدعا ہو کہ خداے پاک و برتر ہماری اس سچی کو جو سمندر کے حضور ایک قطرہ اور آفتاب کے سامنے ذرہ جو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

(امین)

# اقتباس

ناظرین کرام بخوبی واقف ہیں کہ سرگزشت کے اجراء کا بڑا مقصد علیگز کو مادر یونیورسٹی سے منسلک کھانا اویس رشتہ کو جو کچھ عرصہ سے یونیورسٹی کی چار دیواری سے نکلنے کے بعد گمراہ ہو جاتا ہے مضبوط کرنا ہے۔ سرگزشت علیگز کا سوشل پرچہ ہے جو مادر یونیورسٹی کے روزانہ حالات علیگز تک پہنچانا اسکی ضروریات کو ان کے پیش نظر کرنا اور خود علیگز کو ایک دوسرے کے حالات سے باخبر رکھنا ہے۔ خدا پاک برتر کا شکر ہے کہ اس قلیل عرصہ میں سکی شہرت نہ صرف ہندو بلکہ قلعہ عالم میں جہاں ہمیں بھی علیگز موجود ہیں پہنچ چکی ہے۔ سرسید علیہ الرحمۃ کے حق اولین کے خیال سے سرگزشت نے اپنا پہلا سالانہ مٹی میلہ "شاخ و برگ" باقی یونیورسٹی کے بعد جو سب سے بڑی ہستی اس دنیا میں اس غریب درسگاہ کی ہر طرح خبر گیریوں، مسعودوں، جو وہ اعلیٰ حضرت، ہندوکان، عالی حضور پر نور نظام عالی مقام کی ذات گرامی ہے۔ اس واسطے سرگزشت اپنے دوسرے سالانہ کو اس ذات بابرکات کے نام نامی پر موقوف کر کے اپنا فرض ادا کر رہا ہے۔

ہم اپنے ان تمام علیگ بھائی اور ناظرین کرام کے شکر گزار ہیں جنہوں نے ۱۹۳۲ء میں اور خاص کر "نظام غلو" کی تیاری کی خبر سن کر ہمارے کافی امداد فرمائی ہے۔ برادر گرامی نواب مسعود جنگ بہادر ڈاکٹر سید اس مسعود صاحب کے جنہوں نے ایک بڑا ذخیرہ تصاویر کا عنایت فرمایا اور صوبہ ہذا کے سب سے بڑے اور مخیر رئیس عالیجناب انجینئر نواب سر محمد منزل اللہ خاں صاحب بہادر کے سی۔ آئی۔ ای۔ او۔ بی۔ اسی آف بیسکیم پور سابق وائس چانسلر یونیورسٹی و ہوم ممبر یو۔ پی گورنمنٹ کے جنہوں نے ایک تزار کے گرانقدر عطیہ سے سرگزشت کی اعانت فرمائی۔

برادران حیدر آباد سے اس امر کی ضرورت کا بیت ہے کہ باوجود ہماری مسلسل درخواستوں کے کسی صاحب نے نہ کوئی تحریری اعانت وہاں کے حالات ہم پہنچانے میں فرمائی اور نہ اپنے نوگوں حالات عنایت فرمائے روزانہ آج نظام نمبر اس سے کہیں زیادہ شائد رہوتا۔

آج ہیں ہم سرگزشت شری رامی کے بھی شکر گزار ہیں جنہوں نے مختلف اخبارات و رسائل سے اقتباس کر کے ہماری بہت کچھ امداد فرمائی ہے۔ چونکہ نظام نمبر کا فروخت کرنا ہم سب سے ادب خیال کرتے ہیں اس واسطے کوئی صاحب اس کو قیٹا طلب نہ فرمائیں۔ البتہ بطور نذر حاضر ہے۔ بشرطیکہ سرگزشت کی خریداری بھی منظور فرمائی جائے۔

ادیلر





قطب شاہی سلاطین کا مرقع  
سلطان قلی قطب شاہ باقی سلطنت قطب شاہی



سلطان عبداللہ قطب شاہ سلطان سادس  
از ۱۶۲۶ تا ۱۶۷۲



سلطان محمد قلی قطب شاہ  
رابع ۱۵۸۰ تا ۱۶۱۲



سلطان ابوالحسن قافا شاہ از ۱۶۷۲ تا ۱۶۸۷



دنقت مدنا وزیر اعظم قافا شاہ ۱۶۷۲ تا ۱۶۸۷ء



پندت اکنا وزیر اعظم قافا شاہ از ۱۶۷۲ تا ۱۶۸۷ء





## مرکزشت

عهد قطب شاہی کا مشہور وزیر  
محمد سعید میر جہلہ



## نظام فہر

عهد تاناشاہ کی - مشہور عورت تارامتی

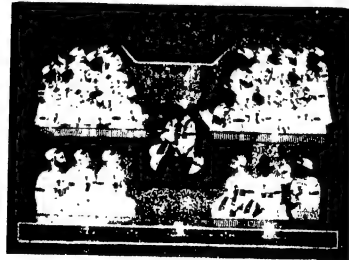


## علیگڑہ

عهد تانا شاہ کی - مشہور عورت پیمامتی



شاہ گولکنڈہ نظام علی خان کا منظر دربار





علیگزہ

عہد تانا شاہ کی مشہور عورت پیہامتی



قائم فہر

عہد قدامشاہ کی مشہور عورت قارامتی

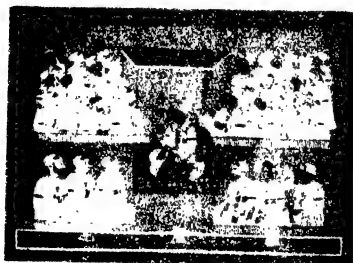


سرگزشت

عہد قطب شاہی کا مشہور وزیر  
محمد سعید میر دہلہ



شاہ کوٹنگڑہ نظر سے جان کا منظر دربار



# تاریخ ابتدائی ریاست حیدر آباد دکن

(بیدال حسن گیسری ضلع علیگڑھ)

شہر حیدر آباد مملکت حضور نظام کا دارالسلطنت ہے جو دریائے موسیٰ کے سواہل پر آباد ہے۔ یہ شہر ایک دیوار سے محیط ہے جس میں متعدد پھاٹک اور دروازے ہیں۔ شہر حیدر آباد کو سلطان محمود قطب شاہ فرستادہ میں آباد کیا تھا۔ یہ بھاگ نگر کہلاتا تھا جو سلطان کی بیوی بھاگ منی کے نام کی مناسبت سے تھا مگر بعد میں حیدر آباد کہلانے لگا۔

سب سے قدیمی تاریخی نسل جو کائنات دکن سے تھا اندھرا پٹی جو کہ راجہ اشوک کی دفات کے بعد دو سو چالیس سال قبل مسیح آزاد ہو گئی تھی اور مدت مدید تک کن پر حکمران رہی۔ حکومت اندھرا کے زمانہ میں ہندو اور بدھ مت خوب پھیلے اور یہ کہا جاتا ہے کہ بہت سے پر دیویوں نے بھی ان مذاہب میں خوبیاں دیکھ کر ان میں سے کسی ایک کو قبول کیا۔ اس زمانہ میں ملک و متمدن اور خوش حال تھا۔ خاندان اندھرا کے اختتام کے بعد چاکہ خاندان نے دکن پر حکومت کی اور اس نسل کا بانی پلاکشن تھا۔ پلاکشن ثانی کی عہدہ حکومت کو تاریخ میں افسانیت کا درجہ ملا ہے۔ اور مشہور مینی مورخوں نے جنھوں نے اس زمانہ میں دکن کی سیاحت کی لکھا ہے۔ اس کے خیالات وسیع اور قیمتی ہیں اور وہ اپنی ہمدردی اور فیاضی کو وسیع پیمانہ پر دراز کئے ہوئے ہے۔ اس کی رعایا اس سے نہایت پر خلوص محبت کرتی ہے۔ زمین زرخیز ہے اور غلہ خوب

پیدا ہوتا ہے۔ آب ہو اگر مچے۔ عادات اطوار نہایت سادہ اور پائیدار نہ ہیں۔ باشندے طویلِ قیامت غیر تندرست اور خود دلا ہیں۔ کوئی جنرل لڑائی میں شکست کھاتا ہے تو اس کو قانونی سزا کی بجائے زندانِ لباس پہناتے ہیں اور اس طرح وہ اپنی جان تکٹے سے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ پلاکن نے اپنی حکومت کے اختتام پر راجہ پلاوا کے ہاتھ سے شکست کھائی جس کا نام نہرا بھجیا اور ماتا اور سات کو تیرپن میسوی میں راشٹرکوتا خاندان نے دکن پر اپنا پرچم لہرایا۔

اس نسل کا پہلا راجہ کرشن تھا۔ یہ اپنے ایک چٹان میں ترشے ہوئے کیلاش کے خوبصورت مندر کی وجہ سے اولیٰ کی یہ مندر اتورا غار میں ہے اور اپنی عمارتی خوبصورتی میں مشہور ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس مندر میں ہندو جینیوں اور ہندوؤں کے کتبے اور مورتیاں ایک ساتھ موجود ہیں۔ نوسو تتر میسوی میں راشٹرکوتا خاندان ایک چاکھیہ خاندان کے سردار کے ہاتھ سے پامال ہوا اور اس طرح پرانا چاکھیہ خاندان دوبارہ عالم وجود میں آیا۔

سب سے اول ۱۲۹۲ء میں دکن پر مسلمانوں کا حملہ ہوا۔ یہ حملہ زیرِ کمان علاؤ الدین تھا۔ خاندانِ بھینی جو کہ شاہانِ اسلام کی ایک نسل تھا دکن پر تقریباً دو سو سال تک حکمران رہا اس خاندان میں اٹھارہ بادشاہ ہوئے اور اس کا بانی ایک افغان تھا جو کہ دہلی کے بادشاہ محمد بن تغلق کا ملازم تھا۔ اس نے دکن پر ۱۳۱۳ء اور ۱۳۱۷ء کے درمیان حکومت کی۔ اس نے اپنی سلطنت شمال میں بہار سے لیکر جنوب کی سلطنت وجے نگر کے حدود تک وسیع کر لی تھی۔ اسکی وفات ۱۳۵۷ء میں ہوئی۔ محمد شاہ اول جو کہ اس کا بیٹا تھا اسکے بعد جانشین ہوا۔ اس کی حکومت میں دکن میں اسلامی سکھ رائج ہوا۔ تقریباً سترہ سال کی حکومت کے بعد ۱۳۷۷ء میں اسے وفات پائی۔ اس کا نو جوان بیٹا مجاہد اسکے بعد تخت نشین ہوا۔ اسکی سلطنت بہت کم مدت تک ہی اور اسکے زمانہ میں ہندو مسلم حکومتوں میں مسلسل لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اسے والی وجے نگر سے راجپوت اور دیگر مقامات کا مطالبہ کیا اور جبکہ اس کا انکار ہوا تو اعلانِ جنگ ہوا۔ دونوں جانب سخت نقصان ہوا جبکہ مجاہد شاہ میدانِ جنگ سے گھر واپس آ رہا تھا تو ایک شخص اودھامی کے ہاتھ سے بری طرح قتل ہوا جس کا دیشہ ماہ کی قلیل بادشاہت کے بعد وہی انجام ہوا جو مجاہد شاہ کا ہوا۔

مجاہد کا بیٹا محمد ۱۳۷۷ء میں تخت نشین ہوا۔ اسکی حکومت میں امن تھا اور والی وجے نگر سے صلح ہو گئی تھی۔ وہ علوم و فنون کا بید شائق اور قدردان تھا۔ اسے وہ زندگی بسر کی جس میں خود غرضی کا دخل نہ تھا اور دیگر بادشاہوں اور اپنی رعایا کی نظر میں عزت و وقار حاصل کئے ہوئے تھا اسے ۱۳۹۵ء میں حکومت اور رحلت کی۔

محمد کے دو بیٹے تخت نشین ہوئے لیکن انکی حکومت زیادہ مدت تک جاری نہ رہی۔ بعد ازاں غیر وزخاں نے زمانہ

سلطنت اپنے ہاتھ میں لی اور اس نے اور اسکے بھائی نے تقریباً ۳۰ سال تک دشابست کی اور تاریخ شاہی کہ بہمنی خاندان کی تاریخ میں یہ زمانہ حد سے زیادہ فارغ ابدال تھا۔ اُسے بہترین معاہدے کئے اور اپنی سلطنت کو وسیع تر بنایا۔ اس نے سلطنت وجے نگر پر بھی چلے گئے اور بادشاہ کو اس کے ساتھ صلح کرنے پر مجبور ہونا پڑا اور اس کی فنیکی بادشاہ کی نکاح میں آئی۔ اس کی وفات ۱۲۲۲ء میں ہوئی اور احمد شاہ دہلی جو کہ فیروز شاہ کا بھائی تھا تخت نشین ہوا۔ بارہ سال کی حکومت بعد ۱۲۳۵ء میں اسکا انتقال ہو گیا اور بدر میں فن ہوا۔ بعد ازاں علاؤ الدین نے اپنے باپ احمد شاہ دہلی کی جگہ لی اور ۱۲۴۵ء اور ۱۲۵۷ء کے درمیان حکومت کر نیکی بعد ۱۲۵۷ء میں وفات پائی۔

ہمایوں نے اپنے باپ کی جانشینی کی مگر اسکی حکومت جابرانہ انداز پر مبنی اور وہ اپنی رعایا کی نظروں سے گر ہوا تھا۔ تقریباً چار سال کی حکومت کے بعد ایک دن اپنے ایک ملازم کے ہاتھ سے بحالت مکر مارا گیا۔ اسکا خور و مال بتایا نظام شاہ ۱۲۶۱ء میں تخت پر بٹھایا گیا اور انتظام اس کی ماں اور وزیر کے ذریعہ ہوتا تھا۔ اس کی حکومت بہت قلیل مبنی اور وہ اپنی تخت نشینی کے دو سال بعد مر گیا۔ اسکا جانشین اسکا بھائی محمد شاہ فزالی کی عمر میں ہوا اور مثل سابق اگر نام سے اس کی ماں اور وزیر حکومت کرتے تھے۔ دربار کی یہ خوش فہمی مبنی کہ ان میں ایک یا علیحدہ وزیر محمد گون نامی موجود تھا جس نے اپنے وجود کو سلطنت کی خدمت کیلئے کلیتہً وقف کر دیا تھا۔ وہ تمام شہرجات انتظامیہ پر حاوی تھا۔ لہذا اسن واماں اور فارغ ابالی کا دور دورہ تھا۔ وزیر ۱۲۷۲ء میں مارا گیا اور اس نامور خاندان کا زوال محمد شاہ اور اس کے وزیر کے انتقال کے بعد شروع ہو گیا۔ محمد شاہ کا بیٹا محمد تخت نشین ہوا اور ۳ سال تک حکومت کی اسنے ایک شخص حسین نامی کو اپنا منیر مقرر کیا جس نے محمد گون وزیر کے قتل کی سازش کی مبنی لیکن اسکو بہت جلد قتل کئے جانیکا حکم دیدیا گیا۔ بعد ازاں قاسم بیرو د مشیر خاص ہو گیا اور اسنے اور اسکے بیٹے امیر بیرو د نے سلطنت کا تمام انتظام اپنے ہاتھ میں لیا۔ بادشاہ محمد کی حیثیت محض ایک کھلونہ کی سی مبنی۔ بادشاہ ۱۲۸۷ء میں مر گیا اور اسکی وفات کے بعد سلطنت برائے نام رہ گئی۔ یہ حالت ۱۲۹۷ء میں آخری بادشاہ کی وفات تک ہی۔ بعد ازاں یہ برائے نام سلطنت ختم ہو گئی۔ خاندان کبھی میں پہلے مسلم بادشاہ میں علیحدہ علیحدہ قائم ہوئیں۔ انکے نام دکن کی پانچ شاہی تھیں ہر حصہ کا حاکم آزاد تھا۔ سلطنتیں فقیر (۱) حماد شاہی ..... برابر (۲) عادل شاہی ..... بیجا پور (۳) نظام شاہی ..... احمد نگر (۴) بیرو د شاہی ..... بد (۵) قطب شاہی ..... گولکنڈہ

سلطنت قطب شاہی (گولکنڈہ) کے بانی سلطان قلی قطب شاہ تھے۔ انکی دار السلطنت گولکنڈہ تھا۔ انھوں نے وازن گل

کے زمیندار سے جنگ کی اور قلعہ کھمبات اور مالاکنڈہ اپنے قبضہ میں لیتے جت بانی بہت بڑے ہو گئے تھے تو ایک روز گولکنڈہ کی مسجد میں معروف عبادت تھو کر ان کے بیٹے جتید کو سلطنت کرنیکی غرض سے دفتہ تخت نشین کر دیا گیا اور جتید کے انتقال سے وہ ایک ملازم کے ہاتھ سے نہایت میر جی کیساتھ قتل ہوئے جتید نے نہایت قلیل مدت تک حکومت کی اور اسکا جانشین اسکا بیٹا سلطان قلی ہوا جو کہ ایک زمانہ میں بہت محسن تھا اور اس وقت جتید کے بھائی اور سہجان قلی کے چچا ابراہیم کو اسکے دوستوں نے تخت حاصل کرنیکی ترغیب دی۔ اسکے مطابق ابراہیم نے ایک مختصر فوج تیار کی جو گولکنڈہ پر حملہ کیا اور بغیر کسی مقابلہ کے اس کو لیلیا۔ ایک معمولی علالت کے بعد ابراہیم ۷۵۷ھ میں مر گیا اور اسکا جانشین اسکا نیا سر بیٹا محمد قلی ہوا جس نے شہر حیدر آباد کی بنیاد قائم کی۔ اسکی وفات کے بعد اسکا بیٹا سلطان محمد اسکا جانشین ہوا اور دوسرے حکمران عبداللہ قطب تھا جسکے زمانہ میں حضرت درنگزیب علیہ الرحمۃ نے حیدر آباد کے معاملات میں دخل اندازی شروع کی اس نے مانہ میں میر جملہ گولکنڈہ کا وزیر اعظم تھا اور اسکے بیٹے نے اسکو عدالت کیساتھ ایک تنازعہ میں مبتلا کر دیا۔ وزیر اعظم نے بادشاہ کے یہاں مراعات کیلئے اپیل کی اور چونکہ وہ دروکر دیگی جتنی اسلئے اسنے منسل بادشاہ کو مدد کی درخواست کی۔ شاہجہاں نے میر جملہ کی درخواست کی سماعت کی اور فی الفور عبداللہ شاہ کے نام ایک فرمان جاری کیا کہ میر جملہ کی شکایات کا دفعہ کر۔ جب عبداللہ نے منسل شاہ کا مرسلہ دیکھا تو وہ غصہ کمال پلا ہو گیا اور میر جملہ کے بیٹے کو قید خانہ میں بند کر دیا۔ پھر شاہجہاں اور درنگزیب کے درمیان ایک حکام کی تعمیل کر کے کیلئے مامور کیا۔ اور درنگزیب نے ایک ایک حملہ بول دیا اور عبداللہ کو حفاظت کیلئے اسکا سپاہیوں کے پاس لے گیا اور اس طرح حیدر آباد اور گولکنڈہ کے قبضہ میں آیا۔ عبداللہ نے منسل بادشاہ کی ایک صلح کی اور سالانہ خراج کی قسط ادا کی۔ سلطان ایک کر درویدہ لایا گیا جس نے منسل کی تو سلطنت مغلیہ بھی قوت و اقتدار کھوئے لیکن اس نے مانہ میں اصفیاء جو کہ نظام الملک کہلاتے تھے اپنی آزاد قوت بحیثیت پادشاہ دکن ۱۶۱۷ء میں یہاں کی اور حیدر آباد اور مالاکنڈہ ہوا۔ بہن مرزا اللہ باہن حضور نظام کا شوہر علی الد کی طرف سے خلیفہ بول کر ایک بیٹا ہوا اور والدہ کی طرف سے حضرت محمد علی شہ علیہ السلام تک حضرت ابوبکرؓ نے مکہ کی پانچ فاصل دیوینو کو مسلمان کیا تھا جو کہ بعد میں حضرت محمد علی شہ کی مدد کیلئے مفید ثابت ہوئے انکی نسل میں ایک رنگ شیخ شہاب الدین جو جو ایران کو ایک صوبہ میں وطن افروز ہو کر اور جو اپنے زہد و علم میں مشہور تھے۔ شیخ شہاب الدین کی وفات کے چند صدیوں بعد ایک نسل کی خانہ بدوشان ۱۶۵۹ء میں اس نے اس نے مانہ میں منسل بادشاہ شاہجہاں کی ۱۶۷۶ء میں یہ منسل بادشاہ کو وزیر بن گیا اور ۱۸۵۷ء میں درنگزیب کے وزیر اعظم ہوئے۔ دوسری سال سیٹ بادشاہ کو یہ اس قدر ہو

ایک وفات کے بعد لکے بیٹے شہاب الدین غیاث الدین خاں درویش جنگ جانشین ہوئے۔ یہ ہندوستان پر فوجی اور مذہبی وفات کے دس سال بعد ۱۶۷۲ء میں انکو مر ہوئے۔ مقابلہ میں کاسپانی ہوئی اور انکی خدمات کے صلہ میں غیاث الدین خاں بہادر کا خطاب عطا کیا گیا۔ دوسرے سال بھنگائی کے ایک منہو قتلہ کو لینے میں کامیاب ہو کر انکو درویش جنگ کے خطاب سے سرفراز کیا گیا۔ سبقتلہ میں درویش جنگ کو محمد اس کا مورہ درویش کر گیا۔ یہ تفرقہ رشتہ بادشاہ شاہجہاں کی مجلس میں ہوا تھا۔ انکی بیٹی ایک سیدہ قلی خاں درویش کی اس خاندان کو سپہ کا خطاب دیا۔ ۱۶۷۹ء میں غازی الدین کی بیوی کے ایک لڑکا پیدا ہوا جسکا نام میر قمر الدین تھا۔ اپنی والدہ کی وفات کے بعد اپنے والدہ کے خطابات کے مالک ہوئے اور سب سے پہلے نظام ہوئے۔







سرگزشت

نظام لمير

عليگڑه

نواب مير قسراالدين چين قليچ خان اميرالاسرا نظام الملک  
آصفجاء بائي دولت آصفيه اگست ۱۷۲۴ء



نواب ناصرالدوله بهادر غفران منزل  
آصفجاء رابع ۱۸۲۹ تا ۱۸۵۷ء

نواب سکندر جہا بہادر مغفرت منزل  
آصف جہا ثالث ۱۸۰۳ تا ۱۸۲۹ء

نواب نظام عليخان بہادر غفران ساب  
آصف جہا ثاني ۱۷۶۳ تا ۱۸۰۳ء



ملڪيتو

نظامِ قمبر

سرگزشت

نواب افضل الدوله بهادر مغفرت مڪان  
آصف جاہ خامس ۱۸۵۷ء تا ۱۸۶۹ء



نواب مير سر محبوب عليشاں بهادر غفران مڪان جي سي ايس  
اٿي جي سي بي آصف جاہ سادس از ۱۸۶۹ء تا ۱۹۱۱ء



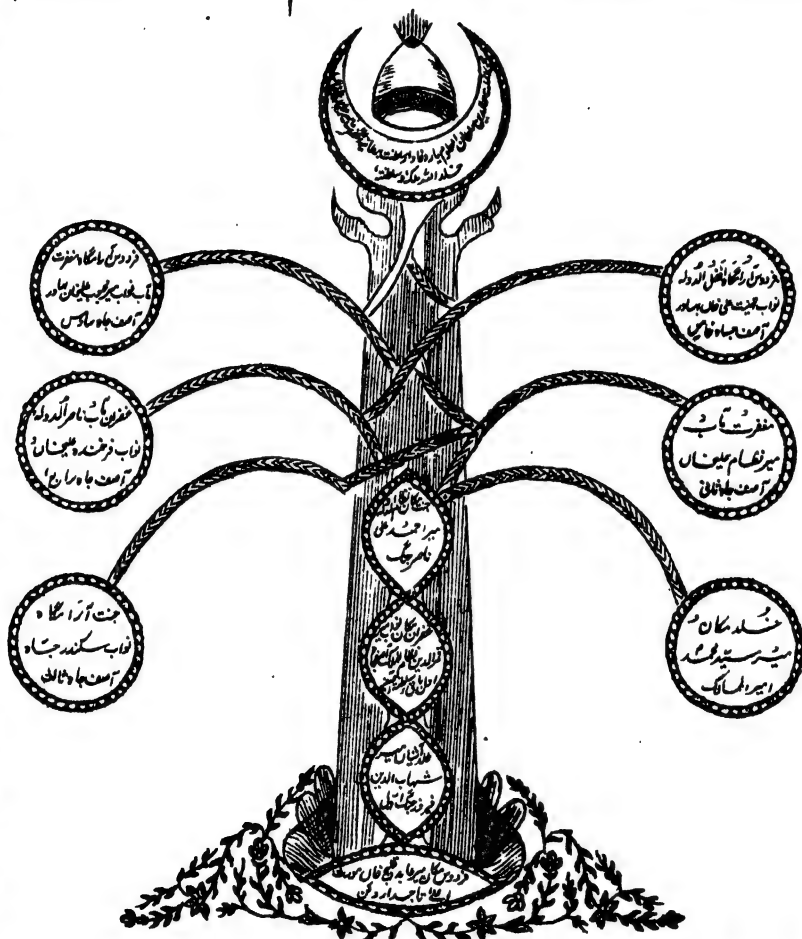
منظر دربار نواب مير سر محبوب علي خان بهادر غفران مڪان







شجرہ خاندانی علی حضرت بندگان عالی متعالی حضور نظام خلد اللہ ملکہ سلطان دکن مظہر اللہ



# مختصر حالاتِ سلاطینِ دکن

## (۱) فردوسِ مکانِ میر عابد قلی خاں شہزاد علی

از اولاد حضرت شیخ شہاب الدین بہرودی علیہ الرحمۃ والرفقہ  
جن کا سلسلہ نسب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔  
محمد شاہ جہاں میں ایک بزرگ ہندوستان تشریف لائے جنکا اسم مبارک  
میر عابد تھا، ہندوستان آکر اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین  
میں شامل ہوئے۔ اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے تخت نشین ہو کر جوہر قلی  
اور شرافت نسبی کی وجہ سے آپ کو منصب پنجاب اسی عطا فرمایا۔ عہدِ سلطنت  
میں گورنرِ صوبہ فرمایا۔ سلاطین میں ملتان کی گورنری پر تبدیل فرمایا۔ آپ  
۵۵ھ میں میر علی خاں جو گورنرِ یارتِ حرمین الشریفین تشریف لے گئے۔ شہنشاہ  
نے آپ کی عدم موجودگی میں آپ کو قلعہ خاں کا خطاب مرحمت فرمایا۔ سلاطین  
میں عہدِ امتدادِ مل کے عہدہ پر مامور ہوئے۔ سلاطین میں شاہزادہ اعظم شاہ  
کیساتھ دکن کی ہم پر تشریف لے گئے۔ گوگلڈہ کے محاصرہ میں شہنشاہ عالمگیر  
بھی جلوہ فرمائے۔ اتفاق سے اس جنگ میں ایک گولی قلعہ خاں کے گئی  
جس سے وہاں ہاتھ جاتا رہا۔ صبر و استقلال کے تیور ملاحظہ فرمائیے کہ  
جب شاہی وزیرِ شہنشاہ کی طرف سے آپ کی مزاح پر سی کو آیا تو دوسرے  
ہاتھ سے قہر پی رہے تھے اور زخمی ہاتھ کی ٹوٹی ہوئی ہڈیاں جراح کمال  
رہا تھا اور اپنی بیٹائی پر ذرا بھی ٹخن نہ تھا۔ آپ برا بھلا نہ کہتے تھے  
زخم کاری تھا جان نہ ہو سکے۔ تیسرے دن انتقال فرمائے۔ "انا للہ وانا  
الیہ راجعون" حضرت اورنگ زیب کو آپ کے انتقال کا برا ظن ہوا۔ پچاس ہزار

(۲)

دکن ہی میں ہے۔  
خدا آشیانِ میر شہاب الدین فیروز جنگ  
میر عابد قلی خاں کے فرزند رشید میر شہاب الدین کو سلاطین نے

سلطان عالمگیر نے غازی الدین خاں بہادر کا خطاب عطا فرما کے سرسرا  
کیا۔ اور قلعہ راہبری کی فتح کے صلہ میں فیروز جنگ کا خطاب عطا ہوا۔ سلاطین  
گوگلڈہ کی فتح کے صلہ میں ہفت ہزاری منصب عطا ہوا۔ فیروز جنگ نے شہر  
بڑے کارنامے دکھائے۔ ان کی شادی نواب سدا اللہ خاں کی لڑکی سے  
ہوئی تھی۔ فیروز جنگ بھی دکن کی ہم پر شاہزادہ اعظم شاہ کی مدد کیلئے بھیجے  
گئے۔ انھوں نے بیجا پور کے محاصرہ میں وہ وہاں شہادت دی کہ جب شہنشاہ  
کو اطلاع ہوئی تو انھوں نے انعامات کے علاوہ یہ دعائیں الفاظ زبان مبارک  
سے ادا فرمائے۔ "چنانچہ حق سبحان تعالیٰ نے فیروز جنگ کے حملوں سے  
اولاد تیموریہ کی ناک رکھ لی۔ خدا اس کی اولاد کی آبرو قیامت تک برقرار  
رکھے۔"

سلاطین میں آپ کی قوت بینائی نے جواب دیدیا۔ محروم البصر ہونے کے  
بعد بھی جنگی سرگرمیوں میں کوئی کمی نہ رہی۔ بالآخر شہنشاہ میں جس جسم کی  
استیصال پر مامور تھے اس کو سر انجام دیا۔ یعنی منار کو گرفتار کر کے دربار  
شاہی میں بھیج دیا۔ سلطان عالمگیر رحم کی وفات کے بعد بہادر شاہ نے تخت  
نشین ہو کر فیروز جنگ کو گجرات کا صوبہ دار بنا کر گجرات بھیج دیا۔ سلاطین  
بتفصائل اعلیٰ فیروز جنگ نے انتقال فرمایا۔ لاش دہلی لائی گئی اور چری  
دروازہ کے قریب دفن ہوئے۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون"

(۳)

## جنتِ مکانِ نوابِ میر قمر الدین نظام الملک آصف جاہ اول بانیِ سلطنتِ آصفیہ

فیروز جنگ کو اللہ تعالیٰ نے نواب سدا اللہ خاں کی دخترِ بزرگ اختر کے  
بطن سے دیکھا عطا فرمایا۔ جن کا نام بعد میں قمر الدین نظام الملک آصف جاہ  
شہور ہوا۔ شہنشاہ عالمگیر رحم کو ان سے بڑی محبت تھی۔ وہ ہمیشہ فرمایا کرتے

تھے کہ اس بچہ کی پیشانی سے غفلت و حشمت چمکتی ہے کوئی بڑا آدمی نہیں لگا  
 چنانچہ ہمہ کے واقعات نے بادشاہ کے قیاد کو نقصان و ممانعت کر دیا۔ ۱۲۱۰  
 رجب الاول ۱۲۱۱ء کو آپ پیدا ہوئے۔ بادشاہ نے خود ان کا نام میسر  
 قرالہ بن رکھا۔ چھ سال کی عمر میں بادشاہ نے منصب سے سرفراز فرمایا۔  
 ۱۲۱۳ء میں منصب کا اضافہ فرما کر بجا پور کا حاکم مقرر کیا۔ ۱۲۱۵ء میں جب  
 آپ کی عمر تیس سال کی تھی بادشاہ نے خاندانی خطاب میں قلع خاں عطا  
 فرمایا۔ سلطان عالمگیر کے ہمراہ ۱۲۱۵ء میں قلعہ و انگلیز پر حملہ کر کے اُسے  
 فتح کیا۔ ۱۲۱۷ء میں فیروزنگر تاجپاک کو شہ کا عہدہ و خوداری مرحمت ہوا۔  
 ۱۲۱۸ء میں انھوں نے معرکہ بدر میں بڑی مہارت دکھائی۔ بہادر شاہ نے  
 ۱۲۲۰ء میں خان دوران کا خطاب عطا فرما کر اوہ کا صوبہ دار مقرر فرمایا،  
 عہد عالمگیری کے بعد چونکہ اکثر مورخین اس وقت بہت سے تئیرات ہوئے  
 تھے اس لئے آپ ان کو گورنر فرما کر اس کے اور تمام منصب وغیرہ ترک کر کے  
 گوشہ نشین ہو گئے جس وقت بہادر شاہ سریر اُسے اورنگ حکومت  
 ہوا تو اس نے چھین قلع خاں میر قمر الدین کو نوابی عہدے سے نکل کر منصب  
 و امارت قبول کر کے پرمجور کیا۔ جب اہل حد سے زیادہ بڑھ گیا اور  
 کوئی چارہ کار نہ نظر آیا تو آپ نے مجبور ہو کر منصب پمچھاری قبول کر لیا،  
 جب عثمان حکومت فرخ سیر کے ہاتھ میں آئی تو آپ کو منصب ہفت ہزاری  
 اور نظام الملک فتح جنگ کا خطاب عطا فرما کے صوبہ دکن کی صوبہ داری عہد  
 خوداری کرنا تک عطا کی کچھ دن کے بعد آپ کو مراد آباد و بامبھل اور چند دیگر  
 مقامات کی خوداری تفویض فرما کر تبدیل کر دیا۔ جب فرخ سیر کے بعد  
 شاہزادہ رفیع الدرجات تخت نشین ہوا تو آپ کو مراد آباد وغیرہ کے علاوہ  
 مالوہ کی صوبہ داری بھی عطا فرمائی۔ ۱۲۳۰ء میں امیر الامرا حسین علیخان  
 ہمارے صوبہ دار دکن کی بعض نالیدہ بہ حرکات سے کبیدہ خاطر ہو کر دکن سے  
 اس کے کارندوں کو بدخل کر کے دکن میں خود قابض ہو گئے۔ عہد شاہ  
 نے تخت نشین ہو کر کمزور تہ و زارت علی بر فائر المرام فرمایا۔ ۱۲۳۱ء  
 میں آپ کو آصف جاہ کا خطاب عطا ہوا۔ اسی سال آپ کچھ برداشتہ خاطر  
 ہو کر دہلی سے دکن تشریف لے گئے۔ ۱۲۳۲ء میں علی ہوئی۔ شاہی فرزند  
 صادر ہوئے تو آپ اپنے فرزند ارجمند نظام الدولہ میراجہ خاں بہادر کو دکن  
 میں اپنا جانشین بنا کر ۱۲۳۹ء کی ۱۹ دسمبر کو روانہ ہو کر آخر رجب الاول  
 ۱۲۴۰ء میں دہلی ہو گئے۔ مالوہ و راگبر آباد کی صوبہ داری کا انتظام بہادر

اس کے پھر دن بعد امیر الامرا کا منصب عطا ہوا۔ ۱۲۴۰ء میں میسر  
 نظام الدولہ نے دکن میں کم خود سری بلند کیا۔ آپ اپنے بیٹے میر محمد بہادر کو  
 دہلی چھوڑ کر دکن روانہ ہو گئے۔ ۲۰ جمادی الاول ۱۲۴۱ء کو اورنگ آباد  
 کے قریب باپ بیٹے کا مقابلہ و معرکہ ہوا۔ بیٹے کو گرفتار کر لیا۔ صوبہ سال  
 تک بیٹا باپ کی نظریں منسوب رہا۔ ۲۰ سالہ میں تقصیر معاف کر کے بدستور  
 سابق دیوانی برابر سرفراز فرمایا۔ انھیں دونوں دکن میں مرے سر رہا  
 رہے تھے انکے آتے ہی وہ پاؤں سر پر رکھ کے بھاگے۔ دکن میں نادر  
 کو خوار کر کے وہ انتقام میں مصروف تھے کہ محمد شاہ نے نادر و اکرہ صلی  
 بلالیا۔ جب نادر شاہ نے دہلی میں قتل عام کیا تو سوقت آصف جاہ ہی  
 گردن میں تلوار لٹکا کر سامنے حاضر ہوئے اور دہلی کی کس پرسی کی  
 کیفیت بیان کی۔ نادر شاہ نے فوراً قتل عام روک دیا اور آصف جاہ سے  
 کہا کہ ”برہمنی سفید بخشیدم“

آصف جاہ کی حق تدبیر کا اتنا زبردست اثر نادر شاہ پر پڑا کہ  
 اسے چلے وقت آصف جاہ سے کہا کہ میں نے تجھ کو آدمی ہی نہیں دیکھا۔ تو تو  
 بادشاہی کے قابل ہے۔ محمد شاہ میں بادشاہ بننے کی طاقت نہیں جاہی ہے  
 تجھے بادشاہ کیا۔ اگر کوئی تیری اطاعت سے سرتابی کر لیتا تو میں اسکی کمال  
 کھینچوں لگا۔

آصف جاہ نے ترکیب سے نادر شاہ کو باز رکھا کہ آپ تو بادشاہی  
 محمد شاہ کو عطا فرما چکے ہیں اب آپ مجھے کیسے بادشاہ بنا سکتے ہیں۔ لوگ آپ کو  
 بدعہد نہ کہیں گے۔ آپ جیسے بادشاہ کے لئے یہ نازیبا ہے۔ نادر شاہ  
 ان کی یہ وفاقشاری اور غلندری دیکھ کر حیران رہ گیا۔

نادر شاہ کے جانے کے بعد آپ دکن چلے گئے۔ وہاں مرہٹوں نے  
 پھر سر اٹھایا تھا انھیں پسپا کیا۔ محمد شاہ ابدالی کے حملے کی خبر سننے ہی دہلی کا  
 ارادہ کر رہے تھے کہ معلوم ہوا اُسے شک ہو گئی۔ محمد شاہ نے بادشاہ و نجر  
 ہی آصف جاہ کو وزیر بننے پر مجبور کیا لیکن انھوں نے مدد ضعیفی کر کے وزارت  
 سے انکار کر دیا۔ آخر ہم جمادی الاول ۱۲۴۱ء کو عہد سال کی عمر میں نظام  
 بہرمان پور انتقال فرمایا اور اورنگ آباد میں دفن ہوئے۔ انا نادر و انا نادر  
 راجوں نے آصف جاہ کے وقت رحلت چھ فرزند چھوڑے۔ ۱۰ دسمبر ۱۲۴۱ء  
 (۲) میر احمد نظام الدولہ نادر جنگ (۳) میر سید محمد امیر المہاک مملکت  
 جنگ آصف جاہ ثانی (۴) میر نظام علی خاں بہادر اند جنگ (۵) میر محمد ظفر



# مختصر حالات سلاطین دکن

## (۱) فردوس مکان میر عابد قلیج خاں شہزاد علی

انزاولاد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ والرفقاء جن کا سلسلہ نسب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔  
 محمد شاہ جہانی میں ایک بزرگ ہندوستان تشریف لائے جنگا اسم مبارک میر عابد تھا، ہندوستان اکراورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین میں شامل ہوئے اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ نے تخت نشین ہو کر جو بڑائی اور شرافت نسبی کی وجہ سے آپ کو منصب پتھرا ری عطا فرمایا یہ سلسلہ میں گورنر صوبہ فرمایا یہ سلسلہ میں مٹان کی گورنری پر تبدیل فرمایا آپ نے اسی میں اچھا کام کیا جو گورنر حرمین الشریفین تشریف لے گئے شہنشاہ نے آپ کی عدم موجودگی میں ہی آپ کو قلیج خاں کا خطاب مرحمت فرمایا یہ سلسلہ میں صدارت کل کے عہدہ پر مامور ہوئے یہ سلسلہ میں شاہزادہ اعظم شاہ کیس تھے دکن کی ہم پر تشریف لے گئے۔ گوگنڈہ کے محاصرہ میں شہنشاہ عالمگیر بھی جلوہ فرمائے۔ اتفاق سے اس جنگ میں ایک گولی قلیج خاں کے گئی جس سے دایاں ہاتھ جاتا رہا۔ صبر و استقلال کے تیور ملاحظہ فرمائیے کہ جب شاہی وزیر شہنشاہ کی طرف سے انکی مزاح پر سی کو آیا جو تو دوسرے ہاتھ سے قہقہہ پی رہے تھے اور زخمی ہاتھ کی ٹوٹی ہوئی پٹیاں جراحت کال رہا تھا اور انکی پیشانی پر زرا بھی نکلن نہ تھا۔ آپ براہ گفتگو کرتے رہے زخم کاری تھا جاں بر نہ ہو سکے۔ تیسرے دن انتقال فرما گئے۔ "انامہ دانا ابیر راجون" حضرت اورنگ زیب کو آپ کے انتقال کا خبر ملنے ہوا اسے بجاہدار دکن ہی میں ہے۔

(۲)

## خدا آشیان میر شہاب الدین فیروز جنگ

میر عابد قلیج خاں کے فرزند رشید میر شہاب الدین کو سلسلہ

سلطان عالمگیر نے غازی الدین خاں بہادر کا خطاب عطا فرما کے سرفراز کیا۔ اور قلعہ راہبری کی فتح کے صلہ میں فیروز جنگ کا خطاب عطا ہوا۔ اسی فتح کے گوگنڈہ کی فتح کے صلہ میں ہفت ہزاری منصب عطا ہوا۔ فیروز جنگ نے بڑے بڑے کارنامے دکھائے۔ ان کی شادی نواب سدا اللہ خاں کی لڑکی سے ہوئی تھی۔ فیروز جنگ بھی دکن کی ہم پر شاہزادہ اعظم شاہ کی مدد کیلئے بھیجے گئے انھوں نے بیجا پور کے محاصرہ میں وہ داد شجاعت دی کہ جب شہنشاہ کو اطلاع ہوئی تو انھوں نے انعامات کے علاوہ یہ دعائیہ الفاظ زبان مبارک سے ادا فرمائے۔ "چنانچہ تخی سبحانہ تعالیٰ نے فیروز جنگ کے حملوں سے اولاد تیموریہ کی ناک رکھ لی خدا اس کی اولاد کی آبرو و قیامت تک برقرار رکھے۔"

سلسلہ میں آپ کی قوت بنائی نے جواب دیدیا۔ غروم البھر ہونے کے بعد بھی جنگی سرگرمیوں میں کوئی کمی نہ رہی۔ بالاخر سلسلہ میں جس قسم کی استیصال پر مامور تھے اس کو سر انجام دیا یعنی مٹان اگر کو گرفتار کر کے دربار شاہی میں بھیج دیا۔ سلطان عالمگیر کی وفات کے بعد بہادر شاہ نے تخت نشین ہو کر فیروز جنگ کو گجرات کا صوبہ دار بنا کر گجرات بھیج دیا۔ سلسلہ میں بقضائے الہی فیروز جنگ نے انتقال فرمایا۔ لاش دہلی لائی گئی اور جمہری دروازہ کے قریب دفن ہوئے۔ "انامہ دانا ابیر راجون"

(۳)

## جنت مکان نواب میر قمر الدین نظام الملک آصف جاہ اول بانی سلطنت آصفیہ

فیروز جنگ کو اللہ تعالیٰ نے نواب سدا اللہ خاں کی دختر بلند اختر کے بطن سے عطا فرمایا۔ جن کا نام بعد میں قمر الدین نظام الملک آصف جاہ شہور ہوا۔ شاہنشاہ عالمگیر کو ان سے بڑی محبت تھی۔ وہ ہمیشہ فرمایا کرتے

تھے کہ اس بچی کی پستانی سے عظمت و شہرت پکیتی ہے کوئی بڑا آدمی نہیں بنا سکتا۔ چنانچہ بچے کے وراثت نے بادشاہ کے قیاد کو لفظ و معنی ثابت کر دیا۔ ۱۲۰۰  
 رجب الآخر ۱۱۱۱ھ کو آپ پیدا ہوئے۔ بادشاہ نے خود ان کا نام میسر  
 قمر الدین رکھا۔ چھ سال کی عمر میں بادشاہ نے منصب سے سرفراز فرمایا۔  
 ۱۱۱۹ھ میں منصب کا اضافہ فرما کر بیجا پور کا حاکم مقرر کیا۔ ۱۱۲۱ھ میں جب  
 آپ کی عمر آٹیس سال کی تھی بادشاہ نے خاندانی خطاب میں قلع خاں عطا  
 فرمایا۔ سلطان عالمگیر کے ہمراہ ۱۱۱۱ھ میں قلعہ و انگیرا پر حملہ کر کے اسے  
 فتح کیا۔ ۱۱۱۸ھ میں فیروزنگر تاجی کوٹ کا عہدہ فوجدار سی مرحمت ہوا۔  
 ۱۱۲۰ھ میں انھوں نے معرکہ بدر میں بری بری مرادنگی دکھائی۔ بہادر شاہ نے  
 ۱۱۲۲ھ میں خاں دوران کا خطاب عطا فرما کر اوہ کا صوبہ دار مقرر فرمایا،  
 محمد عالمگیری کے بعد چونکہ اکثر امور میں اس وقت بہت سے تضاربت ہوئے  
 تھے اس لئے آپ ان کو گورنر فرمایا اور تمام منصب وغیرہ ترک کر کے  
 گوشہ نشین ہو گئے۔ جس وقت بہادر شاہ سریرا ائے اور نگ حکومت  
 ہو تو اس نے چھین قلع خاں میر قمر الدین کو زادیہ عزالت سے نکل کر منصب  
 و امارت قبول کرنے پر مجبور کیا۔ جب اہر احد سے زیادہ بڑھ گیا اور  
 کوئی چارہ کار نظر نہ آیا تو آپ نے مجبور ہو کر منصب پنجزاری قبول کر لیا،  
 جب عثمان حکومت فرخ سیرگسہ ہاتھ میں آئی تو آپ کو منصب ہفت ہزاری  
 اور نظام الملک فتح جنگ کا خطاب عطا فرمایا کہ صوبہ دکن کی صوبہ داری نہ  
 فوجدار سی کرنا ملک عطا کی کچھ دن کے بعد آپ کو مراد آباد و بھنسل اور چند دیگر  
 مقامات کی فوجدار سی تفویض فرما کر تبدیل کر دیا۔ جب فرخ سیرگسہ کے بعد  
 شاہزادہ رفیع الدراج تخت نشین ہوا تو آپ کو مراد آباد وغیرہ کے علاوہ  
 مالوہ کی صوبہ داری بھی عطا فرمائی۔ ۱۱۳۲ھ میں امیر الامار حسین علیخان  
 ہارہ صوبہ دار دکن کی بعض ناہنہ بدہ حرکات سے کبیدہ خاطر ہو کر دکن سے  
 اس کے کارندوں کو بیدخل کر کے دکن میں خود قابض ہو گئے۔ محمد شاہ  
 نے تخت نشین ہو کر آپ کو مرتبہ وزارت عظمیٰ پر فائز اہرام فرمایا۔ ۱۱۳۵ھ  
 میں آپ کو آصف جاہ کا خطاب عطا ہوا اسی سال آپ کچھ برداشتہ خاطر  
 ہو کر دہلی سے دکن تشریف لے گئے۔ ۱۱۳۹ھ میں علی علی مونی۔ شاہی فرامین  
 صادر ہوئے تو آپ اپنے فرزند راجندر نظام الدولہ میر احمد خاں بہادر کو دکن  
 میں اپنا جانشین بنا کر ۱۱۹۰ھ میں علی شاہ کو روانہ ہو کر آخر رجب الاول  
 ۱۱۹۰ھ میں دہلی پہنچے۔ مالوہ اور کبر آباد کی صوبہ داری کا انتظام پر دہلی

اس کے چند دن بعد امیر الامار کا منصب عطا ہوا۔ ۱۱۹۱ھ میں میسر  
 نظام الدولہ نے دکن میں حکم خود سری بلند کیا۔ آپ اپنے بیٹے میر محمد مینا کو  
 دہلی چھوڑ کر دکن روانہ ہو گئے۔ ۱۲۰۰ھ جمادی الاول ۱۱۹۵ھ کو درنگ آباد  
 کے قریب باپ بیٹے کا مقابلہ و معرکہ ہوا۔ بیٹے کو گرفتار کر لیا۔ عرصہ سال  
 تک بیٹا باپ کی نظر میں مستحب رہا۔ ۱۱۹۸ھ میں تقصیر معاف کر کے بدستور  
 سابق دیوانی برادر پر سرفراز فرمایا۔ انھیں دونوں دکن میں مرہٹے سرانجام  
 رہتے تھے اس لئے ہی وہ پاؤں سر پر رکھ کے بھاگے۔ دکن میں دیوان  
 کو فرار کر کے وہ انتظام میں مصروف تھے کہ محمد شاہ نے زوردار دکن دھلی  
 بلالیا۔ جب نادر شاہ نے دہلی میں قتل عام کیا ہے تو اس وقت آصف جاہ ہی  
 گردن میں تلوار لٹکا کر سامنے حاضر ہوئے اور دہلی کی کس میر سی کی  
 کیفیت بیان کی۔ نادر شاہ نے فوراً قتل عام روک دیا اور آصف جاہ سے  
 کہا کہ "بر ریش سفید بخشیدم"

آصف جاہ کی حق شناسی کا اتنا زبردست اثر نادر شاہ پر پڑا کہ  
 اسنے چلنے وقت آصف جاہ سے کہا کہ میں نے تجھ سے آدمی نہیں دیکھا تو تو  
 بادشاہی کے قابل ہے۔ محمد شاہ میں بادشاہ بننے کی یافت نہیں۔ چاہیے  
 بیٹے بادشاہ کیا۔ اگر کوئی تیری اجماعت سے سر نہائی کر لیا تو میں اسکی کھال  
 کھینچوں گا۔

آصف جاہ نے ترکیب سے نادر شاہ کو باز رکھا کہ آپ تو بادشاہی  
 محمد شاہ کو عطا فرما چکے ہیں آپ مجھے کیسے بادشاہ بنائے ہیں۔ لوگ آپ کو  
 بدعہ نہ کہیں گے۔ آپ جیسے بادشاہ کے لئے یہ نازیبا ہے۔ نادر شاہ  
 ان کی یہ و فاشخاری اور عقلمندی دیکھ کر حیران رہ گیا۔

نادر شاہ کے جانے کے بعد آپ دکن چلے گئے۔ وہاں مرہٹوں نے  
 پھر سر اٹھایا تھا انھیں پسپا کیا۔ محمد شاہ نے ادبائی کے تختے کی خبر سننے پر دہلی کا  
 ارادہ کر رہے تھے کہ معلوم ہوا اسے تنگ ہوئی۔ محمد شاہ نے بادشاہ فرخ  
 ہی آصف جاہ کو وزیر بننے پر مجبور کیا لیکن انھوں نے مدد ضعیفی کر کے وزارت  
 سے انکار کر دیا۔ آخر جمادی الآخر ۱۱۹۸ھ کو عہدہ سال کی عمر میں نظام  
 برہان پور انتقال فرمایا اور درنگ آباد میں دفن ہوئے۔ انانہ و انانہ  
 راجوں نے آصف جاہ کے وقت رحلت چھ فرزند چھوڑے۔ ۱۱۹۸ھ میں محمد شاہ  
 (۱) میر احمد نظام الدولہ ناصر جنگ (۳) میر سید محمد امیر الملک صاحب  
 جنگ آصف جاہ ثانی (۴) میر نظام علی خاں بہادر دکن (۵) میر محمد علی

(۴)

## فردوس مکان میر احمد علی نظام الدین ناصر جنگ

اصف جاہ اول میر فرالدین خاں کے انتقال کے بعد ان کی اولاد میں خانہ جنگی ہوتی رہی۔ پہلے سلاطین میں چوتھے بیٹے ناصر جنگ گدی پر بیٹھے۔ وہ محمد علی کے دوست تھے جو انگریزوں کا ارتقا، منظر جنگ بڑے بیٹے گدی کو اپنا حق سمجھتے تھے اس لئے وہ چند اصحاب فرانسسوں کے حلیف سے امداد کے خواہاں ہوئے۔ انگریزوں نے ناصر جنگ کی مدد کی۔ عرصہ تک دونوں محابوں میں لڑائی ہوتی رہی آخر ناصر جنگ کے انتقال کے بعد منظر جنگ تخت نشین ہوئے۔ منظر جنگ نے چند کارامعمل و دخل فرانسسوں کا کر دیا تھا اس لئے پٹھان سرداروں اور امیروں نے انکار نہیں شہید کر دیا۔ اناشد وانا الیراجون

(۵)

## جنت آرمگاہ میر سید محمد امیر الملک صلابت

بھائی کی مشہادت کے بعد میر سید محمد جاہ نشین ہوئے۔ انھیں نوں بالاچی راؤ بیٹو اسرکتی پر آمادہ ہوا۔ نواب صلابت جنگ اور لاجپت علیہ کو بالاچی راؤ کی تنبیہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ پچاس ہزار قومی سپاہی لیکر بالاچی راؤ پونا کی طرف سے میدان جنگ میں آیا۔ ۱۲ محرم ۱۱۶۵ھ کو جنگ شروع ہوئی۔ امیر ظلماک نے بالاچی راؤ کو اس جنگ میں شکست فاش دی۔ سلاطین میں مرہٹوں نے دوبارہ پوری قوت و شدت کے ساتھ پورشی کی اور فاکا محروسہ کے بہت سے حصہ پرستانہ ہو گئے۔ خاندان آصف جاہ کو دکن سے بالکل بیدل کر نیا ارادہ کر لیا۔ اس نامبارک حصول مفقود کے لئے مرہٹوں نے سلاطین میں برست فوجیں فراہم کیں لیکن اس موقع پر سلطان عالمگیر مددگار کا اثر ہوا اور مرہٹوں کو شرف و فادے محفوظ و مامون ہو گئی۔ کیونکہ میں اس وقت جاہ مرہٹہ سلطنت آصفیہ کو تباہ و برباد کرنے کے لئے اپنی کافی فوجیں فراہم کر چکے تھے۔ ایک اہل نے انھیں شمالی ہند کی طرف ڈھکیل دیا۔ ۱۶ جمادی الآخر ۱۱۶۵ھ کو بانی پت کے میدان میں انھوں نے

ایسی شکست عظیم اٹھائی کہ ہمیشہ کے لئے ان کی مروت کی اور زمینیں ہست ہو گئیں۔ اسی جنگ عظیم میں ان کا پیرالار اعظم بھادو مارا گیا اور اس کا سر کاٹ کر نجیب آباد کے قلعہ پتھر گڑھ میں پھونکا دیا گیا۔ جہاں کی سال تک باغیوں اور سرکشوں کی عبرت کے لئے دکھانا رہا تھا۔ ۱۹ اردیبعہ ۱۱۶۵ھ کو بالاچی راؤ نے بھی پانی پت کی شکست کے غم میں مر گیا۔ اس کے بعد سلطنت آصفیہ کو اپنی حالت درست کرنے کا بہترین موقع ہاتھ آ گیا۔ سلاطین میں مادہ ہوراؤ بالاچی بیٹو کے بیٹے سے ایک خونریز جنگ پھر ہوئی۔ امیر ظلماک کے بھائی نواب کھنڈی ثانی نے بڑی بہادری اور دلیری کے ساتھ غنیم کا مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں مادہ ہوراؤ کو سخت ہزیمت اٹھانی پڑی۔ بالاخر ناچار ہو کر انھوں نے صلح کی درخواست پیش کی اور ۱۶ جمادی الآخر ۱۱۶۵ھ کو کوئی صلح ہوئی و رقم کثیر نواب آصف جاہ کی خدمت میں نذر کر کے صلح کر لی۔ ۲۰ ربیع الاول ۱۱۶۵ھ کو امیر ظلماک نے بھٹنار اہلی رحلت فرمائی۔ اناشد وانا الیراجون

راجون

## مغفرت یا نظام الملک نظام الدین میر نظام علیان

### آصف جاہ ثانی

اپنے بھائی غفران تاب جناب امیر ظلماک کے بعد میر نظام علیان آصف جاہ ثانی مسند حکومت پر روئی افروز ہوئے۔ بیعت سلطان محمد علیہ سلاطین میں انگریزوں سے مقابلہ کیا۔ اس کے بعد حیدر علیاں بہادر نے رکن الدولہ کی مغفرت آصف جاہ ثانی کی خدمت میں حاضر ہو کر استا بوسی کی درخواست کی۔ نظام الملک نے حاضری کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حیدر علیاں حاضر ہوئے تو گراں ہما ملعت اور شیر مرصع وغیرہ عطا فرما کر سرفراز فرمایا۔ سلطان حیدر علی خاں بہادر نے بھی ایسی قیام گاہ پر نظام الملک کو دعوت دی اور خوان ہائے جوامر و تین توپیں جو انگریزوں سے مال غنیمت میں ملی تھیں نیز بڑی تعداد میں روپیہ و اشرفیاں بطور نذر پیش کیں۔ یہ سب دیکھ کر تاجدار دکن سے انگریزوں سے مصالحت کرنا ہی مناسب سمجھا۔ چنانچہ گورنر انگریزی نے مسراج الدولہ اور اپنے دکلار کی معرفت پیش ہما خائف بھیج کر درخواست صلح کی۔ اس طرح انگریزوں کے ساتھ ایک پھلا پھلا نہ مصالحت مرتب کر لیا۔ اس کے بعد کئی اور معاہدے

بھی ہوئے اور آخر کار انگریزوں اور نظام عالی مقام میں ایسے گہرے اور مستحکم دوستانہ تعلقات قائم ہوئے کہ گورنمنٹ ہند کے سب..... سسٹم کی رے کے پہلے نواب نظام علیاں بہادر ہی نے منظرِ کر کے گورنمنٹ کی، بخیر کو علی جاہ بہادری اور سندھ کے احمد نامہ جس نے پہلے تمام مہاراجوں پر خط لکھ کر باغی تھا اسکی رود سے نظام دکن بھی انگریزی عکداری کی پائی کے حلقہ میں آئے۔ اور جادی الاول ۱۲۸۵ھ کو اساک باران کیوجہ نماز استغفار کیلئے مطابق شریعت عید گاہ تشریف لیگئے۔ نہایت عجز و انجاس کے ساتھ جناب باری میں عار کی دعا مستجاب ہوئی اور اسقدر بارش ہوئی کہ رود موسیٰ میں طغیانی آگئی جس سے شہر حیدر آباد کو سخت نقصان پہونچا اسی سال کارگریوں کی غفلت سے چار محل کے بارود خانہ میں کنگ گنگ کی عالیشان محل آنا فنا میں نیت و نابود ہو گیا۔ ۱۲۸۵ھ میں صفحہ ۱۰ ثانی نے دنیا دنیا ماری عالم جاودانی کو کو بیج فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون

## غفران نواب اکبر شاہ صفحہ ثالث

نواب سکندر شاہ آصفیہ ثالث نظام الملک آصفیہ ثانی کو کھا جلاؤ ۱۲۸۵ھ میں تخت نشین ہوئے۔ سترائیس سال نہایت کامیابی اور خوش اسلوبی کیسے سلطنت کی۔ انھوں نے بھی اپنے زمانہ حکومت میں گورنمنٹ انگریزی کی امداد و اعانت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہوئے دیا ہمارا جہانگر نے ان سے امداد طلب کر کے انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن نواب سکندر شاہ نے انگریزوں سے وفاداری ظاہر کی اور بدستور قائم رکھی۔ ہمارا جہانگر کو صاف جواب لکھ کر بھیجا۔ ۱۲۸۵ھ میں اس جہان فانی سرور حلت کی انا للہ وانا الیہ راجعون

## خدا مرکان نواب خیر علیاں بہادر صفحہ رابع

سکندر شاہ کے انتقال ہوئے پر آئے صاحبزادہ نواب فرخندہ علیاں بہادر تخت نشین ہوئے۔ ۱۲۸۵ھ میں سرسار لار جنگ بہادر مدار الملہام سلطنت منقرض ہوئے۔ نواب میر فرخندہ علیاں بہادر بوز، صلح کل نیک نہاد اور پیر و شریعت علماں تھے۔ ۱۲۸۵ھ میں انگریزوں سے پناہ

ہوا جس کی رود سے سندھ کے مہاراجہ کی تکیں ہوئی جو اخراجات اس امدادی فوج پر ہوتے رہے اور ان پر نو چہ متا رہا باہمی ادائیگی کے لئے پچاس لاکھ سالانہ کی آمدنی کا علاقہ انگریزوں نے حوالہ کیا۔ یہ براہین تھا اور اس کے سرحدی اضلاع شولا پور راجپور دوآپ تھے۔ فوج بھی کچھ زیادہ کی گئی۔ ۱۲۸۵ھ کو ۶۶ برس کی عمر میں نواب مددو نے اپنے ولید کو یہ وصیت فرمایا کہ "انگریز میرے دوست ہیں لیکن ساتھ ہمیشہ وفادار رہنا۔" انا للہ وانا الیہ راجعون

## جنت مرکان نواب تہنیت علیاں بہادر افضل لدولہ آصف جاہ خامس

نواب فرخندہ علیاں بہادر آصف جاہ رابع کے بعد انکی جگہ اپنے صاحبزادہ نواب افضل الدولہ تہنیت علیاں بہادر آصفیہ خامس سربراہ حکومت دکن ہوئے۔ افضل الدولہ جب تخت حکومت پر رونق افروز ہوئے تو اسوقت دہلی میں ۱۲۸۵ھ کا غدر رونما ہو رہا تھا۔ حیدر آباد میں بھی باغیوں نے کوشش کی کہ نظام کی فوج انگریزوں کے خلاف لڑے لیکن سرسار لار جنگ نے باغیوں کی سرکوبی کر کے انگریزوں کی مدد کی اور انگریزی سلطنت کو بچا لیا۔ حکومت انگریزی کیلئے یہ وقت اسقدر نازک تھا کہ راکشیں سلطنت کے دل کا پگنے چنانچہ حالات کی نزاکت سے مجبور و متاثر ہو کر گورنمنٹ نے ریڈیڈنٹ حیدر آباد کو لکھا کہ اگر نظام اسوقت باغیوں کے ساتھ ہو جائیں تو پھر ہمارے پاس کچھ نہیں رہتا پھر خدا ہی حافظ ہے۔ " مگر ایک سچے مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ ملزم کوئی کو کسی دنیوی لالچ کیلئے بھول جائے اور عہد و موثقت کو ٹھکرائے۔

افضل الدولہ بہادر نے اس آڑے وقت میں وہ پیش بہادر کی کہ جسکی نظیر دنیا میں ملتی محال ہے تاریخ حکومت انگلیش کے اوراق دولت آصفیہ کی اس امداد کے زبان حال سے مصحف ہیں۔ چنانچہ خدمات غدر کے اعتراف شکر یہیں گورنمنٹ انگریزی نے اس ہزار پونڈ کے تحائف افضل الدولہ بہادر گدھ میں پیش کئے اور اسی سال ہی سی بیس لکھ کامنز خطاب عطا کر کے علاوہ پچاس لاکھ روپیہ کا قرضہ صاف کیا گیا۔



شان ہمایونی لامع النور علی سبجانی سکندر رخصت قوسی شوکت یار و خادایر سلطان

برطانیہ فلٹن جنرل نیر اگلا سٹڈیائی لنس سلطان العلوم حضور پر نور اعلیٰ حضرت سرور انجمن

عثمان علیجان ہادی فتح جنگ نظام الدولہ نظام الملک منظر الملک الممالک صفی علیہ علیہ

سی، ایس، آئی، جی، بی، بی، اسی فرمانروائے سلطنت حیدر آباد دکن خلد اللہ علیہ سلطنت

تیری گزشتہ کا ذکر چلے جائے

کونسیا جن بھان عمر و خٹاں ایجنٹ است

کے مطابق حضور نے حرم کی اصلاح فرما کر شریعت اسلام و احکام خداوندی کے بموجب صرف چار نکاح کر کے چار بیویوں پر انکشاف فرمایا۔

## مناجوشی

۳۹ رست سال ۱۹۱۱ء کو اعلیٰ حضرت سرور آراء سے سلطنت ہوئے عثمانی

حکومت ہاتھ میں لیتے ہی حکومت میں بہت سے ایسے اہم تغیرات فرمائے اور ان میں مقبول اصلاحات کا اجرا فرمایا کہ ایک عالم ان یرکین و آفریں کر باجوہ کو یکم ستمبر ۱۹۱۱ء کو ایک جڑ و بار منتقل فرمایا۔ سرکار عالی کی جانب سے رتبہ پڈنٹ نے آپ کی ذات ہمالوں سے پڑی پڑی تو قوت کی وابستگی کا اظہار کیا اور چند تشایع بھی نہیں جھکا حضور نے نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ جواب باصواب دیا۔

## سادگی لباس و شاہی خاصہ

حضور نظام خلد اللہ مالک نہایت ہی سادہ اور کم قیمت لباس

حضور پر نور اعلیٰ حضرت کی ولادت با سعادت ۲۵ جمادی الثانی ۱۲۳۲ھ

سلطان ہمایوں پر ۱۸۵۸ء کو ہوئی۔ قاضی مالک خود میں خوشی کی لہریں دوڑنے لگیں۔ طول و عرض دکن میں گھر گھر خوشیاں سنائی گئیں۔ خوب خوب جی کھول کر شادمانی و مسرت کا مظاہرہ کیا گیا۔ پانچ سال کی عمر میں ہم اللہ ہوئی مذہبی تعلیم پر مولانا انوار اللہ خاں صاحب بانی مدرسہ نظامیہ حیدر آباد، مامور ہوئے اور فارسی کی تعلیم پر نواب عماد الملک بھارو و آغا علی شہرستانی انگریزی تعلیم پر مسٹر ایچ جے سنو مقرر ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنی فوج میں ذکاوت و دیانت کے باعث عربی، فارسی، انگریزی، ہندی، برہمنی، فرانسیسی، سرہتی و تنگلی زبانوں میں جلد ہی مہارت تامہ حاصل فرمائی۔ یہی زمانہ تہذیب و ترقی کی تعمیر و ترقی کا زمانہ تھا۔ اعلیٰ حضرت نے اس زمانہ میں ہی قاضی مالک کو ایک ملکہ پیدا کیا۔ شہسواری، نشانہ بازی، تیرہ زنی وغیرہ کی تعلیم کرائی۔ قاضی مالک بہادر گما پڈراچین عمار عثمانیہ بنے دی۔

حضور عظیم الشان میر محبوب علی خاں بہادر انگریز ہم امور سے سلطنت انصرام دیتے وقت اعلیٰ حضرت کو ہمراہ رکھنے کو انتظام سلطنت کا ملکہ پیدا ہوا۔ زمانہ دبہندی اپنے زمانہ خود میں دورہ کرنے کا اتفاق ہوا جس سے بہت کچھ جوتے حاصل ہوئے۔ آپ کا عقد نواب بہادر جنگ کی دختر نیک اختر سے ہوا۔ جن سے کئی بچے پیدا ہوئے ہیں۔ اسلام آباد

زیب تن فرما سکتے ہیں۔ ایک موقع پر ایک درباری نے عرض کیا کہ حضور  
میں قیمت لباسِ فاخرہ بھی شاہوں کے شاہانِ ثناء نہ پہنچا کر ارشاد  
فرمایا کہ تمہارا عجب و عجم مجھ سے بہتر و برتر تھے۔ میرے آقا و رسولی  
ہونے کے باوجود صاف سادہ لباس پہنا کرتے تھے۔ سنت نہال سنگھ لکھتے  
ہیں کہ شہر یار دکن کی زندگی کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ ایک کردار میں لاکھ  
باشندگان کے فرماں روا ہونے کے باوجود صاف سادہ لباس زیب تن  
فرماتے ہیں۔

شہر یار دکن کی زندگی عام زندگی کی طرح نہایت سادہ اور  
برقم کے تکلفات سے مبرا ہے۔ حضور اپنے واسطے بھل اور اختتام  
بند نہیں فرماتے۔ حضور اعلیٰ حضرت کا کھانا اس قدر متواضع ہوتا ہے کہ جس کو  
اوپر درجہ کا سرمایہ دار بھی اپنے لئے پسند نہیں کر سکتا۔ مختصر یہ کہ حضور  
جہاں پناہ و امانتِ ہمایوں کے لئے بہت ہی کم مصارف کو پسند فرماتے  
ہیں۔

## مساواتِ اسلامی

”ماجدار دکن مسجد کے اندر غبار اور مساکین شکستہ حال مسلمانوں  
کے دوش بدوش نماز ادا فرماتے ہیں۔ بالغ عوام کی مسجدیں بلا امتیاز  
جہاں ملکہ مل جاتی ہے وہاں بیٹھ جاتے ہیں۔ اسلامی مجالس و محافل  
میں شہر کے غریب مسلمانوں کے خام اور بوسیدہ مکانوں کو قدم  
سیمنت لازم سے رونق بخشتے ہیں۔ بابا شرف الدین رحمۃ اللہ کی پہاڑی  
و دیگر اہل اللہ کے مزارات پر مسلمانوں کے ہمراہ پیادہ پا تشریف لیجاتے  
ہیں۔ ایک مرتبہ حضور اعلیٰ حضرت جلہ و عظم میں تشریف لائے تو ایک  
ملازم خاص نے جو پہلے سے وہاں بیٹھا ہوا تھا حضور کو دیکھ کر درباری ٹپکی  
کمر سے ہانڈہ لی۔ حضور نے اسکا یہ عمل ملاحظہ فرما کر دریافت کیا کہ یہ کیا۔  
اس نے دستِ برتر عرض کیا کہ حضور تشریف فرما ہیں حضور نے ارشاد  
فرمایا یہ میرا دربار ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کا دربار ہے۔  
حضور اس پر بہت ناراض ہوئے اور اس وقت اس کی پیٹی کمر سے کھلا دی  
ایک مرتبہ جلہ و عظم میں اعلیٰ حضرت تشریف لائے اور واعظ صاحب جو وعظ  
فرما رہے تھے انہوں نے سلام کیا۔ اعلیٰ حضرت نے فوراً ارشاد فرمایا کہ  
مولوی صاحب انہوں نے کہ آپ وعظ فرماتے ہوئے سلام کر رہے ہیں۔

## قرآن پاک کی عقیدت

مولانا شوکت علی صاحب الکریم علیہ السلام کے موقع پر حیدر آباد میں تھے۔  
اعلیٰ حضرت بھی عید گاہ میں تشریف لائے۔ مولانا شوکت علی فرماتے ہیں  
کہ موجودہ شاہ دکن نے سخت احکام جاری کر دیے ہیں کہ جب وہ  
مسجد یا عید گاہ میں آئیں تو کوئی ان کی تعظیم کو کھڑا نہ ہو اور شاہی آداب  
کو بجا نہ لائے۔ وہ مسجد میں متواضعی کی طرح آتے ہیں۔ نماز جو کے  
بعد اعلیٰ حضرت خوش آواز عرب سے قرآن شریف کا ایک رکوع سننے لگتے ہیں۔  
چنانچہ عید کی نماز کے موقع پر بھی نماز پڑھنے کی خطبہ ہوا اس کے بعد لوگ مل کر  
رخصت ہونے لگے مگر اعلیٰ حضرت بیٹھے رہے اور قاری ابراہیم صاحب علی  
کی زبان سے کلام پاک کا ایک رکوع سنا۔ جن لوگوں کو کبھی ایسی قرأت کی تھی  
میں شرکت کا موقع ملا۔ اسی میں اعلیٰ حضرت بھی شریک ہوئے ہوں تو انکی  
آنکھوں نے یہ مبارک منظر دیکھا جو گا کہ یہ فقیر دل بادشاہ اور قرونِ آ  
کی یاد دلائی ہوئی تھی کلام ربانی کی تلاوت کے وقت کئی خاص حالات اور  
لورائی و اثرات سے متاثر ہوا جاتی ہے کیفِ خدا اور کلامِ خدا اعلیٰ حضرت  
کو کیا کیف بنا دیتا ہے۔ اس وقت چہرے کی رنگت کا اتنا چرچا ہوا اور عالمِ جہد  
میں سبحان اللہ! سبحان اللہ! فرمانا اور زانیہ پر ہاتھ دے دے مارنا  
ایسا سماں ہوتا ہے کہ جو سوس کے قلب پر اثر کے بغیر نہیں رہتا۔

## دینی خیالات اور مراعات

حضور نظامِ خلد اللہ ملکہ ایک دیندار و متشرع سچے مسلمان ہیں  
تحتِ سلطنت پر حلوہ و فن ہوتے ہی حضور نے سب سے پہلے حرم کی  
اصلاح فرما کر صرف چار نکاح کئے۔ فریقہ نماز جمعیٰ تجدیدی۔ جمعیہ کی

مذہبی۔ قومی علوم کی اشاعت روزِ اعزوں ترقی پر ہے۔ دکن کے ہزاروں وظائف۔ منصب دینیوں کے علاوہ ہندوستان۔ مصر۔ قافہ۔ ترکی۔ قسطنطنیہ۔ بیت المقدس۔ مکہ منظر۔ ہندو وغیرہ جس میں علمی و مذہبی، و طبعی خوار موجود ہیں۔ زندہ باد نظامِ دکن۔ آمین

## بنیظیر بے تخصیص کی شہادتیں اور چند مثالیں

ایک سیکھ کی آواز  
تاہر دکن لے سکھوں سے جو سیکھ  
روا رکھا ہے اس کی نظیر کسی سیکھ  
ریاست میں بھی نہیں ملتی۔ سکھوں کے بچوں کی تعلیم کے لئے خاص انتظام  
ہے۔ ان کی تنخواہیں مقرر ہیں۔ اگر کوئی سیکھ لادکھ فوت ہوتا ہے تو  
جہاں کہیں بھی ہو اس کا قریبی رشتہ دار تلاش کیا جاتا ہے اور متوفی  
سیکھ کی جگہ اسے مقرر کیا جاتا ہے۔ اگر وہ وارث یا رشتہ دار جو  
تلاش کیا گیا ہے نابالغ ہے تو سن بلوغت تک اس کو متوفی کی نصف  
تنخواہ بعور و طبعی ملتی رہتی ہے۔ بالغ ہونے پر متوفی کی جگہ اسے مقرر  
کیا جاتا ہے۔ ناندیو گورو دوارہ کے لئے جائیداد وقت ہے جس کا اہتمام  
خود سکھوں کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا احترام اس قدر کیا جاتا ہے کہ  
اعلیٰ حضرت حضور نظامِ خداوندی فکر و دوارہ تک ہر ہذا پانچ تشریف لیجاتے  
ہیں دیکھا ایسی نظیر کہیں اور مل سکتی ہیں۔

## ایک مسیحی بسلغ کی آواز

کون ہے جو ریاست حیدر آباد پر تنگدلی کا الزام لگا سکتا ہے  
کیا باشندگان برار ایسے نظامِ حکومت پر جو مذہب و اقوام کے  
ساتھ یکساں اور انصاف کا برتاؤ کرتا ہے۔ عہدوں کے عطا کرنے  
میں مذہب و ملت کا امتیاز نہیں اور جہاں حقیقی محض میں شیر و بکری  
گھاٹ پانی پیٹے ہیں کسی اور نظامِ حکومت کو اس پر ترجیح دے سکتے ہیں۔

نماز باجماعت عام نمازیوں کے ساتھ علم و سب میں ادا کر کے کی رسم کو نذر کیا  
رہا ہے کے امور مذہبی کے انجام دیئے گئے "مبین المہامی امور مذہبی"  
مقرر فرمائی۔ دین الفطر کے بہترین عاملوں و عاملوں کی تلاش کر کے اس  
عمدہ پر تعینا فرمائی۔ کافہ اسلمین کی اصلاح و فلاح کے لئے واعظ  
مقرر کئے۔ دینی مدرسے کھولے۔ مذہبی انجمنوں کو دیادلی سے امداد  
دی۔ رشتہ و ہدایات کے چشمے چاروں طرف بہا دیئے۔ دارالعلوم  
دیوبند کی قدیم امداد میں اضافہ فرمایا۔ عظیم القدر دینی مدرسہ امیر شریف  
جس قائم فرمایا۔ الہ آباد۔ بدایوں۔ کولابور کے دینی مدارس کی طرف  
بہمدوسی و اعانت کا ہاتھ بڑھایا۔ انگلستان میں تبلیغ اسلام کی غرض سے  
وجود اختلاف عقائد خواجہ کمال الدین کو خزانہ عامہ سے معقول امداد  
دی۔ درگاہ حضرت محبوب الہی سلطان نظام الدین اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ  
دہلی کی مرمت میں حصہ لیا۔ نادار حجاج فقیہی کی امداد فرمائی۔ جامع مسجد  
الہ آباد کی تکمیل کی صورت پیدا کی۔ اسلامی تعلیمی کانفرنس حضور کی آیات  
کی رہنمائی۔ انجمن ترقی اردو آپ کی معارف پڑھ ہی کی مرہون خاص  
احرار عثمانیہ کالج وغیرہ آپ کی فیاض طبع کے معترف۔ دہرہ دون،  
کالج آپ کا مداح۔ مدرسہ السلمین علی زہر بارہ احسان۔ مدرسہ اسلامیہ  
سکندر آباد شکر گڑا۔ دارالافتاء اسلامی برار مرہون کرم اسلامی  
بانی سکول امداد مدت سر اسلم عبور تیری انبالہ۔ دارالمصنفین علم گڑہ  
حالی سلم بانی سکول پانی پت۔ انجمن اسلامیہ ممبئی۔ مائتا انٹی یوٹ لیدی  
ہارڈنگ کالج۔ انجمن حمایت اسلام لاہور۔ انجمن اسلامیہ مدراس۔ انجمن  
ترقی تعلیم امرتسر۔ غرضیکہ ہر اعظم ہند کی بیشتر علمی و قومی تحریکیں  
حضور نظام کے بذل و سخن سے شرف اندوز ہو رہی ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے تعلیم نواں کے لئے ہر ہزار سالانہ کا عطیہ گرانقدر  
منظور فرمایا۔ آپ کا جذبہ ہمدردی کسی کی سمیت کو نہیں دیکھ سکتا۔  
زلزلہ کہیں باشندوں کو بے خانان کر دے۔ طبعی آفات دھروں کو  
دیران کر دے۔ فوج و خشاک مالی قوت لامیت سے محروم کر دے  
تو سب سے پہلے حضور ہی ان کی دستگیری پر آمادہ ہوتے ہیں۔  
سمیت زدگان ہمارے کے ایک لاکھ روپیہ کی رقم مرحمت فرمائی تحفہ  
یہ کہ حضور اعلیٰ حضرت پاک ز دستورہ صفات۔ عادل۔ ہمد۔ ہمدرد  
سختی غنی۔ شریعت ہند۔ رحمد بادشاہ ہیں۔ آپ کی توجہ سے دنیاویات





پر پانچزار روپیہ تعلیمی امداد کے لئے منظور فرمایا۔ ہندو لاکھ کا عطیہ  
دہرہ دون کے ایک پبلک اسکول کے لئے منظور فرمایا۔

## محکمہ تعلیم سلطنت اصفیہ

دولت اصفیہ میں تعلیم کا باقاعدہ آغاز ۱۸۵۷ء میں ہوئی

لیکن اس وقت حالت بہت معمولی تھی۔ ۱۸۶۸ء میں ذرا اصلاح ہوئی  
۱۸۷۷ء میں درجہ تعلیم کے لئے ایک ڈائریکٹر مقرر کیا گیا۔ لیکن عام  
انتظامات افسران محکمہ جات مال ہی کے ہاتھ میں رہے۔ ۱۸۷۷ء میں  
پرنسپل میں ایک ایک ڈپٹی انسپکٹر مقرر کیا گیا۔ ۱۸۷۷ء میں چاروں  
ہائی سکول کو دوسرے درجہ کا کالج بنا کر مدراس یونیورسٹی سے  
ملحق کیا گیا۔ ۱۸۸۷ء میں اول درجہ کا کالج بن گیا۔ ذیل میں تین سال  
کا سابقہ نقشہ پیش کیا جاتا ہے ناظرین اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ ذریعہ  
رفتہ تعلیم میں کیسے ترقی ہوئی۔

سال	قابل تعلیم بچے	مدراس	طلباء
۱۸۷۷ء	چودہ لاکھ	۲۰۰۰	۸۷۰۰۰
۱۸۹۱ء	۱۵ لاکھ	۳۱۴۰	۷۴۰۰۰
۱۸۹۶ء	۱۷ لاکھ	۲۶۸۷	۷۲۰۰۰
۱۹۱۱ء	۱۷ لاکھ	۲۶۹۵	۹۵۰۰۰

اعلیٰ حضرت کے عہد سمیت کے ابتدائی دس سال پر نظر ڈالنے  
سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ہر اعتبار سے ترقی شاندار تھی مثلاً ۳۴ مدراس  
تھے۔ ۲۵۰۰۰ طلباء تھے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

درجہ تعلیم	تعداد طلبہ ۱۹۱۱ء میں	دستور ۱۹۲۱ء میں	۱۹۲۵ء میں
کالج	۱۳۹	۴۹۴	۱۰۱۷
فوقانیہ ہائی سکول	۷۸۳	۲۲۸۰	۲۰۲۹
وسطانیہ مکمل سکول	۳۹۲۳	۹۵۹۷	
مدراس خاص	۱۵۳۹	۲۸۳۳	
تفصیلیہ مکمل سکول	۵۸۷۲۰		

فیاضی وسخاوت کا یہ عالم ہے کہ اس کا تصور ایک مرتبہ پھر تعلماے عباسیہ  
کے جو دستور کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ اہل علم و ہنر کے  
علاوہ ہزار ہا غریب لاجواب بیکس، لاوارث اور مجبور انسان۔ بے شمار  
بیواہیں اور لاقدر ایتیم آپ کی فیاضی کے صدقہ اطمینان و آرام کی،  
زندگی بسر کر رہے ہیں۔ حضور کی امداد و اعانت لاوارث غریبوں تک  
ہی محدود نہیں ہے بلکہ بہت سے معذول شدہ تاجداران اسلام  
بھی اعطیہ کے گراں بہا عطیہ یا کی بدولت بیسی کے عالم میں بھی شایا  
شان کو باقی رکھے ہوئے ہیں۔ سلاطین معذول ترکیہ کے لئے اعطیہ  
لئے بڑے بڑے وظائف جاری کر دیے ہیں۔ سابق سلطان ترکی،  
ارشاد کی بیوہ فاطمہ حرا نائے خانم کو ۱۰۰ ہونڈ عطا فرمائے اور بعد تحقیقات  
مستقل امداد ہوئی۔ سلطان عبدالحمید خاں کو ۱۰۰ ہونڈا ہوا مستقل عطا  
فرماتے ہیں۔ منظور بن سحرنا وغیرہ کے لئے ایک لاکھ روپیہ کلید اعطا  
فرمائے۔ عزیزا پروسی کے لئے ہندو لاکھ روپیہ کی رقم مخصوص کر کے  
کئی ہے۔ حال یہی تھی اردن صاحبہ کو دوا ہونڈا کا ایک ارسال  
کر کے فرمایا کہ آپ اس رقم کو اپنے حسب منشاء خیرات کر دیں۔

تازہ ترین فیاضی یہ ہے کہ ایسے نازک اور آڑے وقت میں،  
جبکہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی مالی حالت نازک ہو چکی تھی اور  
مسلمانان ہند کی واحد تعلیم گاہ سخت دوسرے گزر رہی تھی،  
حضور نظام دوسی الاکرام نے دس لاکھ روپیہ یکمشت اور  
ساتھ ہزار روپیہ سالانہ سے اس کی امداد و اعانت فرما کر  
مسلمانان ہند کی لالچ رکھی۔ زندہ باد تاجدار جبکہ آباد  
اس دے کی روشنی دنیا میں جو مشرق ہو

تاجدار کا رہے عالم میں یا رب خوفشان  
حضور نظام کو مقامات مقدسہ کی خدمات کا خیال ہمیشہ رہتا  
ہو۔ حضور زمانہ گزر کر کہ روضہ منورہ و مطہرہ تاجدار مدینہ کے لئے  
۱۰ لاکھ روپیہ اور لندن کی مسجد نظامیہ کے لئے ۱۷ لاکھ روپیہ عطا  
فرمایا ہے۔ حاج مسجد دہلی کے لئے ایک لاکھ روپیہ مرحمت فرمایا  
ڈاکٹر راجندر ناتھ ٹیگر کے شائق تھی تو ایک لاکھ روپیہ حضور نے عطا  
فرما کر ارشاد فرمایا ہے کہ ساڑھے تین ہونڈ سالانہ کا وظیفہ اور آمد و  
رفت کے لئے دس اول کار ایم جی دیا جائے گا۔ کرنل ایچ گڈنی کی درخواست



تعلیمات کے حکم کو سب سے پہلے مشاعرے لطیفی نے درست کیا۔ اس کے بعد نواب سہو جنگ بہادر سید راس سود (موجودہ واس چائلر سکول یونیورسٹی علی گڑھ) ناظم تعلیمات ہوئے جنھوں نے دس سال تک بڑے اعلیٰ پیمانہ پر کام کیا اور حکم تعلیم کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ حیدر آباد کا بچہ جانتا ہے کہ شہناز روز کی عزت و جافشانی نے حکم تعلیم میں چار چاند لگا کر تمام دنیا میں چمکا دیا۔ اب خان فضل محمد خاں صاحب ناظم ہیں جو پہلے سٹی ہائی سکول، حیدر آباد کے پرنسپل رہ چکے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کی علیٰ فیاضی و ہنر گزری انھیں الشمس ہے۔ جامعہ عثمانیہ کے قیام سے حضور نے جو فیاض پاشی فرمائی اس کے شکر ہیں میں جامعہ عثمانیہ کی طرف سے خود مسرت کے ساتھ ستمبر ۱۹۲۲ء میں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حسب ذیل الفاظ کے ساتھ بیچ عام میں موجودگی و زرارہ اراکین سلطنت "اصغیہ" سلطان العلوم کی اعزازی ڈگری پیش کی گئی جسے حضور صریح نے مختصر مگر جامع الفاظ کے ساتھ قبول فرما کر جامعہ عثمانیہ کی کمال عزت افزائی فرمائی۔

"الحمد للہ کہ آج وہ مبارک دن ہے جو نہ صرف جامعہ عثمانیہ بلکہ تمام جامعات عالم کی تادم میں یادگار رہ چکا کہ خود فرمانروائے سلطنت نے کہ جو اس کے بانی اور سرپرست اعلیٰ ہیں اس کی اعزازی ڈگری، حاصل فرمانے کے لئے مجلس رفتار کو دعوت بخشی۔ تاریخ عالم سے آئندہ ہے کہ مسلمانین اسلام نے ہمیشہ علم کی سرپرستی میں خاص حصہ لیا ہے۔ لیکن حضرت جہاں پناہی کو جو انھماک و دلچسپی تردد تک علم سے ہوا اور ہنگام حضرت نے اپنی علم پروردی و ہنر گزری سے حصول علم کے لئے جو مناسب اور امفیہ طریقہ اس جامعہ کے قیام سے جاری فرمایا ہے اس کی مثال کہیں نہیں ملتی اور اس کے اعلیٰ نتائج اور فوائد محتاج بیان نہیں۔ اہل ملک کے خود مسرت کا اس سے بڑھ کر اور کیا موقع ہو سکتا ہے اور خود جامعہ کی اس سے زیادہ اور کیا خوش نصیبی ہو سکتی ہے کہ وہ ایسے سرپرست اور حامی ملے کہ حضور عالی میں اپنی سب سے پہلی اور اعلیٰ ترین اعزازی ڈگری پیش کرے۔ لہذا

یکمال منت و حسن خدمت جامعہ عثمانیہ کی جانب سے اس کے اراکین مجلس رفتار سلطان العلوم کی اعزازی ڈگری بارگاہ ملازمان خردی جہاں پناہی میں پیش کرینک عزت حاصل کرتے ہیں۔ مگر قبول افتد ہے خود مسرت

مولانا محمد عبداللہ صاحب مناس نے نظام خلد اللہ ملکہ کی سبب شہناز فیاضوں علی سرپرستیوں بالخصوص عثمانیہ یونیورسٹی کے اجراء کے بعد تحریک پیش کی کہ قوم کی طرف سے اعلیٰ حضرت کی عظیم الشان علمی خدمات کے صلہ میں محی الملک والدین کا خطاب پیش کیا جائے۔ قوم کی طرف سے لبیک لبیک کی گونج پیدا ہو گئی۔ چنانچہ مختلف جماعتوں اور مجلسوں کی پوزور و متفقہ تائید کے بعد قوم کی نمائندہ جماعت ندوۃ العلماء کے عظیم الشان جلسہ منعقدہ ۲۹ ستمبر ۱۹۱۸ء کی متفقہ آواز سے آپ کی تحریک کامیابی کے ساتھ پاس ہوئی اور تجویز ہوا کہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں یہ ممبران قومی خطاب بذریعہ خاص وفد پیش کیا جائے چنانچہ اس پیشکش کو حضور خفا کا لے کر راہ قدر وافی قبول و منظور فرما کر مسلمانان ہند کو تشکر و امتنان کا موقع دیا۔

## دور عثمانی کی ترقی و اصلاحات

حضور نظام خلد اللہ ملکہ کی سلطنت ترقی کی کس منزل پر جو اس کا اہم اندازہ ان امور سے لگایا جاسکتا ہے کہ جو اعلیٰ حضرت نے جاری فرمائے مثلاً ذیل کے سرشتوں کی اصلاح کی۔ مال۔ عدالت امور مذہبی۔ ترقی عامہ۔ آبپاشی۔ کورٹ آف وارڈس۔ بیونسپیشی۔ صنعت و حرفت۔ تعلیمات ڈاکخانہ۔ مخلفان صحت۔ جہا بت۔ حضور نظام نے اپنے زمانہ حکومت میں اس وقت تک جو جدید سررشتہ قائم فرمائے ہیں وہ یہ ہیں۔ زراعت۔ آرائش بلدہ۔ ڈسٹریکٹ۔ ترقیات عامہ۔ جامعہ عثمانیہ۔ امداد باہمی۔ تار و قلعہ۔ علاج حیوانات۔

دنیا میں کون ابراہن شخص ہو گا جو بلا شرکت غیر سے حکومت کا متمنی نہ ہو کہ چاہتا ہے کہ اپنے دین اور غیر محدود اختیارات کو بخوشی دوسروں سے سپرد کر دے۔ لیکن اعلیٰ حضرت کی بیدار مغزی اور بے نظیر انسانی نفسی ملاحظہ فرمائیے کہ آپ نے کامل خود خویش کے ساتھ یہ نتیجہ اخذ کیا کہ نظام حکومت اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ شخصی سلطنت کو جمہوریت میں تبدیل کر دیا جائے۔ خود ہی نہایت مسرت کے ساتھ ایک ایک بیکریٹ کو تسلیم قائم کر دی اور امور سلطنت کو اس کے سپرد کر دیا۔ جہاں قدم آئین حکومت کی اس سرسبز تشکیل کی گئی۔ اس موقع پر حضور نے ایک نہایت بصیرت افروز

تقریر فرمائی جسکو بہاؤ شاہ علی گڑھ نے منظور فرمایا اور کہا جاتا ہے اور بشرط  
تجارت کے آگے درج کیا جائیگا۔ آداب شاہی کے ادا کرنے میں جو رسومات،  
جاری تھیں ان میں بھی نہایت مفید اور کارآمد اصلاحات کیں۔ حکومت  
مظفر کے دستور کے مطابق لوگ بادشاہ کو اس طرح سلام کرتے تھے  
جس پر رکوہ اور سجدہ کا گمان ہونے لگتا تھا، اس عالی و مانع بادشاہ  
نے اس رسم کو سختی کے ساتھ بند کر دیا۔ عام حکم دیدیا کہ ہر شخص مجھے بھی،  
اسی طرح سلام کرے جس طرح وہ اپنے دوسرے اسلامی بھائیوں کو  
سلام کرتا ہے۔ دستور تھا کہ ہر سال بادشاہ کی سالگرہ نہایت دہوم دہا  
کے ساتھ منائی جاتی تھی جس میں عیش و نشاط کی محفولوں اور رنگ یوں  
نمایا۔ بے شمار روپیہ بیکار ادا کیا جاتا تھا، لیکن آپ نے سخت نشیں،  
بزدل اس رسم کو بھی قطعا بند کر دیا اور حکم دیدیا کہ سالگرہ کے موقع پر ان  
بے پروہوں کی بجائے ملکی معنومات کی نمائش ہو۔ عسکر خانیہ و نظام  
مظفر کے جائزہ دیا جا کر سے۔ کارگزاران دیہی خواہان اور اکیں مطلق  
کی خدمات کے صلہ میں انعامات و انعامات و اعزازات و خطابات کو  
سرفراز کرنے کا طریقہ رائج کیا۔ تدریج رسم عسکر خانیہ تحصیلداران ہماک خود  
نزدیکی کسی پر مشورہ سے ادا کرتے اور خود ہی اپنے عدالتی اختیارات کی  
دوسرے فیصلہ صادر کر دیا کرتے تھے اس سے صاف ظاہر ہے کہ مدعی  
سے مدعا علیہ کو جو خود ہی مجوز و انصاف کی گمان تک امید ہو سکتی ہے  
حضور نظام کی دور بین نظروں نے اس غلطی کو دیکھا اور تحصیلداران  
سے عدالتی اختیارات سلب کر کے ملک میں متحد و منصفی عدالتیں قائم  
فرمادیں۔ انتظام ریاست پہلے صرف ایک ذمہ دار و وزیر اعظم کے سپرد  
ہوتا تھا لیکن اعظم نے اس کو مناسب نہ سمجھا کہ ایک تنہا آدمی اتنے  
بڑے کام کو خود انجام دے اس وجہ سے ۱۹۱۱ء کو حکومت  
نے اپنے خزانہ خاص کے ذریعہ ہماک خود سے نظامیہ کے انتظام کی،  
حان حکومت ایک مجلس انتظامی کے تحت سپرد فرمادی۔ اور اس  
مجلس جدید کا نام باب حکومت رکھا۔ جس کے لئے پھر ایک دستور مرتب  
کیا گیا۔ جس میں ہر ایک ارکان اور صدر کے اختیارات تعین  
کر دیے گئے اس مجلس کے سات ارکان مقرر کئے اور ایک صدر جو،  
ہمیشہ صدر اعظم ہی وزیر اعظم ہوتا ہے۔ صدر اعظم و صدر باب حکومت کے  
ماتحت مجلس اعلیٰ و اعلیٰ و اعلیٰ کا سرپرست ہی ہوتا ہے۔ ارکان

کی تفصیل یہ ہے۔ رکن۔ رکن عدالت۔ رکن افواج۔ رکن مالگزاری۔  
رکن امور عامہ۔ رکن سیاسیات۔ رکن تجارت و حرفت و صنعت۔ نہیں  
ہر ایک رکن اپنے اپنے سرپرست کا صدر الہما کہلاتا ہے۔ آج کل صدر  
باب حکومت ہمارا جہ سرکش پرشاد صاحب ہا در با مقابہ ہیں۔

صدر الہماؤں کے علاوہ گیارہ ممتاز سرکاری سرپرست جات  
مقرر ہوئے جن کی تفصیل یہ ہے (۱) ممتاز پیشی، مبارک (۲) ممتاز سیاسیات  
و بلدیات (۳) ممتاز فنانس جس کے ماتحت دارالغرض و محکمہ بجلی ہیں۔  
(۴) ممتاز عدالت۔ جس کے ماتحت مالگزاری، پیمائش، بندوبست، جنگلات۔  
کورت آف وارڈس، آبکاری و غیر (۵) ممتاز صنعت قوانین۔  
(۶) ممتاز امور عامہ جس کے متعلق عام امور ہیں (۷) ممتاز امور عامہ۔  
آبپاشی و ریلیفون کے سرپرستوں کا علاج (۸) ممتاز فوج۔ جس کے ماتحت  
فوج۔ طبابت۔ حفظان صحت، علاج حیوانات کے سرپرستہ ہیں (۹)  
ممتاز تجارت و حرفت، اس کے ماتحت معدنیات۔ لوکل فنڈ، انجن امداد و  
زراعت اور کارخانہ جات ہیں۔

حضور نظام نے سرپرستہ نوآبادیات قائم فرما کر ایک کمیٹی کو پورا  
کیا۔ اس سرپرستہ کا کام یہ ہے کہ جنگلوں کو صاف کر کے غیر آباد زمین  
پر لوگوں کو نوآبادی کے طور پر آباد کرے۔ لوگوں کو کاشت کرنے کے  
لئے ہزاروں بیجھے اراضی مفت تقسیم کر دی گئی۔ اس تدبیر سے تمام بنجر،  
اور دیرانے آباد ہو گئے اور اس سرزمینوں میں غلہ و غیرہ بہ کثرت پیدا  
ہونے کی امید ہے۔ جس سے ہر حیثیت سے ملک کو ترقی حاصل ہونے کی  
امید کی جا سکتی ہے۔ ۱۹۱۱ء میں ہندوستان کی طرح دولت معیہ  
میں بھی محکمہ قرض امداد باہمی قائم ہوا جو کاشتکاروں کو بہت کم سود پر روپیہ  
قرض دیتا ہے جس سے کاشتکاروں کو کھیتی باڑی کے کاروبار میں،  
بہت سہولت و آسانی ہو گئی ہے۔ حسب حیثیت کاشتکار قرضہ لے کر  
بالاقساط ادا کرتے رہتے ہیں۔ ماڈروائیوں اور زمینوں کی ذمہ  
محفوظ ہونے کے لئے ایک ایک روپیہ کی گند دس روپیہ چند سال میں نو  
در سو ڈال مل جو کر دیا کرتے تھے اور ان کی ادائیگی نہ ہونے پر،  
بیل گاڑی سب ان کی نذر کر دیا کرتے تھے۔ کاشتکاروں کو اس مصیبت  
عظیم سے بچانے کے لئے حضور نظام نے یہ سرپرستہ قائم فرما کر پایا  
کی جبری برداروں فرمائی ہے۔ غازی مسجد کے اندر سجدہ گاہ کے ساتھ



نمایاں تبدیلیاں فرما کر اسن دامن قائم رکھنے کی سی تلخ فرمائی ہے۔

## نقل زمانہ الجلائف مان

۱۹۲۷ء میں غفران مکان حضرت والذمر جم نے اس حکومت کی نظم کے لئے ایک جدید مضابطہ مرتب فرما کر نام "قانونہ مبارک" جاری فرمایا۔ اس تاریخی سرکاری کاغذ میں حضرت غفران مکان نے ان اصول پر نظر ڈالی جو اس ملک کی نظم کا قدیم دستور تھا اور اس میں ان نقص پر بھی غور فرمایا جو رسالہ جنگ اول کے انتظامی اصلاحات میں موجود دھتے اور جنگی برائیاں و درخراہ اپنے ارشاد است کو، الفاظ ذیل پر ختم کیا۔

"اس حکومت کا ابتدا ہی طرز حکومت محض شخصی مگرانی تھا۔ سالار جنگ اول نے اسے تقریباً سلطنت مضبوط (کانٹریٹریشنل) سے تبدیل کیا۔ سالار جنگ دوم کی پس روی سے زمام اختیار چند غیر مستحق ہاتھوں میں آگئی اور آسان جاہ کی نظر میں ان کے مددگاری کی ذاتی حکومت اس خود سری تک پہنچی کہ مبدولت کو احساس ہوا کہ بلا تاخیر سالار جنگ کیا جائے۔ پھر اس طرز حکومت کے بین نقص کی جو محتاج اصلاح تھے صراحت کی گئی۔ جدید طرز عمل میں بعض اصول تاکیداً واجب التعمیل قرار دیکر اپنی عزیز رعایا کے آرام و طمانیت اور خوشحالی کے لئے ایک بہتر سلسلہ نظم کی تجویز کا خیال ظاہر فرمایا۔ حضرت غفران تاب کا یہ ارشاد ہوا کہ "اسن دامن رعایا کی بہبودی اور سرکاری خزانہ کا کفایتی رہنا" حکومت کی قابلیت کے معیار ہیں" انھوں نے اس وقت انصرام نظم کے قواعد کی تدوین میں حضرت غفران مکان کے متذکرہ صدر عالی خیالات کی کامل تقلید کی گئی اور ان کی تعمیل پر تہذیب۔ اس جدید طرز حکومت میں جو نمایاں تبدیلیاں ہوئیں وہ یہ ہیں کہ قدیم کونسل آف ایسٹ (مجلس سلطنت) کی جگہ جو آخر کار بکار آمد ثابت نہ ہوئی کمیٹی کونسل (مجلس وزراء) قائم کی گئی اور مجلس وضع قوانین کا انتقاد اس غرض سے کیا گیا کہ قوانین و ضوابط کی تدوین قابل و تجربہ کار ملازمین کی مدد و مشورہ سے کی جائے اور ہر دو کونسل و نیز مدارالہام و مذمہ

بجائے کی سخت مخالفت و نادمی ہے۔ پہلے فوٹس پر کوئی پابندی تھی اب تمام حیدر آباد میں کہیں فوٹس کا نام نہیں۔ پہلے حیدر آباد فاختہ علی کامرکز تھا لیکن اب وہاں بازار سی عورت کا نام تک نہیں۔ عثمانیہ یونیورسٹی کی تعلیمی زبان مرد و کوثر دینا و علفیت کا اتنا بڑا شاعر کا نام ہے کہ آئندہ سلسلے اس کی تعلیم سے فائدہ اٹھا کر تو لیں کیا کریں گی اور ملک و قوم کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگا۔

دور عثمانی میں جس قدر عظیم اٹان تغیرات ہوئے ہیں انہیں ذرائع آبپاشی کی تو خیر خاص طریقہ سے مفید ملاق ہے۔ کروڑوں ویر تالاب بنائے ہیں صرف کیا گیا۔ ہند باندہ گردریاؤں کے پانی کو روکا گیا ان سے نہریں نکالی گئیں جس سے لاکھوں جگے آراضی کی آبپاشی ہوئی جو اور رعایا فائدہ اٹھاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت حضور نظام خلد اشرف ملکہ نے اپنی رعایا کی بہبود و آرام کو مد نظر رکھے ہوئے عالی شان عمارت تعمیر کرائی ہیں جن پر لاکھوں روپیہ صرف کیا ہے۔ ہائی کورٹ احمد آباد کی شاندار عمارت ۳۰ لاکھ روپیہ کی لاگت سے تعمیر ہوئی۔ یہ عمارت ہر لحاظ سے ہندوستان میں قابل دید عمارتوں میں سے ایک ہے۔ شفا خانہ عثمانیہ پر ۲۰ لاکھ روپیہ صرف ہوئے ہیں۔ اس کی عمارت اس قدر وسیع ہے کہ اس عمارت میں بیک وقت دو سو مریض باسانی رکھے جاسکتے ہیں۔ ۹ لاکھ روپیہ کی لاگت سے عثمانیہ کالج کی عمارت تیار ہوئی ہے اس کے علاوہ جامع عثمانیہ کے کالوں، صلوں، پورڈنگ ہاؤسوں اور مختلف دفاتر و عمارت پر تخمیناً ایک کروڑ روپیہ خرچ ہوئے کا اندازہ کیا گیا ہے۔ دریاؤں کے آٹھ دس پل بنائے گئے ہیں جن پر کسی لاکھ روپیہ خرچ ہوا ہے۔ بارہ ہزار میل کی جدید سڑکیں بننے کی اسکیم زیر غور ہے۔ اس وقت نقل و حرکت کی سہولت کے لئے ۲۰۰ میل جدید سڑکیں بن چکی ہیں جن پر ایک کروڑ سے زیادہ رقم خرچ ہو چکی ہے۔ ذیل میں ہم فرمان عفوشت نشان کی ایک نقل درج کرتے ہیں۔ ناظرین کرام اس کو چرکرا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضور نظام کو اپنا رعایا کی بہبودی و آرام و آسائش کی پاسداری کمان تک منظور رہے اور رعایا کی خوشحالی کے لئے کس قدر درد و وجہت کا اظہار فرمایا ہے اور قدیم طرز حکومت میں اپنی دانشمندی و دور اندیشی سے کبھی کبھی شاندار اور قابل توجہ

کے اختیار اور ذرائع منجی معین کئے گئے۔ ۱۸۹۷ء میں مرتبہ قواعد موسوم بہ قواعد قانونچہ اس غرض سے شائع کئے گئے کہ اصل اصول قانونچہ مبارک کی بر لحاظ تجربہ مابعد توضیح کی جائے۔ یہ توضیح شدہ نظم حضرت غفران مکان کی پیش از وقت وفات حسرت آیات تک اور نیز بعد فوت نشینی مابعد ولایت تا یک دسمبر ۱۹۰۷ء قائم رہی۔ مابعد ولایت اس روز بلا توسط غیرے نظم حکومت کی ذمہ داریاں اختیار کیں اور جب سے ایسا بغیر معاونت مدارالہمام اپنی جانب یہ نفس نفیس کار فرما ہیں۔ انصار کار حکومت میں ایجاب نے ہی روش برابر اختیار کی جو حضرت والد مرحوم غفران مکان کی جلیل القدر رہنمائی سے پائی اور جن کا ذکر نہایت خوبی سے قانونچہ مبارک کے ابتدائی حصہ میں آیا ہے۔ بایںہ سابق کے طرز عمل سے ایجاب نے صرف ایک امر میں تجدید کیا ہے۔ دفاتر کے معمولی روزمرہ کام سے سبکدوشی حاصل کرنے کے لئے معین المہمان و صدر المہمان کے اختیارات میں توسیع کی گئی۔ اس ملک کے نظم و نسق میں متعدد گوناگوں اصلاحات جو اس وقت تک ہوئے ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دانشمندی اور دور اندیشی نے قواعد قانونچہ مبارک میں گہرا روح بیہوشی اور سلطنت کی مالی حالت میں استحکام کا مادہ پیدا ہو گیا ہے اور سکہ جو اس ملک کا طرزئے اعتبار نکما جاسکتا ہے، اس کی بنیاد بھی مستحکم ہو گئی ہے۔ مؤخر کردہ تدابیر وقتاً فوقتاً عمل میں آتی ہیں۔ جدید معیضات جیسے ادارہ زراعت اور انجمن ہائے فرقہ امداد باہمی رعایا کی مادی مالی حالت کی ترقی کی غرض سے قائم کئے گئے ہیں۔ حکومت کے کام کے ساتھ ذاتی تجربہ نے اپنی جانب کو صحیح اندازہ کر نیکام موقع دیا کہ تغیر زمانہ و حالات نے کیا کیا نئی صورتیں اور محتاجیاں پیدا کر دیں اور ہر امر جو رعایا کی فلاح و بہبودی میں مبین پایا گیا اس نے مابعد ولایت کو مزید گوشنوں کی طرف راغب کیا۔ سادہ ہی ایجاب کو ان اہم مسائل کا بھی پورا احساس ہوا جن کے حل و عقد کے لئے بڑی حکمت و دانائی درکار ہے اور ملک کے مادی ذرائع میں ایسا خاطر خواہ ترقی نہیں ہوئی۔ صنعت و حرفت کی توسیع اور عام تعلیم کی ترقی ہنوز کامل توجہ کی محتاج ہے۔ وہ حقیقی ہمدردی اور شفقت آمیز فکر جو اپنی رعایا کی فلاح و بہبود سے متعلق ہے جیتا مابعد ولایت

کے مطلع نظر رہی ہے۔ اس کا نتیجہ اندازہ ان کارروائیوں سے جو، ایک عمل میں آتی ہیں کافی طور پر نہیں ہوا۔ مابعد ولایت کو ہر وقت خیال رہا کہ جلد کوئی ایسی صورت نکالی جائے جس سے مابعد ولایت کی رعایا زیادہ خوشحال نظر آئے اور نیز یہ کہ وقتاً فوقتاً خط کے نمایاں چوٹ سے جن مصائب کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے حتی المقدور ان کا سدباب ہو جائے۔ جب کوئی اہم طرز عمل فوائد عامہ کے لئے اختیار کیا جائے تو اہل شہرط کا کامیابی یہ ہے کہ اس خاص مقصد کے واسطے ایسے طریقے عمل میں لائے جائیں جو اس کے حصول کے لئے ضروری ہوں کیونکہ اچھی حکومت کی بنیاد کا انحصار زیادہ تر سلسلہ سیاسیات پر ہے نہ کہ ذاتی اوصاف حکمرانی پر۔ سنا میں برس کے ممتد زمانے میں یعنی جب سے کہ سلسلہء کے کائناتی فریوسن پر عمل ہونا شروع ہوا ہے اس میں بھی بہت سی خرابیاں جو ہر انسان کے اعمال کا فائدہ ہیں بتدریج داخل ہو کر غو پاکیں، اور جس وقت سے کہ فرائض مدارالہمامی ایجاب خود انجام دے رہے ہیں متعدد اقسام کے نقائص اور کمزوریاں مابعد ولایت پر آشکارا ہوئیں۔ نظر غائر نے ان نقائص کو عیاں کر کے یہ بھی دکھلادیا کہ کہا نہایت وہ اصل صفت حاصل ہوئے جو حضرت مرحوم کے مرکز خاطر تھے اور جنکے واسطے انہوں نے متعدد تاکید کی احکام جاری فرمائے تھے۔ اولاً معیضات کی مدد اور امداد کی کمی ایک ایسا نقص ہے جس سے وقت و محنت کی بربادی اور جس کا لازمی نتیجہ کام کی نقصانی ہے۔ ثانیاً یہ کہ معمولی مقامات کے انفعالات میں بھی غیر معمولی توفیق ہوتی ہے۔ اور یہ بھی کہ حکومت کے اصلی فرائض کا مفہوم بعض میمنوں میں ناکافی ہونے سے دوسرے میمنوں کے کام میں بیکارست اندازی ہوتی ہے۔ چنانچہ کارروائی میں پیچیدگی و مراسلت میں طوالت ہے اور یہ بھی ایک سخت خرابی ہے کہ معین المہمان و صدر المہمان کے کاموں میں، تنجیب از روئے قانونچہ مبارک وقت پر پیش کرنا عادتاً ترک کر دیا گیا ہے۔ خرابیاں جو اس طرح منتج ہوئیں ان کا الزام موجودہ طریقہ کار پر غالباً اسی قدر عائد ہوتا ہے جتنا کہ اور اسباب پر۔ بہر صورت ماحصل یہ ہے کہ طریقہ مذکور درستی نظم کے لئے منظر ثابت ہو معیضات کے کام کی سہولت اور ان کے باہمی انفعالات میں درستی پیدا کرنے



میں نے قانون ساز کے دوسرے حصہ میں، قواعد کی تدوین کی ہدایت غالباً اس غرض سے کی گئی تھی کہ ان کا طریقہ عملی ترقی پا کر زمانہ حال کی ضروریات کو پورا کر سکے۔ لیکن بد قسمتی سے ان قواعد کی تدوین نظر انداز کی گئی اور نظم و نسق کا کام اسی قدیم طریقہ پر چلتا رہا ہے۔ امتداد زمانہ اور تجربے نے غلط ثابت کر دیا۔ اگرچہ بعض اوقات کمیٹی کو نسل میں روح بھونکنے کی کوشش کی گئی مگر یہ بھی حکومت کی مشین میں اپنا کام کر کے سے باز رہ گئی۔ اس کے علما بیکار ہو جانے کی یہ وجہ باقی جاتی ہے کہ اس کی حیثیت صرف ایک مجلس تشریفاتی کی تھی۔ اس کو تو اپنے احکام کی تکمیل کرانے کا اختیار تھا اور نہ وہ اپنے احکام کے عملی نتائج کی ذمہ داری تھی۔ اس کا بحیثیت حسن حکومت تقریباً محو ہو جانا کامیابی کے ان شرائط کی تکمیل میں ہارج ہوا ہے جو ہر ایسی سیاسی تعبیر کی لازمی بنیادیں ہیں جن کے استحکام سے رفاه عام کی ترقی کے بڑے مفاد ضرور سامنے آتے ہیں اور اعلیٰ نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

موجودہ طرز عمل کے نقائص اور ان کے استبدال کی بہترین تدبیر اور رعایا کی بہبودی کے واسطے نظم و نسق کی ترکیب اور صورت کے مسائل نے ایک عرصہ سے مابعد ولت کے خیال و فکر کو اپنی طرف متوجہ رکھا ہے اور اب مابعد ولت کو یہ ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ ان فرائض دارالامانی کا بڑا حصہ جو گذشتہ پانچ سال سے ایجناب کے دستِ خاص سے انجام پا رہا ہے اب اس سے مابعد ولت سبکدوش ہو جائیں اور مابعد ولت کے قطعی و کمال اقتدار کے تحت حکومت کا کام اور اس کی ذمہ داریاں ایک مجلس کے سپرد کی جائیں۔ مملکت کی بہترین نظم کے لئے مابعد ولت کا معمم ارادہ ہے کہ ایک بڑا حصہ ان فرائض کا جسے دارالامانی نے انجام دیا ہے جلد سے جلد اڑھائی بیس باب حکومت کے تفویض کیا جائے۔ اس باب حکومت کے اراکین تجربہ کار وہ عمدہ دار ہوں گے اور صدر اعظم جو نئے جو سلیقہ و قابلیت و وقت رکھتے ہوں۔ مزید اختیارات دارالامانی و صدرالامانی جو وقتی محاذ سے تفویض ہوتے تھے اور ایسے ہی مزید اختیارات جو معتمدین و مجلس وضع قوانین و معیضہ عدالت کے دفاتر کے متعلق دئے گئے تھے وہ فی الحال منسوخ کر گئے۔ اراکین

باب حکومت کو جن کا سر فہرست بلیق صدرالامانی ملقب ہوگا، اس وقت سے منفرد و اہمی اختیارات حاصل ہوں گے جو زمانہ دارالامانی میں معین الہام کو حاصل تھے۔ الا وہ اختیارات جن کی ترتیم واضح طور سے صیغہ جات الف و ب و ج و دستور اعلیٰ باب حکومت منسلک فرمان پذیر ہیں کی گئی ہے۔ مجلس و قوانین تا ترتیم ضابطہ اپنے موجودہ قواعد پر عامل رہے گی۔ باب حکومت کے علاوہ صدر اعظم کے آٹھ اراکین یعنی سات صدرالامانی صیغہ جات اور ایک صدرالامانی (اختصاص) پر مشتمل ہوگا۔ اگر اراکین کی تعداد میں سے ایک نائب صدر اعظم (جس کا تقرر مابعد ولت کریں گے) صدر اعظم کی غیر موجودگی میں ان کے فرائض انجام دے گا۔ ان خدمات کی امثالہ میں کا فیصلہ، صدرالامانی صیغہ (ممبرانِ پارلیمنٹ) کے اختیارات سے باہر ہو تو معتمدین اپنے صدرالامانی کی رائے کے ساتھ صدر اعظم کے معاون کیواسطہ ارسال کریں گے۔ صدر اعظم حکم مناسب کے بعد ایسے امثالہ کو صدرالامانی صیغہ کے توسط سے حکم متعلقہ کو دیں گے۔ یہ پابندی قواعد و نافذہ صدر اعظم اس کے مجاز ہوں گے کہ کل امور مندرجہ ذیل الف تا ح فیصلہ خود کریں اور ان کو اختیار ہوگا کہ ایسے امور میں اراکین مابعد ولت کی رائے طلب کریں یا نہ کریں۔ کسی امر کو ردِ معتمدین کو صدر اعظم جب باب حکومت میں پیش کریں اس کا فیصلہ غلبہ آراء کریں گے اور وہ فیصلہ قطعی سرکاری سمجھا جائیگا اور فی الفور صدر اعظم باب حکومت کے نام سے جاری ہوگا۔ ایسی حالت میں کہ صدر اعظم کی طرف غلبہ آراء نہ ہو وہ اس کے مجاز ہوں گے کہ بلا تاخیر اپنی رائے کے ساتھ مقدمہ مابعد ولت کے ملاحظہ میں عرض حکم مناسب پیش کر دیں اور تا حد و حد حکم اپنی جانب باب حکومت کی اجرائی ملتی رہیں، صدر اعظم کا فرض ہوگا کہ امور مندرجہ ذیل (ج) کو عجز کے لئے باب حکومت میں پیش کریں اور مابعد ولت و مباحث آراء اراکین اور خود اپنی توجہات کو حکم آخر کے لئے مابعد ولت کے ملاحظہ میں پیش کریں۔

تقررات کے معاملہ میں ہمیشہ یہ امر مابعد ولت کے سامنے نظر رہا ہے کہ اس ملک کی رعایا کو غیر غلبہ کی بلالہا ہمیشہ ترجیح دی جائے کیونکہ یہ ان کا واجب حق ہے جس کو پورے طور سے منظور رکھنا ضروری ہے بشرطیکہ وہ ادائے فرائض منصبی کے لئے کافی نیاقت و قابلیت رکھتے

ہوں۔ البتہ خاص صورتوں میں جبکہ خاص صفات کے اشخاص کی ضرورت محسوس ہو اس کلیہ سے انحصار ہو سکتا ہے۔ اس لئے آئندہ چکر اس قسم کا معاملہ پیش آئے تو قبل تقرر مابعد ولت کی منظوری حاصل کرنا لازم ہوگا۔ کل ایسے قواعد وضوابط جو اس وقت نافذ مگر قواعد منسلک فٹن ہذا کے متناقض ہیں وہ بقدر تفاوت منسوخ کئے گئے۔ ایجناب کے اقتدار اراستہ شاہی اور قطعی اختیارات تیج پر اس فرمان کا یا انکو ذیل قواعد کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ اور ان اقتدار اراستہ اور اختیارات کو، ایجناب جس وقت اور جس طرح مناسب سمجھیں استعمال فرمائیں گے مابعد ولت کا منشاء اس فرمان سے یہ ہے کہ ان اختیارات و اقتدار استغناء کے فوائد سے جو ایک اچھی گورنمنٹ کی ضروریات کیوافق ہوں حتی الوسع اپنی عزیمت پر عیاں کرنا اور اندر لیا جائے اور سرکاری ملازمین کی انتظامی ذمہ داریوں کے دائرہ کی توسیع اور انکی نوعیت کی اصلاح کی جائے مابعد ولت کے عہدہ دار اور غیر عہدہ داروں کے مابین ارتباط کے زیادہ مواقع پیدا کئے جائیں تاکہ رعایا کی اطلاع و بہود کے مشترکہ کام میں سہولت اور اس قدیم حکومت کی کامیابی و نیک نامی ہو۔ مابعد ولت اپنے تمام ملازمین کو بطور سرمن منبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی خدمات کی انجام دہی میں احساس خالص و حب الوطنی اور فائز و محبتی و انہماک سے کام لیں اور ہر فرد کو خواہ عہدہ دار سرکار ہو یا نہ ہو سمجھ لینا چاہیے کہ مابعد ولت کی رعایا کو خوش خرم رکھنے اور فارغ اہال بنانے میں جہانگیر اسے موقع ہو حصہ لے۔

دستخط مبارک  
۱۲ صفر ۱۲۳۳ھ شنبہ

## دولتِ برطانیہ سے حضور نظام کے وفادارانہ تعلقات

دولتِ آصفیہ پہلے سے گورنمنٹِ برطانیہ کی معاون اور پیچیدہ شخص ہمدرد و خیر خواہ ہے۔ اعلیٰ حضرت حضور نظام خلدائے ملکہ نے جنگِ عظیم کے زمانہ میں جس خلوص اور فداکاری سے گورنمنٹ انگریزی کو امداد دی ہے اس کی نظیر ملنا غیر ممکن ہے۔ ۲۰ لاکھ ۵۰ لاکھ

۵ لاکھ۔ ۵۰ لاکھ۔ ۳۰ لاکھ لاکھ کے بڑے بڑے گرانقدر عملیات اور علاوہ انہیں ضرورت سے زیادہ جمعیت شروع جنگ میں فراہم کر کے پیش کی۔ اس کے علاوہ بھی لاکھوں روپیہ ماہانہ کے اخراجات خود برداشت کئے۔ اس بہادر اور شجاع سپاہ نظامی نے انگریزی افواج کے ساتھ رہ کر میدانِ جنگ میں شاندار خدمات انجام دیں۔ جس کا اعتراف برٹش فوجی افسران نے تدریج سے کیا ہے۔ انتظام اور استحکام سرحد کے واسطے غفران مکان اعلیٰ حضرت میر محبوب علیا بہادر نے یک لخت ساتھ لاکھ روپیہ گورنمنٹ ہند کو مرحمت فرمائے بزمانہ جنگ عظیم حضور نظام میر عثمان علی خاں والا انتقام کی جانب سے حب ذیل فوجی و مالی امداد سلطنتِ برطانیہ کو دی گئی۔ بطور امداد برائے تکمیل جنگ ۱۸۲۰ء۔ ۱۸۲۹ء۔ ۱۸۳۰ء۔ ۱۸۳۱ء۔ ۱۸۳۲ء۔ ۱۸۳۳ء۔ ۱۸۳۴ء۔ ۱۸۳۵ء۔ ۱۸۳۶ء۔ ۱۸۳۷ء۔ ۱۸۳۸ء۔ ۱۸۳۹ء۔ ۱۸۴۰ء۔ ۱۸۴۱ء۔ ۱۸۴۲ء۔ ۱۸۴۳ء۔ ۱۸۴۴ء۔ ۱۸۴۵ء۔ ۱۸۴۶ء۔ ۱۸۴۷ء۔ ۱۸۴۸ء۔ ۱۸۴۹ء۔ ۱۸۵۰ء۔ ۱۸۵۱ء۔ ۱۸۵۲ء۔ ۱۸۵۳ء۔ ۱۸۵۴ء۔ ۱۸۵۵ء۔ ۱۸۵۶ء۔ ۱۸۵۷ء۔ ۱۸۵۸ء۔ ۱۸۵۹ء۔ ۱۸۶۰ء۔ ۱۸۶۱ء۔ ۱۸۶۲ء۔ ۱۸۶۳ء۔ ۱۸۶۴ء۔ ۱۸۶۵ء۔ ۱۸۶۶ء۔ ۱۸۶۷ء۔ ۱۸۶۸ء۔ ۱۸۶۹ء۔ ۱۸۷۰ء۔ ۱۸۷۱ء۔ ۱۸۷۲ء۔ ۱۸۷۳ء۔ ۱۸۷۴ء۔ ۱۸۷۵ء۔ ۱۸۷۶ء۔ ۱۸۷۷ء۔ ۱۸۷۸ء۔ ۱۸۷۹ء۔ ۱۸۸۰ء۔ ۱۸۸۱ء۔ ۱۸۸۲ء۔ ۱۸۸۳ء۔ ۱۸۸۴ء۔ ۱۸۸۵ء۔ ۱۸۸۶ء۔ ۱۸۸۷ء۔ ۱۸۸۸ء۔ ۱۸۸۹ء۔ ۱۸۹۰ء۔ ۱۸۹۱ء۔ ۱۸۹۲ء۔ ۱۸۹۳ء۔ ۱۸۹۴ء۔ ۱۸۹۵ء۔ ۱۸۹۶ء۔ ۱۸۹۷ء۔ ۱۸۹۸ء۔ ۱۸۹۹ء۔ ۱۹۰۰ء۔ ۱۹۰۱ء۔ ۱۹۰۲ء۔ ۱۹۰۳ء۔ ۱۹۰۴ء۔ ۱۹۰۵ء۔ ۱۹۰۶ء۔ ۱۹۰۷ء۔ ۱۹۰۸ء۔ ۱۹۰۹ء۔ ۱۹۱۰ء۔ ۱۹۱۱ء۔ ۱۹۱۲ء۔ ۱۹۱۳ء۔ ۱۹۱۴ء۔ ۱۹۱۵ء۔ ۱۹۱۶ء۔ ۱۹۱۷ء۔ ۱۹۱۸ء۔ ۱۹۱۹ء۔ ۱۹۲۰ء۔ ۱۹۲۱ء۔ ۱۹۲۲ء۔ ۱۹۲۳ء۔ ۱۹۲۴ء۔ ۱۹۲۵ء۔ ۱۹۲۶ء۔ ۱۹۲۷ء۔ ۱۹۲۸ء۔ ۱۹۲۹ء۔ ۱۹۳۰ء۔ ۱۹۳۱ء۔ ۱۹۳۲ء۔ ۱۹۳۳ء۔ ۱۹۳۴ء۔ ۱۹۳۵ء۔ ۱۹۳۶ء۔ ۱۹۳۷ء۔ ۱۹۳۸ء۔ ۱۹۳۹ء۔ ۱۹۴۰ء۔ ۱۹۴۱ء۔ ۱۹۴۲ء۔ ۱۹۴۳ء۔ ۱۹۴۴ء۔ ۱۹۴۵ء۔ ۱۹۴۶ء۔ ۱۹۴۷ء۔ ۱۹۴۸ء۔ ۱۹۴۹ء۔ ۱۹۵۰ء۔ ۱۹۵۱ء۔ ۱۹۵۲ء۔ ۱۹۵۳ء۔ ۱۹۵۴ء۔ ۱۹۵۵ء۔ ۱۹۵۶ء۔ ۱۹۵۷ء۔ ۱۹۵۸ء۔ ۱۹۵۹ء۔ ۱۹۶۰ء۔ ۱۹۶۱ء۔ ۱۹۶۲ء۔ ۱۹۶۳ء۔ ۱۹۶۴ء۔ ۱۹۶۵ء۔ ۱۹۶۶ء۔ ۱۹۶۷ء۔ ۱۹۶۸ء۔ ۱۹۶۹ء۔ ۱۹۷۰ء۔ ۱۹۷۱ء۔ ۱۹۷۲ء۔ ۱۹۷۳ء۔ ۱۹۷۴ء۔ ۱۹۷۵ء۔ ۱۹۷۶ء۔ ۱۹۷۷ء۔ ۱۹۷۸ء۔ ۱۹۷۹ء۔ ۱۹۸۰ء۔ ۱۹۸۱ء۔ ۱۹۸۲ء۔ ۱۹۸۳ء۔ ۱۹۸۴ء۔ ۱۹۸۵ء۔ ۱۹۸۶ء۔ ۱۹۸۷ء۔ ۱۹۸۸ء۔ ۱۹۸۹ء۔ ۱۹۹۰ء۔ ۱۹۹۱ء۔ ۱۹۹۲ء۔ ۱۹۹۳ء۔ ۱۹۹۴ء۔ ۱۹۹۵ء۔ ۱۹۹۶ء۔ ۱۹۹۷ء۔ ۱۹۹۸ء۔ ۱۹۹۹ء۔ ۲۰۰۰ء۔ ۲۰۰۱ء۔ ۲۰۰۲ء۔ ۲۰۰۳ء۔ ۲۰۰۴ء۔ ۲۰۰۵ء۔ ۲۰۰۶ء۔ ۲۰۰۷ء۔ ۲۰۰۸ء۔ ۲۰۰۹ء۔ ۲۰۱۰ء۔ ۲۰۱۱ء۔ ۲۰۱۲ء۔ ۲۰۱۳ء۔ ۲۰۱۴ء۔ ۲۰۱۵ء۔ ۲۰۱۶ء۔ ۲۰۱۷ء۔ ۲۰۱۸ء۔ ۲۰۱۹ء۔ ۲۰۲۰ء۔ ۲۰۲۱ء۔ ۲۰۲۲ء۔ ۲۰۲۳ء۔ ۲۰۲۴ء۔ ۲۰۲۵ء۔ ۲۰۲۶ء۔ ۲۰۲۷ء۔ ۲۰۲۸ء۔ ۲۰۲۹ء۔ ۲۰۳۰ء۔ ۲۰۳۱ء۔ ۲۰۳۲ء۔ ۲۰۳۳ء۔ ۲۰۳۴ء۔ ۲۰۳۵ء۔ ۲۰۳۶ء۔ ۲۰۳۷ء۔ ۲۰۳۸ء۔ ۲۰۳۹ء۔ ۲۰۴۰ء۔ ۲۰۴۱ء۔ ۲۰۴۲ء۔ ۲۰۴۳ء۔ ۲۰۴۴ء۔ ۲۰۴۵ء۔ ۲۰۴۶ء۔ ۲۰۴۷ء۔ ۲۰۴۸ء۔ ۲۰۴۹ء۔ ۲۰۵۰ء۔ ۲۰۵۱ء۔ ۲۰۵۲ء۔ ۲۰۵۳ء۔ ۲۰۵۴ء۔ ۲۰۵۵ء۔ ۲۰۵۶ء۔ ۲۰۵۷ء۔ ۲۰۵۸ء۔ ۲۰۵۹ء۔ ۲۰۶۰ء۔ ۲۰۶۱ء۔ ۲۰۶۲ء۔ ۲۰۶۳ء۔ ۲۰۶۴ء۔ ۲۰۶۵ء۔ ۲۰۶۶ء۔ ۲۰۶۷ء۔ ۲۰۶۸ء۔ ۲۰۶۹ء۔ ۲۰۷۰ء۔ ۲۰۷۱ء۔ ۲۰۷۲ء۔ ۲۰۷۳ء۔ ۲۰۷۴ء۔ ۲۰۷۵ء۔ ۲۰۷۶ء۔ ۲۰۷۷ء۔ ۲۰۷۸ء۔ ۲۰۷۹ء۔ ۲۰۸۰ء۔ ۲۰۸۱ء۔ ۲۰۸۲ء۔ ۲۰۸۳ء۔ ۲۰۸۴ء۔ ۲۰۸۵ء۔ ۲۰۸۶ء۔ ۲۰۸۷ء۔ ۲۰۸۸ء۔ ۲۰۸۹ء۔ ۲۰۹۰ء۔ ۲۰۹۱ء۔ ۲۰۹۲ء۔ ۲۰۹۳ء۔ ۲۰۹۴ء۔ ۲۰۹۵ء۔ ۲۰۹۶ء۔ ۲۰۹۷ء۔ ۲۰۹۸ء۔ ۲۰۹۹ء۔ ۲۱۰۰ء۔ ۲۱۰۱ء۔ ۲۱۰۲ء۔ ۲۱۰۳ء۔ ۲۱۰۴ء۔ ۲۱۰۵ء۔ ۲۱۰۶ء۔ ۲۱۰۷ء۔ ۲۱۰۸ء۔ ۲۱۰۹ء۔ ۲۱۱۰ء۔ ۲۱۱۱ء۔ ۲۱۱۲ء۔ ۲۱۱۳ء۔ ۲۱۱۴ء۔ ۲۱۱۵ء۔ ۲۱۱۶ء۔ ۲۱۱۷ء۔ ۲۱۱۸ء۔ ۲۱۱۹ء۔ ۲۱۲۰ء۔ ۲۱۲۱ء۔ ۲۱۲۲ء۔ ۲۱۲۳ء۔ ۲۱۲۴ء۔ ۲۱۲۵ء۔ ۲۱۲۶ء۔ ۲۱۲۷ء۔ ۲۱۲۸ء۔ ۲۱۲۹ء۔ ۲۱۳۰ء۔ ۲۱۳۱ء۔ ۲۱۳۲ء۔ ۲۱۳۳ء۔ ۲۱۳۴ء۔ ۲۱۳۵ء۔ ۲۱۳۶ء۔ ۲۱۳۷ء۔ ۲۱۳۸ء۔ ۲۱۳۹ء۔ ۲۱۴۰ء۔ ۲۱۴۱ء۔ ۲۱۴۲ء۔ ۲۱۴۳ء۔ ۲۱۴۴ء۔ ۲۱۴۵ء۔ ۲۱۴۶ء۔ ۲۱۴۷ء۔ ۲۱۴۸ء۔ ۲۱۴۹ء۔ ۲۱۵۰ء۔ ۲۱۵۱ء۔ ۲۱۵۲ء۔ ۲۱۵۳ء۔ ۲۱۵۴ء۔ ۲۱۵۵ء۔ ۲۱۵۶ء۔ ۲۱۵۷ء۔ ۲۱۵۸ء۔ ۲۱۵۹ء۔ ۲۱۶۰ء۔ ۲۱۶۱ء۔ ۲۱۶۲ء۔ ۲۱۶۳ء۔ ۲۱۶۴ء۔ ۲۱۶۵ء۔ ۲۱۶۶ء۔ ۲۱۶۷ء۔ ۲۱۶۸ء۔ ۲۱۶۹ء۔ ۲۱۷۰ء۔ ۲۱۷۱ء۔ ۲۱۷۲ء۔ ۲۱۷۳ء۔ ۲۱۷۴ء۔ ۲۱۷۵ء۔ ۲۱۷۶ء۔ ۲۱۷۷ء۔ ۲۱۷۸ء۔ ۲۱۷۹ء۔ ۲۱۸۰ء۔ ۲۱۸۱ء۔ ۲۱۸۲ء۔ ۲۱۸۳ء۔ ۲۱۸۴ء۔ ۲۱۸۵ء۔ ۲۱۸۶ء۔ ۲۱۸۷ء۔ ۲۱۸۸ء۔ ۲۱۸۹ء۔ ۲۱۹۰ء۔ ۲۱۹۱ء۔ ۲۱۹۲ء۔ ۲۱۹۳ء۔ ۲۱۹۴ء۔ ۲۱۹۵ء۔ ۲۱۹۶ء۔ ۲۱۹۷ء۔ ۲۱۹۸ء۔ ۲۱۹۹ء۔ ۲۲۰۰ء۔ ۲۲۰۱ء۔ ۲۲۰۲ء۔ ۲۲۰۳ء۔ ۲۲۰۴ء۔ ۲۲۰۵ء۔ ۲۲۰۶ء۔ ۲۲۰۷ء۔ ۲۲۰۸ء۔ ۲۲۰۹ء۔ ۲۲۱۰ء۔ ۲۲۱۱ء۔ ۲۲۱۲ء۔ ۲۲۱۳ء۔ ۲۲۱۴ء۔ ۲۲۱۵ء۔ ۲۲۱۶ء۔ ۲۲۱۷ء۔ ۲۲۱۸ء۔ ۲۲۱۹ء۔ ۲۲۲۰ء۔ ۲۲۲۱ء۔ ۲۲۲۲ء۔ ۲۲۲۳ء۔ ۲۲۲۴ء۔ ۲۲۲۵ء۔ ۲۲۲۶ء۔ ۲۲۲۷ء۔ ۲۲۲۸ء۔ ۲۲۲۹ء۔ ۲۲۳۰ء۔ ۲۲۳۱ء۔ ۲۲۳۲ء۔ ۲۲۳۳ء۔ ۲۲۳۴ء۔ ۲۲۳۵ء۔ ۲۲۳۶ء۔ ۲۲۳۷ء۔ ۲۲۳۸ء۔ ۲۲۳۹ء۔ ۲۲۴۰ء۔ ۲۲۴۱ء۔ ۲۲۴۲ء۔ ۲۲۴۳ء۔ ۲۲۴۴ء۔ ۲۲۴۵ء۔ ۲۲۴۶ء۔ ۲۲۴۷ء۔ ۲۲۴۸ء۔ ۲۲۴۹ء۔ ۲۲۵۰ء۔ ۲۲۵۱ء۔ ۲۲۵۲ء۔ ۲۲۵۳ء۔ ۲۲۵۴ء۔ ۲۲۵۵ء۔ ۲۲۵۶ء۔ ۲۲۵۷ء۔ ۲۲۵۸ء۔ ۲۲۵۹ء۔ ۲۲۶۰ء۔ ۲۲۶۱ء۔ ۲۲۶۲ء۔ ۲۲۶۳ء۔ ۲۲۶۴ء۔ ۲۲۶۵ء۔ ۲۲۶۶ء۔ ۲۲۶۷ء۔ ۲۲۶۸ء۔ ۲۲۶۹ء۔ ۲۲۷۰ء۔ ۲۲۷۱ء۔ ۲۲۷۲ء۔ ۲۲۷۳ء۔ ۲۲۷۴ء۔ ۲۲۷۵ء۔ ۲۲۷۶ء۔ ۲۲۷۷ء۔ ۲۲۷۸ء۔ ۲۲۷۹ء۔ ۲۲۸۰ء۔ ۲۲۸۱ء۔ ۲۲۸۲ء۔ ۲۲۸۳ء۔ ۲۲۸۴ء۔ ۲۲۸۵ء۔ ۲۲۸۶ء۔ ۲۲۸۷ء۔ ۲۲۸۸ء۔ ۲۲۸۹ء۔ ۲۲۹۰ء۔ ۲۲۹۱ء۔ ۲۲۹۲ء۔ ۲۲۹۳ء۔ ۲۲۹۴ء۔ ۲۲۹۵ء۔ ۲۲۹۶ء۔ ۲۲۹۷ء۔ ۲۲۹۸ء۔ ۲۲۹۹ء۔ ۲۳۰۰ء۔ ۲۳۰۱ء۔ ۲۳۰۲ء۔ ۲۳۰۳ء۔ ۲۳۰۴ء۔ ۲۳۰۵ء۔ ۲۳۰۶ء۔ ۲۳۰۷ء۔ ۲۳۰۸ء۔ ۲۳۰۹ء۔ ۲۳۱۰ء۔ ۲۳۱۱ء۔ ۲۳۱۲ء۔ ۲۳۱۳ء۔ ۲۳۱۴ء۔ ۲۳۱۵ء۔ ۲۳۱۶ء۔ ۲۳۱۷ء۔ ۲۳۱۸ء۔ ۲۳۱۹ء۔ ۲۳۲۰ء۔ ۲۳۲۱ء۔ ۲۳۲۲ء۔ ۲۳۲۳ء۔ ۲۳۲۴ء۔ ۲۳۲۵ء۔ ۲۳۲۶ء۔ ۲۳۲۷ء۔ ۲۳۲۸ء۔ ۲۳۲۹ء۔ ۲۳۳۰ء۔ ۲۳۳۱ء۔ ۲۳۳۲ء۔ ۲۳۳۳ء۔ ۲۳۳۴ء۔ ۲۳۳۵ء۔ ۲۳۳۶ء۔ ۲۳۳۷ء۔ ۲۳۳۸ء۔ ۲۳۳۹ء۔ ۲۳۴۰ء۔ ۲۳۴۱ء۔ ۲۳۴۲ء۔ ۲۳۴۳ء۔ ۲۳۴۴ء۔ ۲۳۴۵ء۔ ۲۳۴۶ء۔ ۲۳۴۷ء۔ ۲۳۴۸ء۔ ۲۳۴۹ء۔ ۲۳۵۰ء۔ ۲۳۵۱ء۔ ۲۳۵۲ء۔ ۲۳۵۳ء۔ ۲۳۵۴ء۔ ۲۳۵۵ء۔ ۲۳۵۶ء۔ ۲۳۵۷ء۔ ۲۳۵۸ء۔ ۲۳۵۹ء۔ ۲۳۶۰ء۔ ۲۳۶۱ء۔ ۲۳۶۲ء۔ ۲۳۶۳ء۔ ۲۳۶۴ء۔ ۲۳۶۵ء۔ ۲۳۶۶ء۔ ۲۳۶۷ء۔ ۲۳۶۸ء۔ ۲۳۶۹ء۔ ۲۳۷۰ء۔ ۲۳۷۱ء۔ ۲۳۷۲ء۔ ۲۳۷۳ء۔ ۲۳۷۴ء۔ ۲۳۷۵ء۔ ۲۳۷۶ء۔ ۲۳۷۷ء۔ ۲۳۷۸ء۔ ۲۳۷۹ء۔ ۲۳۸۰ء۔ ۲۳۸۱ء۔ ۲۳۸۲ء۔ ۲۳۸۳ء۔ ۲۳۸۴ء۔ ۲۳۸۵ء۔ ۲۳۸۶ء۔ ۲۳۸۷ء۔ ۲۳۸۸ء۔ ۲۳۸۹ء۔ ۲۳۹۰ء۔ ۲۳۹۱ء۔ ۲۳۹۲ء۔ ۲۳۹۳ء۔ ۲۳۹۴ء۔ ۲۳۹۵ء۔ ۲۳۹۶ء۔ ۲۳۹۷ء۔ ۲۳۹۸ء۔ ۲۳۹۹ء۔ ۲۴۰۰ء۔ ۲۴۰۱ء۔ ۲۴۰۲ء۔ ۲۴۰۳ء۔ ۲۴۰۴ء۔ ۲۴۰۵ء۔ ۲۴۰۶ء۔ ۲۴۰۷ء۔ ۲۴۰۸ء۔ ۲۴۰۹ء۔ ۲۴۱۰ء۔ ۲۴۱۱ء۔ ۲۴۱۲ء۔ ۲۴۱۳ء۔ ۲۴۱۴ء۔ ۲۴۱۵ء۔ ۲۴۱۶ء۔ ۲۴۱۷ء۔ ۲۴۱۸ء۔ ۲۴۱۹ء۔ ۲۴۲۰ء۔ ۲۴۲۱ء۔ ۲۴۲۲ء۔ ۲۴۲۳ء۔ ۲۴۲۴ء۔ ۲۴۲۵ء۔ ۲۴۲۶ء۔ ۲۴۲۷ء۔ ۲۴۲۸ء۔ ۲۴۲۹ء۔ ۲۴۳۰ء۔ ۲۴۳۱ء۔ ۲۴۳۲ء۔ ۲۴۳۳ء۔ ۲۴۳۴ء۔ ۲۴۳۵ء۔ ۲۴۳۶ء۔ ۲۴۳۷ء۔ ۲۴۳۸ء۔ ۲۴۳۹ء۔ ۲۴۴۰ء۔ ۲۴۴۱ء۔ ۲۴۴۲ء۔ ۲۴۴۳ء۔ ۲۴۴۴ء۔ ۲۴۴۵ء۔ ۲۴۴۶ء۔ ۲۴۴۷ء۔ ۲۴۴۸ء۔ ۲۴۴۹ء۔ ۲۴۵۰ء۔ ۲۴۵۱ء۔ ۲۴۵۲ء۔ ۲۴۵۳ء۔ ۲۴۵۴ء۔ ۲۴۵۵ء۔ ۲۴۵۶ء۔ ۲۴۵۷ء۔ ۲۴۵۸ء۔ ۲۴۵۹ء۔ ۲۴۶۰ء۔ ۲۴۶۱ء۔ ۲۴۶۲ء۔ ۲۴۶۳ء۔ ۲۴۶۴ء۔ ۲۴۶۵ء۔ ۲۴۶۶ء۔ ۲۴۶۷ء۔ ۲۴۶۸ء۔ ۲۴۶۹ء۔ ۲۴۷۰ء۔ ۲۴۷۱ء۔ ۲۴۷۲ء۔ ۲۴۷۳ء۔ ۲۴۷۴ء۔ ۲۴۷۵ء۔ ۲۴۷۶ء۔ ۲۴۷۷ء۔ ۲۴۷۸ء۔ ۲۴۷۹ء۔ ۲۴۸۰ء۔ ۲۴۸۱ء۔ ۲۴۸۲ء۔ ۲۴۸۳ء۔ ۲۴۸۴ء۔ ۲۴۸۵ء۔ ۲۴۸۶ء۔ ۲۴۸۷ء۔ ۲۴۸۸ء۔ ۲۴۸۹ء۔ ۲۴۹۰ء۔ ۲۴۹۱ء۔ ۲۴۹۲ء۔ ۲۴۹۳ء۔ ۲۴۹۴ء۔ ۲۴۹۵ء۔ ۲۴۹۶ء۔ ۲۴۹۷ء۔ ۲۴۹۸ء۔ ۲۴۹۹ء۔ ۲۵۰۰ء۔ ۲۵۰۱ء۔ ۲۵۰۲ء۔ ۲۵۰۳ء۔ ۲۵۰۴ء۔ ۲۵۰۵ء۔ ۲۵۰۶ء۔ ۲۵۰۷ء۔ ۲۵۰۸ء۔ ۲۵۰۹ء۔ ۲۵۱۰ء۔ ۲۵۱۱ء۔ ۲۵۱۲ء۔ ۲۵۱۳ء۔ ۲۵۱۴ء۔ ۲۵۱۵ء۔ ۲۵۱۶ء۔ ۲۵۱۷ء۔ ۲۵۱۸ء۔ ۲۵۱۹ء۔ ۲۵۲۰ء۔ ۲۵۲۱ء۔ ۲۵۲۲ء۔ ۲۵۲۳ء۔ ۲۵۲۴ء۔ ۲۵۲۵ء۔ ۲۵۲۶ء۔ ۲۵۲۷ء۔ ۲۵۲۸ء۔ ۲۵۲۹ء۔ ۲۵۳۰ء۔ ۲۵۳۱ء۔ ۲۵۳۲ء۔ ۲۵۳۳ء۔ ۲۵۳۴ء۔ ۲۵۳۵ء۔ ۲۵۳۶ء۔ ۲۵۳۷ء۔ ۲۵۳۸ء۔ ۲۵۳۹ء۔ ۲۵۴۰ء۔ ۲۵۴۱ء۔ ۲۵۴۲ء۔ ۲۵۴۳ء۔ ۲۵۴۴ء۔ ۲۵۴۵ء۔ ۲۵۴۶ء۔ ۲۵۴۷ء۔ ۲۵۴۸ء۔ ۲۵۴۹ء۔ ۲۵۵۰ء۔ ۲۵۵۱ء۔ ۲۵۵۲ء۔ ۲۵۵۳ء۔ ۲۵۵۴ء۔ ۲۵۵۵ء۔ ۲۵۵۶ء۔ ۲۵۵۷ء۔ ۲۵۵۸ء۔ ۲۵۵۹ء۔ ۲۵۶۰ء۔ ۲۵۶۱ء۔ ۲۵۶۲ء۔ ۲۵۶۳ء۔ ۲۵۶۴ء۔ ۲۵۶۵ء۔ ۲۵۶۶ء۔ ۲۵۶۷ء۔ ۲۵۶۸ء۔ ۲۵۶۹ء۔ ۲۵۷۰ء۔ ۲۵۷۱ء۔ ۲۵۷۲ء۔ ۲۵۷۳ء۔ ۲۵۷۴ء۔ ۲۵۷۵ء۔ ۲۵۷۶ء۔ ۲۵۷۷ء۔ ۲۵۷۸ء۔ ۲۵۷۹ء۔ ۲۵۸۰ء۔ ۲۵۸۱ء۔ ۲۵۸۲ء۔ ۲۵۸۳ء۔ ۲۵۸۴ء۔ ۲۵۸۵ء۔ ۲۵۸۶ء۔ ۲۵۸۷ء۔ ۲۵۸۸ء۔ ۲۵۸۹ء۔ ۲۵۹۰ء۔ ۲۵۹۱ء۔ ۲۵۹۲ء۔ ۲۵۹۳ء۔ ۲۵۹۴ء۔ ۲۵۹۵ء۔ ۲۵۹۶ء۔ ۲۵۹۷ء۔ ۲۵۹۸ء۔ ۲۵۹۹ء۔ ۲۶۰۰ء۔ ۲۶۰۱ء۔ ۲۶۰۲ء۔ ۲۶۰۳ء۔ ۲۶۰۴ء۔ ۲۶۰۵ء۔ ۲۶۰۶ء۔ ۲۶۰۷ء۔ ۲۶۰۸ء۔ ۲۶۰۹ء۔ ۲۶۱۰ء۔ ۲۶۱۱ء۔ ۲۶۱۲ء۔ ۲۶۱۳ء۔ ۲۶۱۴ء۔ ۲۶۱۵ء۔ ۲۶۱۶ء۔ ۲۶۱۷ء۔ ۲۶۱۸ء۔ ۲۶۱۹ء۔ ۲۶۲۰ء۔ ۲۶۲۱ء۔ ۲۶۲۲ء۔ ۲۶۲۳ء۔ ۲۶۲۴ء۔ ۲۶۲۵ء۔ ۲۶۲۶ء۔ ۲۶۲۷ء۔ ۲۶۲۸ء۔ ۲۶۲۹ء۔ ۲۶۳۰ء۔ ۲۶۳۱ء۔ ۲۶۳۲ء۔ ۲۶۳۳ء۔ ۲۶۳۴ء۔ ۲۶۳۵ء۔ ۲۶۳۶ء۔ ۲۶۳۷ء۔ ۲۶۳۸ء۔ ۲۶۳۹ء۔ ۲۶۴۰ء۔ ۲۶۴۱ء۔ ۲۶۴۲ء۔ ۲۶۴۳ء۔ ۲۶۴۴ء۔ ۲۶۴۵ء۔ ۲۶۴۶ء۔ ۲۶۴۷ء۔ ۲۶۴۸ء۔ ۲۶۴۹ء۔ ۲۶۵۰ء۔ ۲۶۵۱ء۔ ۲۶۵۲ء۔ ۲۶۵۳ء۔ ۲۶۵۴ء۔ ۲۶۵۵ء۔ ۲۶۵۶ء۔ ۲۶۵۷ء۔ ۲۶۵۸ء۔ ۲۶۵۹ء۔ ۲۶۶۰ء۔ ۲۶۶۱ء۔ ۲۶۶۲ء۔ ۲۶۶۳ء۔ ۲۶۶۴ء۔ ۲۶۶۵ء۔ ۲۶۶۶ء۔ ۲۶۶۷ء۔ ۲۶۶۸ء۔ ۲۶۶۹ء۔ ۲۶۷۰ء۔ ۲۶۷۱ء۔ ۲۶۷۲ء۔ ۲۶۷۳ء۔ ۲۶۷۴ء۔ ۲۶۷۵ء۔ ۲۶۷۶ء۔ ۲۶۷۷ء۔ ۲۶۷۸ء۔ ۲۶۷۹ء۔ ۲۶۸۰ء۔ ۲۶۸۱ء۔ ۲۶۸۲ء۔ ۲۶۸۳ء۔ ۲۶۸۴ء۔ ۲۶۸۵ء۔ ۲۶۸۶ء۔ ۲۶۸۷ء۔ ۲۶۸۸ء۔ ۲۶۸۹ء۔ ۲۶۹۰ء۔ ۲۶۹۱ء۔ ۲۶۹۲ء۔ ۲۶۹۳ء۔ ۲۶۹۴ء۔ ۲۶۹۵ء۔ ۲۶۹۶ء۔ ۲۶۹۷ء۔ ۲۶۹۸ء۔ ۲۶۹۹ء۔ ۲۷۰۰ء۔ ۲۷۰۱ء۔ ۲۷۰۲ء۔ ۲۷۰۳ء۔ ۲۷۰۴ء۔ ۲۷۰۵ء۔ ۲۷۰۶ء۔ ۲۷۰۷ء۔ ۲۷۰۸ء۔ ۲۷۰۹ء۔ ۲۷۱۰ء۔ ۲۷۱۱ء۔ ۲۷۱۲ء۔ ۲۷۱۳ء۔ ۲۷۱۴ء۔ ۲۷۱۵ء۔ ۲۷۱۶ء۔ ۲۷۱۷ء۔ ۲۷۱۸ء۔ ۲۷۱۹ء۔ ۲۷۲۰ء۔ ۲۷۲۱ء۔ ۲۷۲۲ء۔ ۲۷۲۳ء۔ ۲۷۲۴ء۔ ۲۷۲۵ء۔ ۲۷۲۶ء۔ ۲۷۲۷ء۔ ۲۷۲۸ء۔ ۲۷۲۹ء۔ ۲۷۳۰ء۔ ۲۷۳۱ء۔ ۲۷۳۲ء۔ ۲۷۳۳ء۔ ۲۷۳۴ء۔ ۲۷۳۵ء۔ ۲۷۳۶ء۔ ۲۷۳۷ء۔ ۲۷۳۸ء۔ ۲۷۳۹ء۔ ۲۷۴۰ء۔ ۲۷۴۱ء۔ ۲۷۴۲ء۔ ۲۷۴۳ء۔ ۲۷۴۴ء۔ ۲۷۴۵ء۔ ۲۷۴۶ء۔ ۲۷۴۷ء۔ ۲۷۴۸ء۔ ۲۷۴۹ء۔ ۲۷۵۰ء۔ ۲۷۵۱ء۔ ۲۷۵۲ء۔ ۲۷۵۳ء۔ ۲۷۵۴ء۔ ۲۷۵۵ء۔ ۲۷۵۶ء۔ ۲۷۵۷ء۔ ۲۷۵۸ء۔ ۲۷۵۹ء۔ ۲۷۶۰ء۔ ۲۷۶۱ء۔ ۲۷۶۲ء۔ ۲۷۶۳ء۔ ۲۷۶۴ء۔ ۲۷۶۵ء۔ ۲۷۶۶ء۔ ۲۷۶۷ء۔ ۲۷۶۸ء۔ ۲۷۶۹ء۔ ۲۷۷۰ء۔ ۲۷۷۱ء۔ ۲۷۷۲ء۔ ۲۷۷۳ء۔ ۲۷۷۴ء۔ ۲۷۷۵ء۔ ۲۷۷۶ء۔ ۲۷۷۷ء۔ ۲۷۷۸ء۔ ۲۷۷۹ء۔ ۲۷۸۰ء۔ ۲۷۸۱ء۔ ۲۷۸۲ء۔ ۲۷۸۳ء۔ ۲۷۸۴ء۔ ۲۷۸۵ء۔ ۲۷۸۶ء۔ ۲۷۸۷ء۔ ۲۷۸۸ء۔ ۲۷۸۹ء۔ ۲۷۹۰ء۔ ۲۷۹۱ء۔ ۲۷۹۲ء۔ ۲۷۹۳ء۔ ۲۷۹۴ء۔ ۲۷۹۵ء۔ ۲۷۹۶ء۔ ۲۷۹۷ء۔ ۲۷۹۸ء۔ ۲۷۹۹ء۔ ۲۸۰۰ء۔ ۲۸۰۱ء۔ ۲۸۰۲ء۔ ۲۸۰۳ء۔ ۲۸۰۴ء۔ ۲۸۰۵ء۔ ۲۸۰۶ء۔ ۲۸۰۷ء۔ ۲۸۰۸ء۔ ۲۸۰۹ء۔ ۲۸۱۰ء۔ ۲۸۱۱ء۔ ۲۸۱۲ء۔ ۲۸۱۳ء۔ ۲۸۱۴ء۔ ۲۸۱۵ء۔ ۲۸۱۶ء۔ ۲۸۱۷ء۔ ۲۸۱۸ء۔ ۲۸۱۹ء۔ ۲۸۲۰ء۔ ۲۸۲۱ء۔ ۲۸۲۲ء۔ ۲۸۲۳ء۔ ۲۸۲۴ء۔ ۲۸۲۵ء۔ ۲۸۲۶ء۔ ۲۸۲۷ء۔ ۲۸۲۸ء۔ ۲۸۲۹ء۔ ۲۸۳۰ء۔ ۲۸۳۱ء۔ ۲۸۳۲ء۔ ۲۸۳۳ء۔ ۲۸۳۴ء۔ ۲۸۳۵ء۔ ۲۸۳۶ء۔ ۲۸۳۷ء۔ ۲۸۳۸ء۔ ۲۸۳۹ء۔ ۲۸۴۰ء۔ ۲۸۴۱ء۔ ۲۸۴۲ء۔ ۲۸۴۳ء۔ ۲۸۴۴ء۔ ۲۸۴۵ء۔ ۲۸۴۶ء۔ ۲۸۴۷ء۔ ۲۸

نام اشیا	مقدار	بابت	
		پای	آء
ایرس درج دوم	۵۴۰	۳	۱۳۰۱۶
خوادہ بار برداری	۱۰۲۳۵	۶	۲۵۵۲۱۵
آتش افروز	۱۰۵۳۶	۶	۲۰۵۴
خودادی پتیلے	۵۲۰۰	۱۰	۵۰۵۵
رسوں کے لئے قتیان	۵۲۰۰	۶	۶۵۰۰
نشان گاڑی (چاک)	۲۳۰	۱۰	۳۱۶۵
آلات حاب توجانہ	۳۰۰	۰	۴۹۸

## نفس

ان کے علاوہ چار رہنے۔ ۲۲۰۰۰ ہزار سالانہ آمدنی کے علاقے۔ افسران کے لئے کوشیاں و جنگل رہائش کے لئے مرحمت ہوئے۔ ریونیوٹ ڈپو اورنگ آباد کوٹس کی کھاس وغیرہ کا خرچہ ۲۲ ہزار حکومت نظام نے ادا کیا۔ لڑائی شروع ہوتے ہی ۱۹۱۶ء میں حیدرآباد امپریل مروس رسالہ مصروفانہ کر دیا گیا۔ جس نے مقام عظیمین و عرب انگریزی سلطنت کی اعانت میں شجما مانہ خدمات انجام دیں۔ ۱۹۱۵ء میں موکا بل تجربہ کار افسران کی کمانڈ میں ایک سو چابک سوار ٹرینڈر متفرکے رسالہ میں گھوڑوں کی تربیت و اصلاح پر مامور کئے گئے۔ حکومت آصفیہ نے قلیل عرصہ کے اندر ۴۹۰۰ افراد، برقی کے۔ برقی کی رفتار مانہ ۲۱۰ سے ۵۰۰ تک پہنچ گئی تھی، ریکورڈنگ وغیرہ افسران کی تنخواہ حکومت نظام نے خود برداشت کی۔ اسی زمانہ میں ایک خاص فرمان جاری فرمایا کہ سلطنت آصفیہ کے یورپین اور انگلو انڈین افسران بھی جنگی خدمات انجام دے سکتے ہیں اور انھیں معقول سہولت و رعایت ہوگی۔ یہی ان کے عہدے انھیں جیلے محفوظ رکھے جائیں گے اور بغیر نصف تنخواہ الاؤنس بھی دیا جائیگا۔ بتم دکن ہارس کو میدان جنگ میں روانہ کرنے سے پہلے اوس ہزار روپیہ کی نئی تلواروں سے مسلح کیا گیا۔ کمانڈنگ افسران اور

دیگر پارچہ افسروں کو حکومت نظام کی طرف سے گھوڑے جس عطا فرمائے گئے۔ یہ بات ہر شخص کو نہیں معلوم کہ علاوہ گھوڑوں روپیہ متصرف دینے اور فوجی امداد کے حضور نظام نے مشرورع جنگ سے تا اختتام جنگ یعنی ۱۹۱۶ء سے لیکر ۱۹۱۹ء تک برٹش گورنمنٹ کو ملے گا روپیہ مانہ بطور امداد جنگ دیا ہے۔

مختصر یہ کہ اعلیٰ حضرت حضور نظام نے گورنمنٹ برطانیہ کو روپیہ فوج، سامان حرب نیز جزیہ کی امداد دینے میں آج تک کوئی کسر نہیں تھا رکھی اور برطانیہ کو ثابت کر دکھایا کہ ہندوستانی والیان ریاست میں سب سے زیادہ باقد بٹائے والے خیر خواہ اور مخلص دوست خود اعلیٰ حضرت ہیں۔ ۱۹۱۶ء میں اعلیٰ حضرت کی سالگرہ کے موقع پر ریزڈنٹ ریاست نے اعلیٰ حضرت کا جام صحت تجویز فرماتے ہوئے اعلیٰ حضرت کی پیش ہما جلی و مالی خدمت کا ذکر کیا۔ اس سے پہلے ۱۹۱۲ء میں لارڈ ہارڈو جب دوبارہ حیدرآباد تشریف لائے ہیں تو حضور کی مشاہدہ خاطر و مدارات سے محفوظ ہو کر حضور نظام کی مادی۔ اخلاقی۔ فکری۔ اصلاحی۔ بے نقبی۔ قومی ہمدردی۔ مہمت گستری۔ علمی فیاضی و نیز گورنمنٹ کی دوستی کا اعتراف فرمایا تھا۔ لیکن لارڈ ریڈنگ سابق وائسرائے ہند جو مذہباً ہودی تھے خاموشی کے ساتھ دھمدی کی دوستی پر جبک ضرب لگائے۔ یہی حضور نظام نے جب اپنا صوبہ برادر اسپس مانگا تو، لارڈ ریڈنگ نے برطانیہ کی طرف سے جواب دیا کہ آپ کے والد ماجد اس کا استقراری پٹ لکھ کر دے گئے ہیں۔ آپ اپنی جائداد کا معاوضہ یا مخرج مدامی لیتے رہیں۔

ان تمام اہم جنگی خدمات کے مشکریہ میں حکومت برطانیہ نے یہ اعلان کیا کہ "اعلیٰ حضرت حضور نظام فرماں روا کے دکن کو آمد و سرکار انگریزی کے مراسلات میں "یار و فادار" کے بجائے "یار و فادار سلطنت برطانیہ لکھا جائے گا۔" انھیں دونوں میں ملک منعم نے ہزار گز اقد بٹائی نس کا خطاب مرحمت فرمایا۔ اب اس اعلان کے موافق حکومت برطانیہ کے مراسلات میں حضور نظام کو یہ لکھا جاتا ہے۔

"فیئہ قل لآئی آن برٹش گورنمنٹ ہزار گز اقد بٹائی نس"

# شاہزادہ پرنس آف ویلز و ہندوستان کا اعتراف

## کی زبان فیض بھانوی کی خدمت

### کا اعتراف

یہ واقعہ بھی ہے اور خود انگریزی مورخین بھی معترف ہیں کہ حکومت برطانیہ کا استحکام ہندوستان میں سب سے زائد حکومت نظام کی قوت بازو کا شرمندہ منت ہے۔ زمانہ شاہد ہو کہ ایامِ خد میں اگر سلطنتِ نظامیہ برطانیہ کے آٹے نہ آتی تو اسی وقت انگریزی اقتدار کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ حکومتِ نظام نے دولتِ برطانیہ پر جو احسانات کئے ہیں وہ پوشیدہ نہیں۔ یہاں مختصراً ہم شاہزادہ ولیمد حکومت برطانیہ کی تقریر کا وہ اقتباس نظرِ ناظرین کرتے ہیں جو زمانہ قیام حیدر آباد حضور نظام کی تقریر کا جواب دیتے وقت اور اپنے جلیل القدر میزبان کی شانِ باہر و مدارات کا شکریہ ادا فرماتے ہوئے ولیمد برطانیہ نے ارشاد فرمایا ہے۔

(۱) جس گرجوشی کے ساتھ حضور نے میرا جامِ صحت بخور کیا جو اور میری تمنا میں جس شانِ باہر اہتمام سے کام لیا ہے اس کے لئے میرا شکریہ قبول فرمائیے۔ مجھے حیدر آباد آنے کا بڑا ہی اشتیاق تھا۔ اس لئے کہ میں چاہتا ہوں کہ جو تاریخی دوستی برطانیہ کے شاہی خاندان اور فرماں روا نے حیدر آباد کے درمیان قائم ہے اس نے پختہ ہو کر ذاتی طور پر میرے دل میں حضور کی طرف سے مخلصانہ قدر و منزلت کے جذبات پیدا کر دئے۔ حیدر آباد اور حکومت برطانیہ کے درمیان مروت اور اتحاد کا جو رشتہ قائم ہے اس کی واضح تفصیل سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔

(۲) ہندوستان میں انگریزی حکومت کے اوائل ہی کسی حیدر آباد اور اسکے فرمانرواؤں نے ہمارے اغراض و مقاصد کے ساتھ مکمل و مسلسل اتحاد برقرار رکھا ہے۔ اٹھارہویں صدی اور انیسویں صدی کے ابتدائی دور کے جنہیں ہمارے مد مقابل شاہ سلطان اور مرہٹہ اور پٹوارے تھے اس رشتہ اتحاد کی مقبولیت کے کھلے گواہ ہیں۔ جو معاہدات

اور عینانہ فراموشیوں ان سرکونکے خاتمہ پر مرتب ہوئیں انھوں نے تاریخِ ہندوستان کے واقعات مابعد کی تفصیل میں بہت بڑا حصہ لیا جو اور اس مہارگ آغاز کے انجام کی موزونیت پر زمانہ حال کی تاریخ کا پھر تبریک لگا دی ہے۔ خد ۱۸۵۷ء اور جنگِ یورپ برطانیہ کی حکومت ہند پر موثر ہونے کے لحاظ سے وہ دو اہم ترین واقعات ہیں جنکے نتائج کو نپوالے لوگ ابھی دنیا میں موجود ہیں۔

(۳) ان دونوں نازک موقعوں پر حیدر آباد نے اپنی تمام روایات کی غفلت برقرار رکھی۔ ۱۸۵۷ء کے سانحہ عظیم کے دوران میں حیدر آباد کی غیر متزلزل وفاداری نے سلسلہ کوہستان پرست کی جانب جنوبی ہندوستان کو ان دیسِ خدادات کی زد سے بچنے رکھے ہیں بہت بڑا حصہ لیا۔ جنھوں نے شمال کے صوبجات میں ہمارے اقتدار کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔ جنگِ عظیم میں جو شکر ہے کہ اب ختم ہو چکی ہے حیدر آباد نے اپنے موجودہ بلند پایہ ناجدار کے تحت برطانیہ کو ایسی گراں بہا اخلاقی و مادی کمک ہم جو بچانی کٹھنات روز روشن کی طرح آشکارا ہو گئی کہ حضور دولتِ برطانیہ کے وفادار و طیف کے خطاب کے حقیقی معنوم کا لیکر زندہ اور عملی نقور اپنے ذہن میں رکھتے ہیں۔ یہ وہ خطاب ہے جسے حال ہی میں ملک منظم کے باغی اعتراف کا شرف حاصل ہے۔

(۴) ناممکن ہے کہ میں اپنی تقریر میں اس امداد کا پوری تفصیل کے ساتھ تبصرہ کر سکوں جو حضور کی طرف سے برطانیہ کو ملی ہے اسلئے میں اس عنایت کو جتہ جتہ اور نمایاں خصوصیات پر اکتفا کرتا ہوں۔ سب سے اول اور سب میں پیش پیش وہ جگہ ملک ہے جو حضور نے اپنی فوج کی دو جمعیتوں یعنی امپریل سرورسز لانسز اور بلیک وائچ میں سواروں دکن کو ڈیڑہ کروڑ روپیہ سے زائد کا خرچ برداشت کر کے، میدانِ جنگ میں شروع سے لیکر آخر تک قائم رکھا۔ اول الذکر شاندار جنگی خدمات کا اندازہ اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ سالگرمشتہ میں ملک منظم نے اس جیش کو لفظ شاہی سے مخاطب کر کے سرفراز فرمایا تھا۔ اس جیش کے کرنل ہونے کی حیثیت سے حضور کو اس کے ساتھ ذاتی وابستگی ہے جس کا اظہار نہایت ہی فاضل طور پر حضور نے اس شکل میں فرمایا کہ جیش کو جدید وضع کی تلواریں

کی مجلس اور انصران پیش کو باد پامرمت کے لئے گئے۔

(۵) برہانہ کو حضور نے مالی امداد بھی دل کھول کر دی۔ چنانچہ منجملہ دوسرے اعانتی مددات کے حضور نے قرضہ جنگ میں بقدر ایک کروڑ چونسٹھ لاکھ روپیہ کے شرکت کی۔ آبدوز کشتیوں کے مقابلہ اور متحرک فلولادی قلعوں اور جہازوں کی ہم رسانی کے لئے تیس لاکھ روپیہ عنایت کیا۔ ان کا رفقہ سپاہیوں کے فائدوں کی امداد کے لئے اس سرمایہ میں جو عودسی تقرری کی تعزیر سے منسوب ہے۔ انچیس ہزار پونڈ مرمیت فرمائے۔ امپیریل انڈین ریلیف فنڈ کو ڈیڑ لاکھ روپیہ بخشا۔ اور بقدر چار لاکھ روپیہ کے اس سرمایہ کی توفیر میں حصہ لیا جو خود میرے نام سے منسوب ہے۔ طبیعت زدگان، سرودیہ و نیچم کے لئے امدادی سرمایہ کی تحریک ہوئی یا از کار رفتہ، انصروں کی امداد کے لئے ہر صورت اور ہر موقع پر حضور نے، امداد فرمائی اور بے وسیع فرمائی۔ غرض کوئی اندھا بے ہمارے مقاصد کے ساتھ دور کی بھی نسبت مٹی حضور کے دریاں سے، غالی نہ لوٹی۔ آپسے ان سپاہیوں کے لئے سمنوں نے جنگ یورپ میں جاننا نہ شجاعت کے جوہر دکھائے اور ان سپاہیوں کے اہل و عیال کے لئے جو میدان جنگ میں کام آئے حضور نے صبح و رقبہ آرامی یہ سلسلہ خدمات جنگ عطا کیا۔ اور اس میں فوجی نوآباد کی شکل کی ایک بستی بانی گئی جو ضلع نگر کے مبارک نام سے موسوم ہوئی۔ ان ششکوں میں اور دوسرے طریقوں پر جو حد شمار سے متجاوز ہیں حضور نے برابر اپنے مقدمہ گوہاری محنت کے ساتھ وابستہ کیا رکھا اور چارے اخراجات و مقاصد کے ساتھ دیر پا اور احوال کا مستقل ثبوت دیا۔

(۶) حضور کی ذمت اعلیٰ حضرت ملک معظم کی منزلت شناسی کے متعدد دشاہد سے ممتاز ہے اور ہزاروں اللہ بانی نس کا جو لقب حضور کو دیا گیا ہے اس کی تاریخ سلطنت برہانہ کو صاف بتا رہی ہے کہ ریاست حیدر آباد کے کارنامے کیسے بدیع المثال ہیں اور اس ریاست کا فرماں روا کس قدر جلیل المنزلت ہے۔

(۷) ان لطف آئینہ زوہرات کے لحاظ سے جو مجھ پر مبذول کی گئی ہیں مگر حضور کا شکر یہ ادا کرتا ہوں اور اپنے رفیقوں کو

جو حضور کے ممان ہیں اسلئے عاکر تا ہوں کہ ریاست حیدر آباد کی مفرخی اور فراخی اور اس کے عالی مرتبہ فرماں روا کی درازی عمر و ترقی و انجا کا سرور انگیز عجم پیسے میں میرے ساتھ شریک ہوں۔

شاہزادہ ولیعہد برہانہ کی تقریر ناظرین نے ملاحظہ فرمائی اور ان کے خیالات کا اندازہ کر لیا کہ تیر دل سے ولیعہد برہانہ حضور، نظام کی ہر غلوس ہمدردیوں کے جوان کے ساتھ وابستہ رہیں اور ہمیں مشکور ہیں۔ اب ذرا لاڈ اور دن و اسرے ہند کے خیالات ملاحظہ فرما کر فرق محسوس کیجئے۔

ہزار کی لسی اسرے ہند لاڈ اور دن کے خیالات تقریر کا خلاصہ جو شاہی ضیافت کے موقع پر حیدر آباد میں فرمائی

حضور و اسرے ہند لاڈ اور دن بالقاء نے حیدر آباد میں جو تقریر فرمائی اس میں ایک فقرہ یہ بھی تھا کہ "یہ سلطنت برہانہ کی ہی دوستی اور امداد مٹی جو مادی طور پر نظام کی طمرانی کے استقلال کا باعث ثابت ہوئی۔"

موزمبصر روزنامہ دکن نے اس فقرہ کے متعلق اظہار حیرت کرتے ہوئے ۲۱ دسمبر کے پرچہ میں لکھا تھا کہ برعکس اس کے کہ اس طاقتور سلطنت نظام کی باری اور دوستی نے ہی ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت کے قیام میں مدد دی۔ اس عہد کی تاریخ نویں واقفیت رکھنے والے تمام منصف مزاج لوگ و اسرے ہند کی اس جرات پر تمجید ہوں گے کہ بجائے سلطنت نظام کے انگریزی حکومت کی ایک سے زیادہ وقوں میں آٹھ آئے اور مدد کرنے کے اٹھا اس پر استمداد کا احسان رکھتی ہے۔ کیا اکیلے انگریز نیپو کے مقابلہ میں عہدہ برآ ہو سکتے تھے یا زمانہ قدر سے عہدہ میں نظام کی احسان لائی امداد کے سوا ہندوستان میں ایک دن بھی اور ٹھہر سکے تھے کہ جس کو

اس وقت بعد شگوری تسلیم کیا جاتا تھا لیکن اب جبکہ حالات بدل گئے ہیں اس کے بیان سے غماز کیا جاتا ہے۔

## مختصر حالات صوبہ برار

گولارڈ ریڈنگ سابق وائسرائے ہند نے واپسی برار کے متعلق حضور نظام کو صاف جواب دیدیا کہ اس سے آپ کا اب کوئی تعلق نہیں رہا۔ اور گورنمنٹ برطانیہ اس کو اب واپس کرنا نہیں چاہتی۔ لیکن اگر دیکھا جائے تو حقیقتاً دولت آصفیہ کا حق مانگا اب بھی برابر موجود ہے۔ حکومت ہند ہر سال پچیس لاکھ روپیہ بابت شیکہ حکومت نظام کو ادا کرتی ہے اور اعظمی حضرت حضور نظام کی رسم سالگرہ کے موقع پر ہر سال دولت آصفیہ کا شاہی نشا لہرایا جاتا ہے۔ جبکہ رقم شیکہ ہر سال ادا ہوتی ہے تو اس کے مالک ہر صورت سے حضور نظام عالی مقام ہیں۔

ملک برار کا طول و عرض ۳۰۶۰۰۰ میل آبادی ۳۰۶۰۰۰ ہے۔ زمین اعلیٰ قسم کی ہے مٹی سپاہ ہے جو ہندوستان میں زرخیز مانی جاتی ہے۔ بارش بہت زیادتی سے ہوتی ہے۔ روٹی کی پیداوار نسبتاً ہر چیز سے زیادہ ہے۔ کوئلہ کی کان ہے جس سے لاکھوں ٹن کوئلہ برآمد ہوتا ہے۔ پہاڑی درخت ساگون بہ کثرت پیدا ہوتے ہیں جن سے بہت زیادہ آمدنی ہوتی ہے۔ علاوہ میوہ دار درختوں کے بول کی پیداوار بھی بہ کثرت ہوتی ہے۔ یہ صوبہ کپاس کی تجارت کا مرکز تصور کیا جاتا ہے جس کے خاص مراکز یہ ہیں۔ اکولہ۔ گھام گاؤں۔ کارنجہ امر اوتی۔ ملکا پور۔ شیکا گاؤں۔ اس میں چار ضلع ہیں اور بانیس تقبالت۔ دو کوٹڑو روپیہ سالانہ کی آمدنی کمی جاتی ہے۔

۱۹۴۷ء میں سرسار جنگ بہادر ملک و کوٹڑہ فرماں روار برطانیہ کی خدمت میں بہ حصول ملاقات انگلستان گئے لیکن بڑا مقصد یہی تھا کہ واپسی برار کی استدعا کر دیں لیکن بے یل و دم واپس آئے سر علی امام نے واپسی برار کے مسئلہ میں تین سال کوشش کی۔ ولایت

بھی گئے۔ ان کی حرکت اللہ اور خط و کتابت بھی اسی سلسلہ میں یادگار رہی۔ لیکن لارڈ ریڈنگ وائسرائے بہادر نے جو جواب دیا تھا وہ بھی بغور یادگار رہیگا۔ مشرور لارڈ سکاٹ بلٹ انگریزی مورخ کی محنت سے ایک جگہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اس نایک کا تیسرا باب، یعنی ملک کا الحاق حیدر آباد کے حق میں شروع ہو گیا تھا۔ کیونکہ ۱۹۵۷ء میں ایٹ ایڈیا کمپنی نے نظام کے زرخیز بڑے صوبہ برار پر ایک دوسری برطانوی سپاہ کی تخواہ کے سلسلہ میں قبضہ کر لیا۔ یہ فوج پچاس برس تک فضول اس ملک کے سرمنڈہ دی گئی تھی اس کے علاوہ پانیر میں اپریل ۱۹۵۷ء میں ایک خاص مضمون نکلا تھا جس کے یہ الفاظ ہیں۔ اور جن سے لارڈ ریڈنگ کے جواب کی کہ برار بطبع خاطر دولت برطانیہ کے سپرد کیا گیا تھا خود بخود تردید ہو جاتی ہے۔

پانیر الہ آباد لکھتا ہے کہ ۱۹۵۷ء کے عہد نامہ پر مشتمل میں لغو ثانی ہوئی تھی جس کی رو سے اصلاح منور کیمنٹ یعنی برار کا علاقہ اور عہد نامہ کے بیان کے ہوئے دیگر خراجات کی ادائیگی کے لئے امانت کے طور پر قبضہ میں رہتے قرار پائے۔ امانت کے لفظ سے سب کچھ اٹکے کر دیا۔ جس وجہ کے ساتھ امانت رکھی گئی تھی وہ وجہ ختم ہو گئی تو امانت کی واپسی شرط ہے۔

## جغرافیائی حالات ملک دکن

دولت آصفیہ کے حاکم خود سرکار قمر ۸۲۹۶۸ء میں بنے ہے جو انگلستان و دہلی کے مجموعی رقبہ سے زیادہ ہوگا۔ حیدر آباد کا علاقہ سمندر کی سطح سے ۱۲۵۰ فٹ بلند ہے۔ ریاست میں جا بجا ایسے پہاڑ موجود ہیں جن کی چوٹیاں ۳۰۰۰ ہزار فٹ بلند ہیں۔ ریاست دو مساوی حصوں پر منقسم ہے۔ سبز و شمال کی طرف پہاڑ اور چٹانیں ہیں۔ جنوب و سبز ہیں پتھر۔ ایک طرف پہاڑی اور چٹانیں۔ چٹانیں عقیق وادیاں اور کئی قسم کی کڑی کے شکل و دلکش مناظر ہیں۔ جنوب

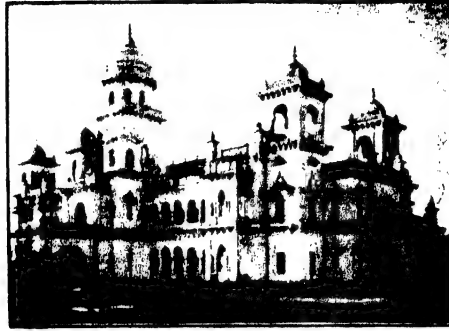




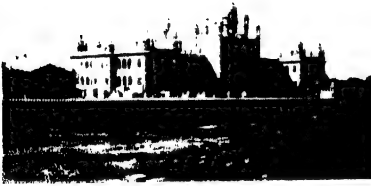




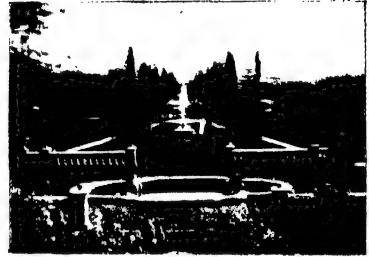
حیدرآباد دکن کی چند مشہور عمارتیں  
قانون ہال باغ عامہ



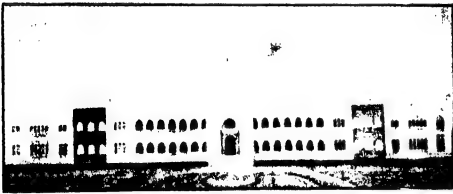
عدالت عثمانیہ



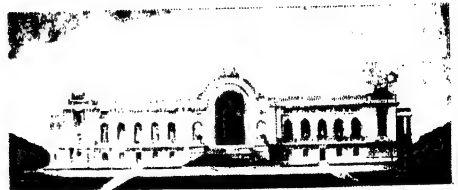
عثمانیہ پارک



یونانی ہسپتال



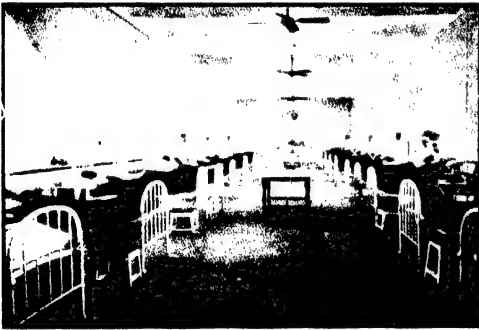
عثمانیہ اسمت لائبریری



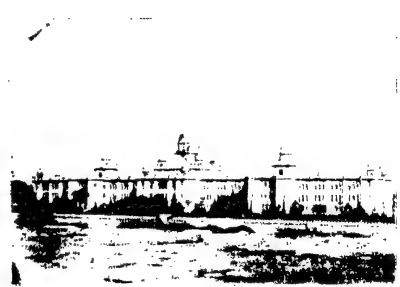
عثمانیہ یونیورسٹی کانو و کھشن



عثمانیہ ہسپتال کا سرجیکل وارڈ



عثمانیہ ہسپتال



عثمان ساگر







رقبہ ۵۰۰۰ ۱۰۳۰۰ اکڑ کر ہے۔

ریاست حیدر آباد کے اندر ایک عمارت قلعہ گوگنڈہ "جہی شہزادہ" ترین اور عجائبات میں سے ہے۔ یہ قلعہ دو ہزار سال کی یادگار ہے۔ اس قلعہ کو راجہ دو رمل نے جہی بادشاہ کو نذر کیا تھا۔ اس کے بعد یہ قلعہ شاہی کامنقر ہوا۔ اس کی ابتدائی تاریخ معلوم نہ ہو سکی۔ حیدر آباد سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ایک مقدس پہاڑ ہے جو "مولی علی کا پہاڑ" مشہور ہے۔ سطح سمندر سے اس کی اونچائی ۲۰۱۷ فٹ ہے۔ یہ پہاڑ ٹھنڈا رہتا ہے اور یہاں کی سکونت سے صحت جمائی نہایت عمدہ رہتی ہے۔ آب و ہوا خوب ہے۔ دو چم مناظر اور ہر فضا مقامات بکثرت ہیں انسان کی ساری پھر مشرکہ دل ہو یہاں اگر بنا مشش اور سرور نظر آنے لگتا ہے۔ حضور نظام و امرا کے عالی مقام ہر ض تبدیل آب و ہوا اکثر اس پہاڑ پر تشریف لایا کرتے ہیں۔ جب کے مینز میں یہاں ایک میلہ ہو کر آتا ہے جہیں پوٹری خاص و بیکات و درو سار و امرا کی طرف سے معر و بلاؤں و زردہ وغیرہ کی دیکھیں جتنی ہیں اور غریب و مسکین کو تقسیم ہوتی ہیں۔ نیز تمام لوگ چوٹی اور بڑے غریب اور امیر اس کھانے کو فائدہ کا کھانا سمجھ کر بطور تبرک و شوق سے کھاتے ہیں۔ واپسی میلہ کے وقت سب لوگ حضور نظام کے حق میں دعا خیر مانگتے ہیں۔ عبدالقادر شاہ کے زمانہ سے اس وقت تک ہر سال یہ میلہ اسی طرح ہوتا چلا آتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ مقام بھی حیدر آباد میں قابل دید ہے اور تاریخی نظر سے بھی ایک عجیب و غریب جگہ۔ علاوہ ان مقامات کے حیدر آباد اب بحیثیت موجودہ جگہ کے دیدہ زیب نہیں۔ حضور نظام کی وسیع انفرادی اور دوسری طبیعت نے حیدر آباد کو خطہ جنت بنا رکھا ہے۔ ہندوستان کے اندر دوسرے جگہ کے شہروں سے حیدر آباد کا معیار شرب بہت بلند ہے۔

آخر میں ہم اس مختصر اور جامع تاریخ دکن کا اختتام نو حضور نظام عالی مقام کے عزت و دعائے پر کرتے ہیں جو حضور نے اپنی تقریر و پذیر کے فائدہ پر مورخہ ۲۹ رجب ۱۳۱۷ھ کو بمقام حیدر آباد فرمایا تھی۔ خدا اس ریاست کو دنیا کے شرف و فائدے سے محفوظ رکھے اور روز افزوں ترقی و سرسبزی نصیب ہو۔ دوست شاد اور سرخوردہ ہیں و بدخواہ ناشاد و سیاہ رو۔ (آمین)

در وازہ نہایت خوبصورت رکاوڑ دیکھنے کے قابل ہیں۔ ایک اعلیٰ ترین محل ہے جس کے گرد لاکھوں روپیہ کے قیمتی سامان کو آلاسنہ کیا گیا ہے۔ کاشانی محلی و زرین فرش ہیں۔ قیمتی تصاویر طبی جڑو بڑی آئینہ۔ غرضیکہ صحن مغربی ہند کا نمونہ ہے۔ اسی محل کے اندر دو گھڑی رکھی ہوئی ہیں جن میں گھڑی کے موجودہ کی شکلیں بنائی گئی ہیں۔ حیدر آباد کو جانب جنوب ایک چھوٹی سی بہاری کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ اس پر ایک عمارت بنی ہوئی ہے جو حیدر آباد کی بالکل تمام ہندوستان میں اپنا نظیر نہیں رکھتی۔ قلعہ طینہ طران۔ امنان۔ مصر۔ سو آٹا۔ پیرس۔ لندن و ہندوستان کے قابل قدر کارگر و کئی منامی کا نمونہ ہے اور یہی صورت اس کے لاکھوں روپیہ کے قیمتی اشیاء کی ہے۔ یہ عمارت محل خاک نام کے نام سے مشہور ہے۔ لواب و قارالامرا اقبال اللہ و لبراد لواب خورشید جاہ کا بنوایا ہوا ہے۔ انھوں نے اپنی فیاضیوں کی وجہ سے جب بزمانہ مدار المہامی خرچ زیادہ ہو گیا تھا تو اس محل کو حضور نظام کی ہاتھ پچاس لاکھ روپیہ میں فروخت کر دیا۔ اس کی منزلت و رفعت کا اندازہ اور تعریف بغیر دیکھ کر بیان نہیں ہو سکتا۔ پرنس آف ویلز و ہسبر برطانیہ جب حیدر آباد تشریف لائے ہیں اور دولت نظامیہ کے جہان پر ہیں تو اسی محل میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سادگی حضور علفرت کی توجہ اس محل کی طرف خصوصیت کے ساتھ جیسی اس میں خوبیاں ہیں مبذول نہیں۔ جو انتظام اور اہتمام لواب و قارالامرا کے زمانہ میں تھا وہ نہیں۔ اگرچہ ایک سیاح جب اسکو دیکھنے کے لئے آیا تو اس وقت ایک عرب ستری جو مہاراجا ظریف خاد وازہ ہر پیرہ ویر ہا تھا۔ اسے سیاح کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ یہ محل دنیا میں جنت ہے مگر انتظام و وزنیوں کے ہاتھ ہیں۔ اس محل کے اوپر سحر میر عالم کا تالاب "خوب بھلا معلوم ہوتا ہے اور اس کے قدرتی مناظر کا نظارہ نہایت دلغریب و دلکش ہوتا ہے۔ یہ تالاب حیدر آباد کے مشہور سپہ سالار اور مدار المہام میر عالم کی یادگار ہے۔ اس کے پینے کی تعمیر ۱۸۳۲ء سے دیکر ۱۸۳۳ء تک ہوتی رہی اور اس پر ۲۲ لاکھ روپیہ خرچ ہوا۔ بکثرت برقی و صفائی کشیاں اس تالاب میں پڑی رہتی ہیں۔ کبھی کبھی خود اعلیٰ عزت اور امرا عالی مقام میر کرکے لئے یہاں تشریف لا کر دل بھلایا کرتے ہیں۔ تمام شہر کے اندر پانی اسی تالاب سے جاتا ہے۔ یورپ سے آنے والے سیاح اس تالاب کی سیر جی اور دلکشی و بیکار بہت مسرور ہوتے ہیں۔ اسکا

# کل کی بات

اگر یہ کل حالات و واقعات جو ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمائے دیرینہ ہو چکے ہیں تو کل ہی کا واقعہ ہی کہ اعلیٰ حضرت حضور پر نور نے سلطنت برطانیہ کے سرے نازک اور اہم موقع یعنی گول میز کانفرنس کے کامیاب بنانے میں کیا کچھ سعی نہیں فرمائی وہ اسکا مستفاد ہونا ہی محال تھا۔ لارڈ ہارڈنگ سابق وائسرائے ہند جو کبھی بغرض تفریح ہندوستان تشریف لائے ہوئے ہیں اور جابجا، سیر فرما رہے ہیں ماہ دسمبر ۱۹۰۶ء میں حیدر آباد تشریف لے گئے اور مملکت دکن کی حالت تیسری بانچشم خود ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ "جنگ عظیم میں جو بے بدل امداد حضور نے دی ہے یعنی علاوہ فوجی امداد کے جو خاتمہ جنگ برابر جاری رہی اور جس کا صرف ڈیڑھ کروڑ تھا۔ فوط خور کشمیاں۔ ہوائی جہاز۔ سطح کارٹیاں۔ اسلحہ۔ سامان بار برداری اور لاقعد اور نقد سے امداد دہنی تھی۔ جنگ عظیم سے قبل بھی پانچ انتہائی اہم مواقع مثل (۱) تیپو سلطان کی جنگ (۲) امرتھ سرداروں سے جنگ (۳) پتلاؤں سے جنگ (۴) غدر ۱۸۵۷ء (۵) جنگ ترکی سب ہی میں بے مثل امداد دی ہے۔ یہ امر خاص طور پر مسرت بخش ہے کہ راجہ حیدر آباد نے حضور کے زیر نگین نہ صرف مالی اور تعلیمی حالت ہی میں ترقی کی بلکہ اسکا ہر شعبہ مثل جنگ آوار قیدیہ۔ آبپاشی۔ تجارت۔ صنعت و حرفت۔ انجمن ہائے اتحادی۔ آرائش بلدہ۔ ریلوے وغیرہ سب میں نمایاں ترقی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ جملہ کروڑ لاکھ کی مجموعی مصارف کے ۱۰ لاکھ کی گرانقدر رقم محض تعلیمات کیلئے مخصوص ہے۔"

مملکت دکن کے قابل ترین افسر یعنی سر اکبر حیدری جو حیدر آباد کی طرف سے گول میز کانفرنس کی شرکت کی غرض سے لندن تشریف لے گئے تھے اور جنہوں نے ماہ دسمبر میں وہاں کے بڑے بڑے ذمہ دار و مدبرین سلطنت کو ڈنر پر مدعو کیا تھا اس موقع پر بھی ان ذمہ دار و مدبرین سلطنت برطانیہ نے سلطنت دکن و تاجدار دکن کی ترقیت و توصیف میں سب ہی کچھ اقرار کیا ہے۔

## لیکن

واپسی برار کا کہیں ذکر تک نہیں مسلمانان ہند جنہوں نے اٹھارہویں صدی میں سلطنت کھوئی اور اگر یہی دلیل نہار ہیں تو اسی انیسویں صدی میں جبکہ ہندوستان میں نیا دور ہو گا مسلمانوں کا تمدن بھی غارت ہو جائے گا اور تمدن غارت ہو کر خدا خواستہ قوم کی قوم غارت ہو جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت مسلمان قوم کے تمدن یا باہر الفاظ و ذکر اس کی بقا کا انحصار مملکت دکن کی ترقی و خوشحالی پر منحصر ہے اور اس کے نفعی نہیں بلکہ عملی کار نبی کی ضرورت ہے۔ جس کی پہلی قسط، صرف واپسی برابر ہے۔

## ادیلٹر





# کل کی بات

اگر یہ نیک حالات و واقعات جو ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمائے دیرینہ ہو چکے ہیں تو کل ہی کا واقعہ ہی کہ اعلیٰ حضرت حضور پر نور نے سلطنت برطانیہ کے سب سے نازک اور اہم موقع یعنی گول میز کانفرنس کے کامیاب بنانے میں کیا کچھ سعی نہیں فرمائی وہ اسکا مستحق ہونا ہی محال تھا۔ اور ہارڈنگ سابق وائسرائے ہند جو ابکل بعض تفریح ہندوستان تشریف لائے ہوئے ہیں اور جاپا، سیر فرما رہے ہیں ماہ دسمبر ۱۹۰۶ء میں حیدر آباد تشریف لے گئے اور مملکت دکن کی حالت تیسری بار یکشم خود ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ "جنگ عظیم میں جو بے بدل امداد حضور نے دی ہے یعنی علاوہ فوجی امداد کے جو خاتمہ جنگ بڑا بر جاری رہی اور جس کا صرف ڈیڑھ کروڑ تھا۔ خود خور کشتیاں۔ ہوائی جہاز۔ مسلح گاڑیاں۔ اسلحہ۔ سامان بار برداری اور لافانہ دار نقد سے امداد ملی تھی۔ جنگ عظیم سے قبل جی پانچ دہائی اہم مواقع مثل (۱) شہر سلطان کی جنگ (۲) سرحد سرداروں سے جنگ (۳) پٹنارو سے جنگ (۴) غدر ۱۸۵۷ء (۵) جنگ ترکیب میں بے مثل امداد دی ہے۔ یہ امر خاص طور پر مسرت بخش ہے جو کہ رست حیدر آباد نے حضور کے زیر نگین نہ صرف مالی اور تعلیمی حالت ہی میں ترقی کی بلکہ اسکا ہر شعبہ مثل حکمرانی، تہذیب، تجارت، صنعت و حرفت۔ انجن ہائے اتحادی۔ آرائش بلدہ۔ ریلوے وغیرہ سب میں نمایاں ترقی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ جملہ کردارے لاکھ کی مجموعی مصارف کے اہل لاکھ کی گرانقدر رقم محض تعلیمات کیلئے مخصوص ہے۔ مملکت و دکن کے قابل ترین افسر یعنی سر اکبر حیدری جو جملہ آباد کی طرف سے گول میز کانفرنس کی شرکت کی غرض سے لندن تشریف لے گئے تھے اور جنہوں نے ماہ دسمبر میں وہاں کے بڑے بڑے ذمہ دار و مدبرین سلطنت کو ڈنر پر مدعو کیا تھا اس موقع پر بھی ان ذمہ دار و مدبرین سلطنت برطانیہ نے سلطنت دکن و تاجدار دکن کی توفیق و توصیف میں سب ہی کچھ اقرار کیا ہے۔

## لیکن

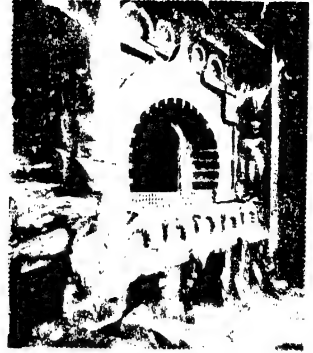
واپسی برار کا کہیں ذکر تک نہیں مسلمانان ہند جنہوں نے اٹھارہویں صدی میں سلطنت کھوئی اور اگر یہی دلیل نہارہیں تو اسی انیسویں صدی میں جبکہ ہندوستان میں نیا دور ہو گا مسلمانوں کا تمدن، بھی غارت ہو جائے گا اور تمدن غارت ہو کر خدا خواست قوم کی قوم غارت ہو جائے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت مسلمان قوم کے تمدن یا باہمالفاظ و کراس کی بقا کا انحصار مملکت دکن کی ترقی و خوشحالی پر منحصر ہے اور اس کے معنی نہیں بلکہ عملی گارنٹی کی ضرورت ہے۔ جس کی پہلی قسط، صرف واپسی برابر ہے۔

ادیلر

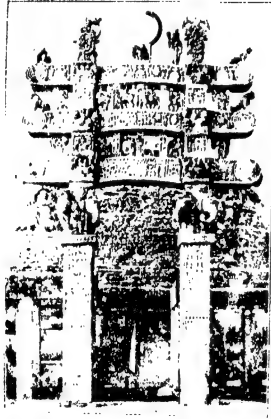
مسجد قطب مسجد



احد قديم



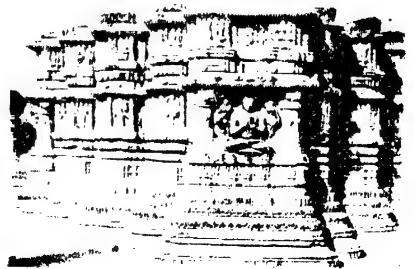
ساقی



مسجد مسجد حیدر آباد دہلی



تعلقہ اورنگ آباد کا مشہور اورنگیہا مندر کا منظر









# کہتی ہر تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

کوئی کہتا ہے تجھے حاتم کوئی نوشیرواں  
 کوئی کہتا ہے فریدوں در کوئی در اراکچو  
 لیکن ای ذاتِ گرامی کچھ خبر بھی ہے تجھ  
 تجھ کو کہتے ہیں ہم اپنا رہبر و فریاد رس  
 جانتے ہیں ہم تجھی کو ہر مرض کا ایک علاج  
 خطرہ ہائی موجِ دریا سے نہیں لگو ہر سر  
 انتہائی پاسداری کی کہ اس آشوب میں  
 کوئی کہتا ہے تجھ کو کسی کسری کوئی صاحب قرآن  
 کوئی کہتا ہے سکندر کوئی خاقانِ جہاں  
 تجھ کو کیا کہتے ہیں ان اطراف کے خادماں  
 تجھ کو کہتی ہیں ہم اپنی سارے گلہ کشاں  
 ہم سمجھتے ہیں تجھی کو چارہ سازِ بکیاں  
 کشتیِ امت کا نگر بھی ہے تو اور بادباں  
 بن گیا تو غمزدوں کو گھر کا آخر پاسبان

اے کہ پنہاں از نگاہم کہہ چوں اندر غلا

پردہ را بکشا و بنا جلوہ حسنِ نساں

(سرگزشت)

# خاورِ اسلام

خاورِ اسلام ہر گوشے میں تیرا نور ہے

مجددوں میں مندر و نہیں خانقاہوں مقبروں میں کاجوں میں مدرسوں میں دشت و دریا کشتوں میں  
بیکوں میں ستونوں میں، قصر شاہی میں گروہیں گمبوزوں میں رہبر و نہیں بے زرد نہیں بے پروہیں  
ہند کیا بسنداد و ایراں مصر و یورپ عربستان

ذرا ذرہ حنِ عالمِ تاب سے معمور ہے

خاورِ اسلام ہر گوشے میں تیرا نور ہے

بزم ہی بلی ہوئی ہے روشنی پھیلی ہوئی ہے چاندنی چلی ہوئی ہے ہر کجی ہنتی ہوئی ہے  
نہری نکلی ہوئی ہے چار جانب بہ رہی ہے آبیاری ہو رہی ہے واہ کیا دریا دلی ہے  
پتہ پتہ سبز و شادان چپہ چپہ تہنیت خواں

با خدا الاربابِ فخرِ قبضہ و فغفور ہے

خاورِ اسلام ہر گوشے میں تیرا نور ہے

اے فنی عثمانِ طہیت باعثِ فیتانِ رحمت مثلِ راہِ ہدایت منج و دودِ سخاوت  
بے نقب با مردست بے ریا و با محبت بے عدل و با شریعت بے مثال و با طریقت  
روز افزوں ہوں نمایاں آگے پیچھے دایں بائیں

اس یہ خانہ میں اک تو ہی چراغِ طور ہے

خاورِ اسلام ہر گوشے میں تیرا نور ہے

نشرِ برامی

## انصاف ہی خدا کا عدالت نظام کی

منازل شان پایہ شوکت نظام کی،  
 پابند حکم شرع حکومت نظام کی  
 شایانِ فخر و ناز سخاوت نظام کی  
 خلق محمدی ہر ازل سے شایع  
 حاتم کو کس کے فیض نے حاتم بنایا  
 دیکھیں بچشمِ رشک سلاطین ماسلف  
 مقبولِ خاص و عام دو عالم میں نیکیام  
 دنیا کیساتھ دولتِ عقیقی بھی ہو نصیب  
 اسکانِ دست و بازو کو مددِ وحِ الامان  
 ہر سجدہِ خلوص - پسندِ خدائے پاک  
 جاری ہو فیضِ عام - یہاں ایسے تشنگام  
 جو دو کرم سے فیض ہے ہر درِ سگاہ کو  
 گھر گھر - بیانِ قصہ احسانِ بیجاں  
 دس لاکھ کا عطیہ علی گڑھ کو دے دیا

نادور و سرو ماہ - ترقی پذیر ہو  
 مسعود - عمر و دولت و ثروت نظام کی

بید و حسین مہتو - بی اے میڈل ڈپٹی کمشنر - گوندہ



# بساطِ شکرِ عظیمہ بندگانِ عالی نظام

## مرتب یادگار صنعتِ ترصیع

۱۹ ۶ ۳۰

باب عطا نازن	بیل نوا	جان کن	گلگون قبا	زیب چین	سجد لا	شاہ دکن
نازن	بیل نوا	جان کن	گلگون قبا	زیب چین	سجد لا	شاہ دکن
بیل نوا	جان کن	گلگون قبا	زیب چین	سجد لا	شاہ دکن	باب عطا نازن
جان کن	گلگون قبا	زیب چین	سجد لا	شاہ دکن	باب عطا نازن	بیل نوا
گلگون قبا	زیب چین	سجد لا	شاہ دکن	باب عطا نازن	بیل نوا	جان کن
زیب چین	سجد لا	شاہ دکن	باب عطا نازن	بیل نوا	جان کن	گلگون قبا
سجد لا	شاہ دکن	باب عطا نازن	بیل نوا	جان کن	گلگون قبا	زیب چین
شاہ دکن	باب عطا نازن	بیل نوا	جان کن	گلگون قبا	زیب چین	سجد لا

## صراحت ضروری

مطلع پیدا ہو کر ختم ہوتا ہے۔ مثلاً پہلی دوسری سطریں  
باب عطا نازن بیل نوا جان کن :: گلگون قبا زیب چین سجد لا شاہ دکن  
باب عطا شاہ دکن سجد لا زیب چین :: گلگون قبا جان کن بیل نوا نازن  
(۶) مختلف خانوں نے دیے ہیں زیر و بالا ہر طرح کے مطلع شروع ہو کر برابر کو خانہ  
ختم ہوتا ہے چونکہ دہائی بائیں کو آٹھ مطلع بلا کر کو آٹھ مطلع زیر کو آٹھ مطلع  
کل ۲۲ مطلع ہوتے ہیں اور مختلف خانوں سے ۸۸ = ۴۴ × ۲ مطلع دیئے گئے ہیں اور بائیں سے  
دہزادہ ۸۸ = ۴۴ × ۲ مطلع مختلف فن اور فن سکنت کو بنتے ہیں اسلئے یہ اد  
مطلوبہ کی ۳۲ + ۴۴ + ۴۴ = ۱۲۰ ہوتی ہے اور ہر مطلع حال تاریخ عیسوی ہر  
اس لئے اس مرتبہ کی ۱۲۰ تاریخیں پیدا ہوتی ہیں۔

عاصی مرزا احمد شاہ علی گڑھ ہمدان آبادی - امان گاہ محلہ منٹو ٹولہ شہر مراد

۱۹ ۶ ۳۰ ۱۳ ۳۰ ۲۸

(تقریباً) یہ مضمون ۱۹۳۳ء میں لکھا گیا ہے۔ اڈبٹر

(۱) اس مرتبہ کی پہلی سطریں آٹھ افغان ہیں جن سے بہ صنعت ترصیع ایک  
مطلع دہنے سے بائیں اور دوسرا بائیں سے دہنے کو رخ کی چال ہیں بننا ہے مثلاً  
باب عطا نازن بیل نوا جان کن :: گلگون قبا زیب چین سجد لا شاہ دکن  
شاہ دکن سجد لا زیب چین گلگون قبا :: جان کن بیل نوا نازن - باب عطا  
(۲) اس طرح ہر سطر میں بہ صنعت ترصیع ایک مطلع دہنے سے بائیں کو اور دوسرے  
بائیں سے دہنے کو پیدا ہوتا ہے۔

(۳) اوپر سے نیچے کو ہر خانہ سے رخ کی چال ہیں ایک مطلع بننا ہے۔  
(۴) نیچے سے اوپر کو ہر خانہ سے رخ کی چال ہیں ایک ایک مطلع بننا ہے مثلاً  
نازن بیل نوا جان کن گلگون قبا :: زیب چین سجد لا شاہ دکن باب عطا  
باب عطا شاہ دکن سجد لا زیب چین :: گلگون قبا جان کن بیل نوا نازن  
(۵) خواہ کسی خانہ سے رخ کی چال میں دہنے سے بائیں کو یا بائیں سے  
دہنے کو یا دوسرے نیچے کو یا نیچے سے اوپر کو چلا جائے تو برابر والے خانہ پر



بساطِ شکرِ عظیمہ بندگانِ عالی نظام

مربع یادگار صنعت ترصیع

باب عطا	نازنین	بل لڑا	جان جن	گلزار	سید لا	شاد کن
نازنین	بل لڑا	جان جن	گلزار	سید لا	شاد کن	باب عطا
بل لڑا	جان جن	گلزار	سید لا	شاد کن	باب عطا	نازنین
جان جن	گلزار	سید لا	شاد کن	باب عطا	نازنین	بل لڑا
گلزار	سید لا	شاد کن	باب عطا	نازنین	بل لڑا	جان جن
سید لا	شاد کن	باب عطا	نازنین	بل لڑا	جان جن	گلزار
شاد کن	باب عطا	نازنین	بل لڑا	جان جن	گلزار	سید لا
باب عطا	نازنین	بل لڑا	جان جن	گلزار	سید لا	شاد کن

صلاحتی ضروری

مستطیل، ہونے والا ہے۔ یہ منحنیوں کی سطح پر

اس مرت کی پہلی سطر میں انڈاسٹریٹس ہیں۔

مطلع رہنے سے بائیں اور دوسرا بائیں سے دہنے تو ریح کی پیاس میں مبتلا ہو کر

باب مظاہر نامہ از منہ میں لڑا۔ جان سخن : گلگلیں خباہت میں : سجدہ و تہنیت : ۱۰

شماره کن - سجدہ - ملا - زریب - محمد - علی - قزوینی - خان - یحییٰ - پهلوان - ناز - زریب - باب - علی

(۲) اس طرح ہر سطر میں یہ صنعت ترمیم ایک مطلع دہنے سے بائیں ہو کر درج ہوگی۔

ہائیں سے دے کو یہ بتانا ہے۔

۱۔ اوپر سے بچے کو ہر خانہ سے روح کی چال میں ایک مٹھنیت ہے۔

(۴) ایچے سے اوپر کو سرخانہ سحر کی چال میں ایک ایک سطح بتا دیے

نار دس جیل ہوا۔ جانِ حق قتل ہو گیا۔ ریب پین۔ سجدہ لایا۔ شاہ جہاں نے

بابِ شفا و دوا و علاج و تریب پر : قللوں فبا۔ جانِ حق۔ میں ہوا یا نہ ہوا۔

اقتدارِ اسی خداوند سے روح کی جہاں میں وہ ہے سے باہر لو یا باہر سے

نہیں کہہ سکتے ہیں تو چاہیے کہ اس پر کوئی چارہ لیا جائے تو برابر اسے خامہ پر

۱۔ حضرت امیر خسروؒ کی زبان سے: ہر گلیکوں قبائلیں ہیں۔ سجدہ دلاشاہ کن

ب عطاء شاہ و کمن سی۔ دلا زب تحن :۔ گلگون قبا۔ جان سخن میل :۔ انا نازن

۴) مختلف جانوں نے دہی میں زیر و بالا ہر طرح کے مطمع شریخ ہو کر سبزیر و خاتمہ

ختم ہوتا ہے چونکہ دہی بایں کوآٹھ مطلق یا ماسی زیر کوآٹھ شلغ۔ زیر کی بالائیں طرف ہر

قل ۳۲ سطح ہوئی ہیں اور محلت خالو کی ۸×۸=۶۴ سطح دہری سی باہیں لو اور باہیں

دہی اور  $8 \times 8 = 64$  سطحی تخت فوق اور فوق سہ تخت کو بھی ہیں۔

مطلوبہ نمبر  $42 + 42 + 42 = 126$  ہوگی اور ہر سطح حامل تار کی عیسوی ہڈی

اس سے اس مربع ۶۰۵ اناریس پیدا ہوئی ہیں۔

عائسی مرزا احمد شاہ بیگ ہرمزد آبادی۔ امان گاہ محلہ سنی ٹولہ سہر مراد

19 4 2. 13 20 24

(تیسرا) یہ سمون اسلئے میں لکھا گیا ہے کہ اس کی

نواب مير شجاع علي خان معظم جاہ  
بہادر شاہزادہ درویش



نواب مير حميدت علي خان لواب اعظم جاہ  
بہادر ولي محمد سلطنت حيدرآباد



نواب انانف الدواد بهادر نواب ا. س. ک. شرایکسیلانی دین السلطنت بهادر سردار ش. نواب ولی الترائ بهادر  
صدرالمهام افواج پوسان بهادر حنی سر قتی ای ولا. ملک صدرالمهام



نواب لطافت ملک بهادر - ابق صدرالمهام کر فیل سوشفکس ترفیع صدرالمهام نواب حیدر قراز جنگ بهادر - اکبر حیدری  
سیاست صدرالمهام مالیات



عاقل جنگ بهادر صدرالمهام پبلک ورکس

سرامین جنگ صدرالمهام پوتی







## شاہزادہ میر حمایت علی خاں نواب اعظم جاہ بہادر ولیہد سلطنت دکن

آپ ولیہد سلطنت میں اور اعظم حضرت کے خلف اکبر ہیں۔ آپ کی تعلیم و تربیت اعظم حضرت خسرو دکن کی نگرانی میں خاص طور پر ہوئی ہے۔ مذہبی تعلیم کے علاوہ دنیوی تعلیم بھی آپ نے بدرجہ تمام و کمال حاصل کی ہے۔ فزون شاہی میں ہمارت نامہ حاصل ہے۔ شکارا درغن شہسواری میں فرزدیں۔ آپ کا کیرکتر اعلیٰ ہے اور معاملہ فہمی۔ رواداری۔ قابلیت بھجدراری و ہمدردی کے اوصاف سے مصنف ہیں۔ حکمت دکن کی آئندہ تمام امیدیں آپ ہی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ فرمان خسروی کے مطابق جملہ حکمرانوں کی مثلین خلاصہ سنانے کے لئے آپ کے سامنے پیش ہوتی ہیں۔ آپ اکثر محکموں کا مائے فرمائے رہتے ہیں اور کبھی کبھی وکلاء کی بحث بھی سماعت فرمائے رہتے ہیں۔ شان ولیہدی آپ کے بشرہ سے ہویدا آ شکارا ہے۔

## شاہزادہ میر شجاع علی خاں نواب معظم جاہ بہادر

آپ اعظم حضرت خسرو دکن کے خلف اصغر ہیں۔ آپ کی تعلیم و تربیت بھی برادر معظم و لہب بہادر کے ہمراہ اعظم حضرت کی نگرانی میں اعلیٰ پایہ پر ہوئی ہے۔ آپ کو بھی مثل اپنے برادر اعظم کے جملہ مذہبی و دنیوی علوم میں ہمارت نامہ حاصل ہے۔ آپ کو مردانہ کھیلوں سے خاص شوق ہے۔ برادر اعظم کے ہمراہ آپ بھی امور سلطنت میں شدید رہبر معلومات بہم پہنچا کرتے ہیں۔ پروردگار عالم نے بھجدراری۔ رواداری۔ ہمدردی و خلاق۔ دینداری خاص طور سے ودیت فرمائی ہے۔ آپ کی ہمتی بھی دیگر شاہزادگان ہند کے لئے قابلِ قدر نمونہ ہے۔



ہزار کیلینی میں السلطنت ہمارے کشتن شاہاؤ شاہ  
جی سی ایس آئی پشکار افواج و صد اعظم با حکومت

آپ راجہ ٹوڈرمل کے خاندان سے ہیں جو دربار اکبری میں  
نورتن کے مشہور رکن تھے۔ آصف جاہ اول کے ہمراہ اسی خاندان  
کی پانچویں پشت سے رائے مول چند صاحب دکن میں تشریف لائے  
تھے۔ یہی سبب ہے کہ آجنگ ان کا خاندان بھی آصف جاہی شمار ہوتا  
ہے۔ ہمارا راجہ چند دلال بھی اسی خاندان کے قابل فخر بزرگ تھے۔  
جنہوں نے عرصہ تک مدارالمہامی کی اور سلطنت آصفیہ و انگریزی  
کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرائے۔ ہمارا راجہ مندر پرشاد انھیں  
پوتے تھے جو ناصر لدلہ کے پشکار تھے۔ صدر ۱۷۵۷ء میں سب سے  
پہلے آپ ہی نے سرسار لاہ جنگ خیریدی فتح کی باقی حیدر آباد پر حملہ کرنا  
چاہتے ہیں۔ گورنمنٹ ہند نے خدمات صدر کے صلے میں جو تحائف  
نظام حیدر آباد سرسار لاہ جنگ کو روانہ کئے تھے ان میں آپ کو بھی یہ  
شرف حاصل تھا۔ سرسار لاہ جنگ کے انتقال کے بعد آپ نے متعلقہ  
کی خدمات پیش بہا خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیں۔ ان کی صاحبزادی  
سے راجہ ہری کش ہمدانی شادی ہوئی جن کے بطن سے ہمارا راجہ  
سرکش پرشاد ۱۷۵۸ء میں تولد ہوئے۔ ہمارا راجہ مندر پرشاد نے ایکو  
پسر منبئی فرمایا چونکہ ان کے اڈلاؤزینہ نغمی۔ آپ کی تعلیم و تربیت  
ہمایت اعلیٰ بیجاؤ پر ہوئی۔ اردو۔ فارسی۔ عربی۔ انگریزی۔ ہنگری۔ برقی  
وغیرہ زبانوں میں کافی مہارت حاصل ہے۔ آپ اچھے پایہ کے  
شاعر بھی ہیں۔ اردو فارسی کلام صوفیانہ رنگ لئے ہوتا ہے۔  
غفران تاب میر محبوب علی خاں بہادر سے آپ نکلے ہیں۔ آپ نے  
دو سالہ بھی جاری فرمائے تھے۔ "تشریف دہدہ آصفی" "نظم میں  
محبوب الکلام" کم و بیش چھتیس کتابوں کے مصنف ہیں۔ حالانکہ ایک  
مذہب ہندو ہے اور کھتری النسل ہیں لیکن مشرب صوفیانہ جو لہجہ  
انظر حقیقت میں ہندو مسلمان ایک ہیں۔ ۱۷۶۲ء میں آپ پشکار لاہ  
آصفیہ مقرر ہوئے سلاہ راجا یان ہمارا راجہ بہادر کے خطاب کے ہمراہ

دربار عالی سے چھ جواہرات پیش قیمت بطور قدر وانی مرحمت ہوئے  
اکثر وقار الامرا کی عدم موجودگی میں مدارالمہامی کے عہدہ پر مامور ہوئے  
حضور نظام نے عین السلطنت کا مہر خطاب عطا فرمایا۔ حضور نظام اور  
گورنمنٹ ہند دونوں آپ سے خوش ہیں۔ ۱۷۹۰ء میں گورنمنٹ  
نے آپ کو کے۔ سی۔ ایس۔ آئی اور ۱۷۹۶ء میں جی سی ایس آئی  
کے خطابات عطا فرمائے۔ ہر ایک واسطے ہند آپ کے یہاں جا کر  
ملاقات باز دید کرنا ہے۔ حضور نظام غفران تاب میر محبوب علی خاں  
بہادر کی وفات کے بعد آپ ہی نے سب سے پہلے اعلیٰ قدرت میر  
عثمان علی خاں بہادر موجودہ فرماں رسائے دکن کو سلطنت کجانب  
سے تخت حکومت پیش کیا۔ نومبر ۱۷۶۶ء میں بذریعہ فرماں خسروی  
صدر است عظمیٰ پر تقرر ہوا جس کو ہمایت حسن انتظام کے ساتھ اس وقت  
تک انجام دے رہے ہیں۔ اکبری یادگار کے سلسلہ میں اب بھی  
حیدر آباد میں یہ رسم جاری ہے کہ مسلمان امراء کے گھر میں ہندو  
بیکل اور ہندو امراء کے یہاں مسلمان بیکل رشتہ مزاکات میں ملگ  
ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ ہمارا راجہ بہادر کے محل میں بھی مسلمان بیکل  
ہیں۔ ان سے جو اولاد ہوتی ہے ان کی شادی مسلمان خاندانوں  
میں کی جاتی ہے۔ بعفدہ نقائی آپ کے اس وقت خواہر پرشاد و  
چند پرشاد و دو صاحبزادے ہیں اور اغلباً تین صاحبزادیاں۔

نائب صدر اعظم نواب ولی الدولہ بہادر

ولایت جنگ صدر المہام باب دکن

آپ مرحوم مدار المہام ہزار کیلینی نواب سکندر جنگ بہادر  
افتخار الملک وقار الامرا نواب سر محمد فضل الدین خاں بہادر۔  
کے سی۔ ایس۔ آئی کے فرزند رشید ہیں۔ آپ کی سلاہ لب سیدنا  
عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملنا ہے۔ آپ کے اجداد میں نواب  
ابوالخیر خاں بہادر امام جنگ امراء کے درجہ اول میں شامل تھے۔  
اس خاندان کی شادیاں بالعموم خاندان شاہی میں ہوتی رہی ہیں  
نواب سر محمد فضل الدین خاں بہادر کا انتقال ۱۷۶۰ء میں ہوا۔ آپ

دو صاحبزادے چھوڑے۔ نواب محمد ممتاز الدین سلطان الملک بہادر و کچن نواب ولی الدین خاں بہادر۔ آپ لندن میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد فن سپہ گری کی طرف مائل ہوئے۔ اسپرینل کیرٹ کو میں ملکہ بہادری اور شجاعت کے ساتھ امتحان پاس کئے۔ انہیں برٹش آرمی میں آپ کو ناموری کی وجہ سے نقشب کا تھیں ملا۔ چند سال آپ نے اسپرینل سر دوس ٹروپس حیدر آباد میں اعلیٰ قابلیت و محنت سے کام سر انجام دیا۔ ۱۶ ستمبر ۱۹۱۱ء کو معین الہامی پر آپ کا تقرر ہوا۔ اس کے علاوہ بھی اکثر آپ نے دوسرے معین الہامیوں کے کام حق و قابلیت سے سر انجام فرمائے۔

نواب ولی الدولہ بہادر کے بڑے صاحبزادہ محمد علی الدین خاں بہادر کی شادی ہماراچہ سرکشن برٹشاد بہادر کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔ رستم سہرا بھند بن اعظمیت حضور نظام نے دست خاص کو فرمائی اس وقت آپ نائب صدر اعظم کے علاوہ صدر الہام بھی ہیں۔

## لطف الدولہ بہادر نواب لطافت جنگ صدر الہام افواج سلطنت آصفیہ

آپ ہر کسی کی بی بی الونچ خاں بیج جنگ خورشید الدولہ ، خورشید الملک خورشید الامرا شمس الدولہ شمس الملک شمس الامل امیر کبیر سر خورشید جاہ بہادر راج کے پوتے ہیں۔ ۱۲۷۹ء میں ہر کسی کی بی بی کی شادی نواب افضل الدولہ کی صاحبزادی سے ہوئی آپ فطرتاً فیاض اور جوہر شناس تھے۔ نہایت جہن اور پابند صوم و صلوة و نیک چلن تھے۔ جو داسرائے حیدر آباد میں اتار دے آپ کے یہاں بھی ضرور مدعو ہوتا۔ ملکہ و گورنر کی جو ملی کے موقع پر کے سی ایس۔ آئی کا خطاب آپ کو عطا ہوا۔ ہندوستان کی ایک تاریخی ، بھی لکھی جس کے ترجمے دوسری زبانوں میں ہوئے۔ ۱۳۳۵ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ دو صاحبزادے تھے۔ نواب ظفر جنگ شمس الدولہ شمس الملک بہادر و نواب امام جنگ خورشید الدولہ خورشید الملک بہادر۔ نواب سر خورشید جاہ بہادر محل خاص سے تھے جو حفزن ملکن میر محبوب علی خاں کے بھانجے تھے۔ آپ دو مرتبہ ولایت گئے۔ اعلیٰ

پیمانہ پر تعلیم و تربیت ہوئی۔ ملکہ و گورنر نے بھی آپ کو یہی مرتبہ شرف باریکی بخشا۔ عنوان مشابہ ہی میں آپ کا انتقال برطان ہو گیا تھا۔ نواب لطافت جنگ لطف الدولہ بہادر آپ ہی کے صاحبزادے ہیں جو فن شجاعت اور فن شہسوار ی میں خاص ملکہ رکھتے ہیں۔ اعلیٰ پیمانہ پر تعلیم حاصل کی ہے۔ آپ نہایت شجاع اور بہادر اپنے دادا صاحب کی طرح و جہد اور بار عجب نیک طینت و فیاض طبیعت رکھتے ہیں۔ پہلی مرتبہ جن خدمات کے صلے میں آپ کو نواب لطافت جنگ اور دوسری مرتبہ لطف الدولہ کے خطابات عطا ہوئے۔

اعظمیت حضور نظام عالی مقام نے صدر الہام افواج مقرر فرمایا جو جس کے فرائض آپ نہایت قابلیت کے ساتھ ادا فرما رہے ہیں۔

## نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر محمد اکبر علی صاحب حیدری صدر الہام فنانس حیدر آباد دکن

آپ کا پہلا نام محمد اکبر علی نذر علی حیدری ہے۔ آپ ۸ نومبر ۱۸۷۹ء کو بمقام بمبئی پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مرحوم کا نام سیٹھ نذر علی صاحب تھا۔ آپ کے مورث حاکم عرب ہیں مشہور تاجر تھا۔ ہوتے تھے۔ جن کی تجارت کا سلسلہ یورپ وغیرہ تک پھیلا ہوا تھا۔ شروع میں آپ کے مورث کھمبات اور پھر بسلسلہ تجارت بمبئی آ گئے آپ کے نانا بڑے دورانہ پیش تھے۔ زمانہ شناسی کے لحاظ سے آپ نے آپ کو انگریزی تعلیم کے لئے یورپ بھیجا۔ اس وقت مسلمانوں کو ان باتوں کا گمان بھی نہ تھا۔ سترہ سال کی عمر میں آپ نے بی۔ اے آئیں کیا۔ اس کے بعد آپ نے ایل۔ ایل۔ بی کی تیاری کرنا چاہی لیکن گورنمنٹ نے آپ کو انڈین فنانس کے لئے منتخب کیا اور آپ میں کامیاب ہوئے۔ سب سے پہلے ۱۸۹۷ء میں آپ ناگپور میں سٹٹ کنٹرولر ہوئے۔ ۱۸۹۸ء میں کرنسی آفس لاہور میں تبادلہ ہو گیا۔ اسکے بعد کلکتہ تبدیل کر دئے گئے اور وہاں سے اسٹنٹ اکوئنٹنٹ جنرل ہو کر الہ آباد آ گئے۔ ۱۸۹۹ء میں پھر بمبئی مقرر ہوئے اور وہاں سے ۱۹۰۱ء میں جنرل اکوئنٹنٹ بنا کر مدراس تبدیل کر دیا گیا۔ ۱۹۰۳ء میں برہما اور ہندوستان کے آڈٹ پر مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۷ء میں

مستعار طریقہ پر حکومت نظام نے آپ کی خدمات لیں۔ یعنی آپ ، حیدر آباد میں چوچکر اکونٹمنٹ جنرل بنائے گئے۔ ۱۹۰۶ء میں سکریٹری گورنمنٹ فنانس ہوئے۔ ۱۹۱۱ء میں متحدہ عدالت و کوٹوالی و امور عامہ و طبابت و تعلیمات ہو گئے۔ شروع ۱۹۱۲ء تک عارضی طریقہ پر محکمہ صحت و حرفت بھی سپرد رہا۔ ۱۹۱۲ء ہی میں پھر صوبائی کی اکونٹمنٹ جنرل ہو گئے۔ آپ ہی سب سے پہلے ہندوستانی ہیں جو اس عہدہ پر مقرر ہوئے۔ اس کے بعد پھر دوبارہ اعلیٰ عہدہ پر مقرر ہوئے۔ اور متحدہ عدالت و کوٹوالی و تعلیمات و امور عامہ پر مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۲ء میں سرگھنی کی جگہ صدر المہم فنانس و رکن باب حکومت اور ساتھ ہی ممبر ایگریکچر کوئٹل مقرر ہوئے۔ علاوہ انہیں سرکاری ریلوے کے ڈائریکٹر بھی مقرر فرمائے گئے۔ ۱۹۱۶ء کے موازنہ پر گورنمنٹ نظام نے آپ کا شکر یہ ادا کیا۔ آپ نے اپنے زمانہ میں جس محکمہ میں رہے بڑی بڑی ترقی تر قیال کیں۔ مول سروس اور گورنمنٹ اسکول کا قیام آپ ہی کی بدولت ہوا۔ ماہر تعلیمات سر بیوی کی خدمات آپ ہی نے حاصل کیں۔ دوسرا کے اندر دیہات کا معائنہ کرنے کے بعد ہر قسم کے مدارس کھولنے کی ایک کمیشن کی۔ ۱۹۱۵ء میں انگریز اس مود لو اب سود جنگ بھاؤ موجودہ ڈائن چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو آپ ہی نے ناظم تعلیمات مقرر فرمایا۔ عثمانیہ یونیورسٹی آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ جامعہ عثمانیہ کی ڈگری دیگر یونیورسٹی کی ڈگری کے برابر شمار ہوتی ہے۔ یہ بھی آپ ہی کی کوشش ہے۔ غیر جنرل اسپتال آپ ہی کی تجویز ہے۔ ۱۹۱۶ء میں سررشتہ آثار قدیمہ قائم کیا۔ آپ نے ہر زمانہ میں اپنے محکمات میں اخراجات کے اندر سچہ کی کی۔ سبیل ہندی کا طریقہ جاری فرما کر ریاست اور ملازمین کو آسانی بخم پہنچائی۔ مالی حالت کا سرا بھی آپ ہی کے سر ہے۔ محکمہ محروسہ میں بڑی بڑی ترقیال کی ہیں۔ گولڈ کی لائن آپ ہی نے تعمیر کرائی۔ نستعلیق کا طاب آپ ہی وجہ سے تیار ہو رہا ہے۔ ۱۹۱۶ء میں پہلے، تعلیمی کانفرنس کے اجلاس میں صدر ہوئے۔ ۱۹۱۵ء میں جنوبی ہند کے مسلمانوں نے تعلیمی کانفرنس کا صدر منتخب کیا۔ یعنی ڈھاکہ مدراس۔ علی گڑھ یونیورسٹیز کے فیلو ہیں۔ تین یونیورسٹیز گورنمنٹ و مجلس اعلیٰ کے آپ رکن بھی ہیں۔ ۱۹۲۶ء میں متجاہب گورنمنٹ ہند آپ کو

کے سی۔ ایس۔ آئی۔ اسی کا خطاب ملا۔ نظام عالی مقام کی طرف سے نواب صدر نواز جنگ بہادر کا مؤخر خطاب مرحمت ہوا۔ ۱۹۲۵ء میں شملہ پر تمام یونیورسٹیز کی متحدہ کمیٹی کے آپ صدر تھے۔ پنجاب یونیورسٹی کا کالونکیشن ایڈریس دیا۔ آپ عالی دماغ خوش اخلاق۔ نرم طبع۔ اعلیٰ خیال۔ بلند ہمت۔ جہاں نواز۔ سخی و دریا مند صوم و صلوات ہیں۔ آپ کی بیگم صاحبہ بھی ہمدرد و دم اور حامی تعلیم و نہایت قابل ہیں۔ آپ کی شادی اپنے ناموں صاحب نجم الدین طیب جی کے یہاں ہوئی ہے۔ حکومت حیدر آباد کی طرف سے آپ جی ریاست کے غائبہ سے جنگ گول میز کانفرنس لندن میں شریعت لے گئے ہیں۔

مختصر یہ کہ آپ کی ذات ستودہ صفات مجموعہ کمالات ہے۔ اور ان تمام باتوں کے موار سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ حیدر آباد کو علاوہ ہندوستان کا ہر فرد بشر آپ کی قابلیت کا محض ہے۔ اور اب انگلستان کے قابل افراد آپ کے تحریمی قاعدے منصف ہیں۔

## کرل آراچ شیشو شنگسٹ پیچ بہادر صدر المہم مالگڈاری دکن

کرل صاحب بہادر کو اعلیٰ قدر حضور نظام نے آپ کی قابلیت کی شہرت نگر گورنمنٹ ہند سے مستعار طور پر ریاست حیدر آباد کے لئے طلب فرمایا۔ آپ ایک تجزیہ کار اور قابل افسر ہیں۔ ریاست شہر میں بھی عرصہ تک رہ چکے ہیں۔ ۱۹۱۲ء میں آپ کانقر صدر المہم مالگڈاری بر عمل میں آیا۔ اس وقت سے نہایت حمن انتظام و قابلیت کیلئے آپ ریاست کے خرائف انجام دے رہے ہیں۔ اس قلیل مدت میں آپ نے بہت زیادہ اصلاحیں محکمہ متعلقہ میں فرمائی ہیں۔

## نواب نظامت جنگ بہادر ایم۔ لے۔ ادبئی ای سی۔ آئی۔ ای سابق صدر المہم سیاسیات

آپ کی عمر تقریباً ۵۸ سال ہے۔ آپ نواب رفت جنگ بہادر مرحوم حضور کے فرزند رشید ہیں جو اپنی ذاتی قابلیت و طلیت و اخلاق





نواب سرزا یار جنگ بہادر ہی اے چوف جسٹس عدالت العالیہ



نواب اکبر یار جنگ بہادر رکن عدالت العالیہ



ڈاکٹر نواب سراج یار جنگ بہادر ایم اے  
بیر-ٹر رکن عدالت العالیہ



ڈاکٹر حاجی نواب ناظر یار جنگ بہادر  
رکن عدالت العالیہ



نواب جیرن یار جنگ بہادر بیرسٹر  
رکن عدالت العالیہ



بنفدت گروا صاحب رکن عدالت العالیہ  
نواب ھشم یار جنگ بہادر ایم اے  
رکن عدالت العالیہ



سرگزشت

نظام نمبر

علیگزہ

نواب بہلہدی یار جنگ بہادر  
معتہد سیاسیات

نواب ذو القدر جنگ بہادر ایم اے بیرسٹر  
سابق معتہد اسورہاہ

مستور بی اے کالڈس آئی سی ایس  
سی آئی ای معتہد صنعت و حرکت



نواب کرامت جنگ بہادر ایف سی ایچ  
معتہد ترینیم

نواب اختر یار جنگ بہادر  
معتہد اسور مذہبی

راے بیجاناتھ ایم اے معتہد مجلس  
وضح آئین و قوانین



نواب اغایار جنگ بہادر  
معتہد سالکزاری

نواب علی نواز جنگ بہادر ایف سی ایچ  
معتہد تعمیرات و آبپاشی

نواب صمد یار جنگ بہادر ایم اے  
معتہد افواج و طبابت







سرگوشٹ

نظام نہر

علیگڑہ

نواب بہمنی یار جنگ بہادر  
معتد سیاسیات



نواب ذو القدر جنگ بہادر ایم۔ بیروٹو  
سابق معتد امور عامہ



مسٹر بی۔ اے کالڈس آئی۔ سی۔ ایس  
سی۔ آئی۔ بی۔ معتد صنعت و حرفت



نواب کرامت جنگ بہادر ایف۔ سی۔ ایچ  
معتد تعلیم



نواب اختر یار جنگ بہادر  
معتد امور مذہبی



راے بیجناٹہ ایم۔ اے۔ معتد مجلس  
وضع آئین و قوانین



نواب اخبار جنگ بہادر  
معتد سالکداری



نواب علی نواز جنگ بہادر ایم۔ سی۔ ایچ  
معتد تعمیرات و آبپاشی



نواب صد یار جنگ بہادر ایم۔ اے  
معتد افواج و طبابت



دہر دی کے علاوہ ریاست حیدرآباد میں خاندانی شرافت و حسن ہندو  
کیوجہ سے ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ مدرسہ اعظم آپ ہی کی تحریک کی قابل  
قدریاد کار ہے۔ ۱۸۵۷ء میں آپ لندن تشریف لے گئے۔ کیرجہ سوجی آپ  
اور ایل۔ ایل بی کی ڈگری حاصل کی۔ ریاست حیدرآباد میں پہلے ہونا  
حیدرآبادی میں جنھوں نے کیرجہ پونیورسٹی سے امتحانات ہیں  
قانونی ڈگری حاصل کی۔ حیدرآباد تشریف لائے توڑے عرصہ بہ  
پھر برٹش کی ڈگری حاصل کر کے لے آگئے۔ لندن بھی گیا۔ بعد اسی  
ولایت ریاست کی خدمات انجام دیں۔ ڈسٹرکٹ جج۔ چیف جج  
ریجنل بانیکر رٹ کے علاوہ عرصہ تک انڈسٹریل کونسل رجنل  
میں سال بانیکر رٹ کے جج رہے۔ دو سال ہوم سکریٹری۔ اس کے  
بعد پھر بانیکر رٹ کے جج ہو گئے۔ دو سال تک آپ چیف جسٹس بھی  
رہے ہیں۔ ۱۹۱۹ء میں آپ کا تقرر عمدہ معتمد سیاسیات پر ہوا اس کے  
بعد سر فریدون الملک بہادر کے ذلیف یاب ہونے پر صدر المہام  
سیاسیات ہو گئے اور انہیں جن انتظام سے فرانس میں بعضی انجام  
دے رہے ہیں۔ آپ نے اپنی کوشش سے حیدرآباد میں ایک  
سرکاری محتاج خانہ قائم کرایا جو کسی ندی میں جب طغیانی آئی  
مٹی اور حیدرآباد کی رونق کو جس سے کافی زوال پہنچا تھا اس کا  
نقص دور کر کے لے آپ ہی نے انتظام فرمایا تھا جسکی وجہ سے  
اب پہلے سے زیادہ رونق دوبالا ہو گئی ہے۔ آپ جس بہر دی  
اور دلہ ہی سے ریاست کے امور سرانجام دیتے ہیں وہ عقیقتاً  
دوسروں کے لئے قابل تقلید نمونہ ہے۔ آپ کو گورنر ہیسبوریل آر  
فینچ کے انزیری سکریٹری ہیں۔ علمی قابلیت کا مہار بلند ہے۔ خوش  
اخلاق ہیں۔ صاحب وضع ہیں۔ خود و خائش سے گریز کرتے ہیں  
ہیں۔ حسن تدبیر کی یہ مثال کافی جو کہ جس وقت گورنمنٹ مدراس اور ملکو  
آصفیہ سے کرشنا دھندیار اس کے پانی پر رو قدح پوری مٹی تو،  
برٹش حکومت کے عمدہ داروں سے جمیشت صدر و فدا آپ نے  
بحث و مباحثہ فرما کر اپنے مطالبات قبول کرائے جنکی نسبت چیف  
انجینئر سٹریکٹری کا خیال تھا کہ برٹش حکومت کے افسران دست بڑا  
نہو گئے۔ آپ کی زندگی بالکل طالب علمانہ ہے۔ باوجود کثرت کار کے زیادہ  
وقت مطالعہ میں صرف فرماتے ہیں۔ انگریزی میں شاعری کا شوق ہے

مختصر آٹھ انڈیا کی تالیف پر انگلینڈ کے مشہور سائنس دان آپ کی  
ناز گنجائی کی داد دی ہے۔ نواب صاحب مددوہ نے ایک مرتبہ حقیقی سیرت  
پر تقریر فرمائی تھی جنہیں مددوہ میں ہمارے نو نکات بیان فرمائے کہ  
انہیں لوگ انکو نہیں بولے۔ مختصر یہ کہ آپ کی ہستی دوسرے لوگوں  
کے لئے رہبری کا کام دے سکتی ہے۔

## نواب عقیل جنگ بہادر صدر المہام پہلک و رکن

آپ عماد الملک بہادر علامہ مولانا مولوی بریدین بلگرامی  
کے بلند اقبال فرزند ہیں۔ نواب عماد الملک بہادر نے سلطنت  
آصفیہ میں جو علمی خدمات سرانجام دی ہیں ان سے زمانہ واقف  
ہے۔ دکن کی جملہ علمی تحریکیں آپ ہی کی خاموش کوششوں سے پاس  
ہوئیں۔ انھوں نے ان کا انتقال ٹانگ کے حادثہ سے بمقام لندن  
ہوا۔ نواب عقیل جنگ بہادر مثل اپنے والد بزرگوار کے خاص  
قابلیت و ولایت رکھتے ہیں۔ آپ اس وقت پہلک و رکن کے صدر المہام  
ہیں اور اپنے فرائض کو نہایت خوبی کے ساتھ اس وقت تک ادا  
فرما رہے ہیں۔

## سرفریدون الملک بہادر نواب فریدون جنگ بہادر صدر المہام اعزاز

آپ کی پیدائش ۱۸۹۹ء میں بمقام حیدرآباد ہوئی۔ آپ کی تعلیم  
و تربیت اعلیٰ چانچاں پر ہوئی تھی۔ ابندار میں آپ سرسارالار جنگ بہادر  
اول کے زمانہ میں ریونیو سرورے و سلطنت کے محکموں میں رہے۔ ان  
تعیینات ہوئے۔ آپ کی جن قابلیت سے علاقہ برہمنی و بیدری کی خبر  
زمینیں آباد ہوئیں۔ بمبئی سرورے کے مطابق آپ نے کام کیا ہے۔  
کے دکان میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔ سرسارالار جنگ بہادر نے خود  
ہو کر آپ کو ایک عدد دھلائی گھڑی معہ زنجیر مرحمت فرمائی۔ اس کے  
بعد ۱۸۸۵ء میں آپ تعلقہ دار اورنگ آباد مقرر ہوئے۔ پھر  
دلوں کے بعد سلطنت انصر مقرر ہوئے۔ یہ ایک نئی بات ہو کر آپ

اپنے تدبیر و معاملہ فہمی و سرمد و لہری کی وجہ سے نواب سرسماں جاہ  
سرو قدار الامرا بہادر و وزیر اعلیٰ یعنی ہمارا سرگن پرشاہ و نواب  
سالار جنگ بہادر ثالث کے پرائیوٹ سکریٹری رہے۔ اس دوران  
آپ نے کئی مرتبہ پیشینا چاہی لیکن آپ کی پیشینا ہذا  
بجربا کا خیال کرتے ہوئے حکومت کو مستفید رہنے کی وجہ سے  
پیشینا کی درخواست منظور نہیں کی گئی۔ گذشتہ زمانہ آپ نے حضور  
نظام عالی مقام کے پرنسپل سکریٹری کی خدمات بھی انجام دی ہیں  
آپ گارڈن کلب و رائل اینشیاٹک سوسائٹی کے ممبر بھی تھے۔  
آپ کے صاحبزادہ صاحب برار میں ڈپٹی کمشنر ہیں۔ انگریزی کے  
آپ نامہ نگار تھے اور کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ سلاطین  
میں آپ کو سی۔ آئی۔ ای اور سلاطین میں کے سی۔ ایس ایچ  
کے خطابات منجانب گورنمنٹ عطا ہوئے۔ بقیہ خطابات حکومت  
نظام کی طرف سے عطا ہوئے ہیں۔ آپ پارسی تھے۔ لیکن ہر مذہب  
کو ادا دیتے تھے۔ آپ کے یہاں عالموں کا مجمع رہتا تھا سخاوت  
اور فیاضی کی زندہ مثال تھے۔ حضور نظام نے اول اول آپکو  
صدر المہام کیا پھر یو جی سیٹھی و نظیفہ مقرر فرمایا۔ مگر بہترین اور مفید  
مشوروں کے لئے انتظامی کونسل کارکن اور اعزازی صدر المہام  
کر دیا۔ سید علی امام کی واپسی پر درمیان میں آپ صدر اعظم کے  
انتخاب تک صدر اعظم رہے۔ آپ ہی نے ہمارا سرگن پرشاہ  
بہادر کو صدر اعظم کا چارج دیا۔ حیدر آباد میں آپ کا نام خاص  
وقت سے لیا جاتا ہے۔ آئندہ روز کے لئے آپ کا کھر ہر وقت کھلا  
رہتا ہے۔ ۱۹۳۹ء میں آپ کا انتقال ہوا ہے۔

## نواب سیرامین جنگ بہادر صدر المہام پیشی خصوصاً نظام

آپ کا اسم گرامی مولوی سید احمد حسین صاحب ہے۔ آپکا  
سنہ پیدائش ۱۸۶۷ء ہے۔ آپ کے والد صاحب قبل کا نام  
محمد خطیب مولوی محمد قاسم صاحب تھا۔ جو صوبہ مدراس میں ضلع  
سلیم پور کے مؤثر ترین عالموں میں شمار ہوتے تھے۔ ابتدا میں ہی  
تعلیم و تربیت اعلیٰ پیمانہ پر اپنے مکان ہی پر ہوئی۔ اس کے بعد  
آپ کو سچن کالج میں داخل ہو گئے جہاں آپ نے گورنر اسکالرشپ

حاصل کیا۔ آپ نے بی۔ اے کا امتحان ۱۸۸۵ء میں پاس کیا۔  
اور ایل۔ ایل۔ بی۔ ۱۸۹۰ء میں اور ایم۔ اے۔ ۱۸۹۲ء میں۔ ایل۔ ایل۔  
۱۸۹۲ء میں ڈپٹی کمشنر بن گئے۔ سلاطین میں علوفت غفران  
مکان میر محبوب علیاں بہادر کے اسٹنٹ پرائیوٹ سکریٹری ہوئے  
اور بعد ازاں سلاطین سے علوفت نظام عالی منزلت کے چیف  
سکریٹری کے فرائض پر فائز المہام ہوئے ہیں۔ جس عہدہ کو صدر  
اعظم پیشی علوفت منظم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سلاطین میں  
آپ کو سی۔ ایس۔ آئی اور ۱۹۲۵ء میں نائٹ کے خطابات ملے  
نظام عالی مقام کو آپ پر کافی اعتماد ہے۔ آپ کا کتب خانہ وسیع  
ہے۔ آپ نیک طبیعت خوش اخلاق با مروت۔ با وضع اور مرم  
وصلوۃ کے پابند ہونے کے علاوہ ایک فاضل اہل بزرگ ہیں۔

## لئے مرید ہر راجہ فتح نواز و ننت بہادر انجمنی

### صدر المہام صرف خاص

آپ منشی منوال صاحب انجمنی اگر کو انجمنی انہار کے صاحبزادے  
تھے۔ جن کو بعد خدمات صدر سے ہر گورنمنٹ ہند کی طرف سے  
بند شہر یو۔ پی کے ضلع میں کچھ مواضعات عطا ہوئے تھے۔  
راجہ صاحب انجمنی کلکتہ یونیورسٹی کے ایف۔ اے تھے۔  
حیدر آباد میں بحیثیت املاہی آپ کا تقرر ہوا۔ اس کے بعد تعلقات  
سویج مقرر کئے گئے۔ چند ہی دن میں دیانتداری اور نیک نافی  
کی وجہ سے تعلقات دویم ہو گئے۔ پھر اس کے بعد سلاطین میں  
آپ اسٹنٹ سکریٹری ریونیو یو ڈ مقرر ہوئے۔ ۱۸۸۸ء میں  
حن قابلیت اور حن کارکردگی کی وجہ سے تعلقات اول ہو گئے  
اس کے بعد کچھ عرصہ اپیشن کمیشن میں رہے اور وہاں سے  
صوبہ دار اور تک آباد ہو کر تبدیل ہو گئے۔ بعد ریونیو یو ڈ کے  
ممبر مقرر کئے گئے۔ ساتھ ہی سٹن جی کے بھی اختیارات تفویض  
ہوئے۔ سلاطین میں آئینل جسٹس گرینن جج بائیکورٹ الر آباد  
کے ساتھ بمقدار نواب سلطان نواز جنگ بہادر تحقیقات پیش کی گئیں  
گورنمنٹ نے آپ کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد محمد مانگڑ اری،

مقرر ہوئے لیکن صدر المہامی صرف خاص کا بھی خلق آپ ہی رہا۔ جس وقت باب حکومت قائم ہو گیا تو آپ صدر المہام مالگزار مقرر فرمائے گئے۔ اس عہدہ پر مولوی عبداللہ یوسف صاحب کے آئے نیک رہے اور پھر صدر المہام صرف خاص ہو گئے۔ اس کے بعد جن لال صاحب بی۔ اے آپ کے بڑے صاحبزادے صاحب تعلقات اول ہیں۔ آپ کی دیانتداری۔ نیک بینی و دیباہ حلیم الطبعی پر اعظمت کو اعتماد کلی حاصل تھا۔

مولوی خان فخر الدین احمد خان صاحبی۔ اے  
نواب فخر یار جنگ بہادر محمد فنانس

آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی خان بہادر غلام احمد خان صاحب مرحوم تھا۔ جو پنجاب کے مشہور پٹھان خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ایام غدر میں برٹش حکومت کی خدمات انجام دی تھیں۔ پنجاب میں عہدہ سنگ مسٹنٹ کسٹریجر رہے۔ اور بعد میں خان بہادر صاحب مرحوم کی خدمات ریاست کشمیر میں مستعار ہو گئے۔ کشمیر ہو چکا کشمیر مال کی حیثیت سے آپ نے بہت کچھ ترقی فرمائی۔ ریاست کشمیر اور گورنمنٹ ہند دونوں آپ کے مداح رہے۔ انیس سو دو دوران ملازمت کشمیر ہی میں بکا انتقال ہو گیا جس پر ریاست کشمیر نے بہت ہی اظہار رنج و ملال فرمایا۔ آپ کے چار صاحبزادے ہیں۔ مولوی خان فخر الدین احمد خان صاحب۔ خان بہادر عبدالغفور خان صاحب سرٹمنٹ پوس۔ خان بہادر رسول خان صاحب۔ عبدالمطین خاں صاحب۔ نواب فخر یار جنگ بہادر بی۔ اے علیگ ہیں۔ خاص اعزاز کے ساتھ آپ نے علی گڑھ سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل فرمائی۔ اس کے بعد آپ نے انوکھٹ کے امتحان میں کامیابی حاصل کی اور اس میں کامیاب ہونے کے بعد انوکھٹ کوٹنٹ جنرل مقرر ہوئے۔ سفارت برٹش کے ساتھ اسی درمیان میں آپ کابل بھی تشریف لے گئے تھے۔

حکومت نظام نے چند دن کے بعد آپ کی خدمات تعینا

ہیں۔ اول اول حیدر آباد ہو چکا آپ کو مسٹ جنرل اور اس کے بعد محمد فنانس ہوئے۔ مسٹر گھنسی کے چلے جانے پر درمیان میں کچھ دنوں کے لئے صدر المہام فنانس بھی رہ چکے ہیں۔ آپ نے اپنے حکموں میں بہت کچھ ترقیاں فرمائیں۔ آپ اعلیٰ کیرکٹر و دیانتدار تھے۔ جفاکش۔ خوش اخلاق۔ راسخ اور ملنسار و جوان ہیں۔ آپ نے سرج می اور فرمایا ہے اور محل میلاد سے خاص شغف رکھتے ہیں۔

نواب والقدرب جنگ بہادر ایم اے بیٹریٹ لاسٹمنٹ  
لست کو توالی معارفہ ہوم سکرٹری جیٹ آباد کن

نواب والقدرب جنگ بہادر کے والد ماجد نواب خاندان بیک لہاؤب۔ نواب اور جنگ بہادر یہ خود دوں شیاں عظمت میر محبوب علیخان بہادر کے تالیق شفیق تھے اور ایک نام نیک پیشی کے چیف سکرٹری رہے ہیں۔ آپ ۱۸۸۷ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت اعلیٰ بیانا پر ہوئی جو آپ نے مدرار اعزہ بیت جان کرم واسکاش ہائی اسکول وغیرہ میں تعلیم حاصل کی جو ۱۸۹۶ میں حکومت آصفیہ نے آپ کو مکمل تعلیم کے لئے ولایت رواد کیا۔ لندن ہو چکا آپ ٹیبل لندن و کرائسٹ کالج میں داخل ہو گئے اور ۱۹۰۶ میں ڈگری کی ڈگری حاصل کی۔

حیدر آباد واپس ہوئے اور پہلے پبل پھوڈ پر ریڈنی مسٹریٹ مقرر ہوئے اور چند دن کے بعد ہی چیف پبلیسنی مسٹریٹ مقرر فرمائے گئے۔ ۱۹۰۷ میں آپ کی عمر صرف اکتیس سال کی تھی لیکن قابلیت و تجربات کی بنا پر آپ سپرنٹنڈنٹ ہائیکورٹ مقرر فرمائے گئے۔ اس کے بعد آپ نے ہوم سکرٹری کے فرائض بھی انجام دئے اور دوسری تہذیبوں کے بھی تجربات حاصل فرماتے رہے۔ آپ کو علم سے خاص توجہ تھی۔ تاریخ اندس آپ کی بہترین تصنیف ہے۔ آپ پبلکیشن اور متواتر نیک و خوشگوار اور آزمودہ میٹروں میں شمار ہوتے ہیں۔ اور ہوم سکرٹری کے عہدہ سے حال ہی میں پیشن یاب ہوئے ہیں۔

# ہر خوبانِ دکن کا ناز اچھا بانگین اچھا

ماماک میں جہاں کی کیون ہو اپنا وطن اچھا ۛ ہر گل شاہانِ ہفت اقلیم میں شاہ دکن اچھا  
 ہمارے واسطے اطرافِ ظلِ اندہ کافی ہیں ۛ ملا ہر خوبی تقدیرِ سرسایہ گلن اچھا  
 نہیں کیا مالِ دُزر سے دامنِ اہلِ طلب ۛ نہیں اے ساکنانِ ہند کیا ملکِ دکن اچھا  
 یہاں کے نافرمانِ آہو صحرا کو گرسونگیں ۛ نہ پائیں پھر کبھی اہلِ ختنِ مشکِ ختن اچھا  
 حسینانِ بنارس کی فقط شہرتِ شہی ۛ ہر خوبانِ دکن کا ناز اچھا بانگین اچھا  
 رہی کوئی کہاں جا کر بنا ونگل ہی ہندوستان ۛ لڑائی سے نہیں کیا۔ یہ بہر اس دکن اچھا  
 نہیں بیجا جوانانِ چمن کا نازِ شادابی ۛ وطن کو اپنے سمجھیں کیون اپنا وطن اچھا

ہر طرزِ حضرتِ غالب پسندِ خاطرِ طالب  
 نہ ہو کیون شاعری میں اسکا اندازِ سخن اچھا

(ڈاکٹر عثمان نواز جنگ بہادر غالب ایم۔ بی۔ ایس۔ اینک۔ بی۔ سول سرجن و کاروبارِ ملکہ)





سرگزشت

نظام نمبر

علیگزہ

مسٹر محمد ابوتراب فاظم  
تعمیرات

خان بہادر مرزا اکبر بیگ ایم اے  
آئی سی ای فاظم تعلیمات

نقل شیبہ مولوی محمد سید حسین صاحب جعفری  
بی اے (آکسن) ذائب فاظم تعلیمات سرکار ہالی



مولوی خان فضل محمد خان  
ایم اے فاظم تعلیمات

مسٹر سجاد مرزا ایم اے پرنسپل  
چادر گہات کالج

مسٹر سید عارف الدین بی ایس سی  
سرکاری جامعہ عثمانیہ



مسٹر شفیع احمد حیدر آبادی۔ جنہوں نے انگلستان کے رودبار میں  
قریب ۷۲ گھنٹہ تیر کر دنیا میں نام حاصل کیا ہے

مسٹر سی سی پال فاظم خصوصی نظام ساگر





سرگزشت

نظام نمبر

علیگزہ

اظہر حسن بی۔ اے فائبر معتمد ہوم سکرتوری

نواب سردار جنگ بہادر

نواب قادر جنگ بہادر



مستور مہر علی فضل سی ای اے ایم  
آئی ای فاضل ارائش بلدہ

مستور غلام محمود قریشی فائبر  
مستور سالگزار

مستور سید یوسف علی فائبر  
مستور تعمیرات



مستور احسن الزمان فاضل قرینچم

مستور سید محمد تقی فاضل ابکاری

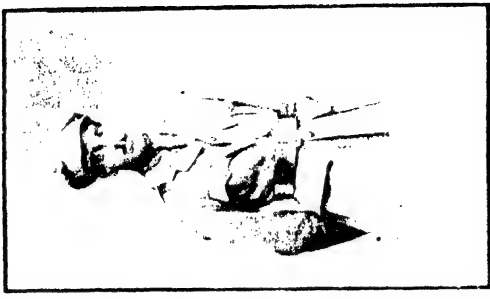
مستور غلام غوث خان فاضل کورت آت دارہ



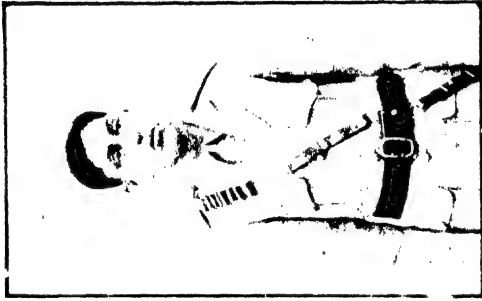




کپٹن ایم ایچ خان ملک کنگس اون



نواب حسن یار جنگ بہادر علیک



کپٹن غلام مہمون الدین علیک



ملٹری گروپ حیدرآباد



قلو پارٹی بمقام ملٹری کلب سکندرآباد







# خواب

مندرجہ ذیل حالات جو فی الحقیقت صاحبِ معنوں اور ناظرین کے واسطے ایک خواب ہی سلطنت حیدر آباد کے پچاس ساٹھ سال قبل کے صحیح حالات ہیں جن کے دیکھنے و جاننے والوں میں اب شاید ہی کوئی صاحبِ باقی ہوں جس زمانہ کے یہ واقعات ہیں اسی زمانہ کی زبان پر "سرگزشت" کو اس معنوں پر خاص ناز ہی ہم دست بدعا رہیں کہ خدا رباک مہر تر موجودہ سلطان و سلطنت حیدر آباد کو ابدال آباد تک باہر امداد قائم و دائم رکھے۔ آمین۔ اور صاحبِ معنوں جو فی الحقیقت اس وقت باقیات الصالحین سے ہیں عرصہ دراز تک زندہ و سلامت رہیں۔ حیدر آباد کے تو صاحبِ یکم مارچ ۱۸۵۷ تک صاحبِ معنوں کے نام نامی سے ہجرت و اطلاع دیں گے ہم ایک جلد نظام نمبر انکی خدمت میں پیش کرینگے۔ اطمینان

ہیں ایک روز صبح کے وقت اس شعر کے مطالب پر غور کر رہا تھا۔

بہر لحظہ ہر ساعت بہت سردم

دگر کوں می شود احوال عالم

اس عالم کون و نہاد میں اجرام و اجسام و حیوان و نباتات

و جمادات میں جاری ہے۔ کہ یکایک جملہ کو خود کی آگئی اور تغیرات

قدر نے جملہ کو عجیب تماشا اس حالت میں دکھایا۔ یعنی میں نے دیکھا

کہ گویا میں حیدر آباد میں ہوں اور پتھر ٹھکی کے ایک بلند مقام

پر استنادہ ہوں۔ آواز و نظارہ و طبل کی میرے کان میں آ رہی

ہے۔ غور کر کے جو میں نے دیکھا تو فوق جوق جو انان ذرہ پوش آلات

حرب سے آراستہ طبل زمان چلے آ رہے ہیں اور ہر گروہ کے عقب

میں ان کے سران سپاہ و مجدداران لباس زرق و برق میں راستہ

دستار بر سر و سپر بر دوش۔ ٹیڈی بدست۔ ڈاڑھیوں ڈھانپے سے

بند ہی ہوئیں۔ کوئی ہودج فیل پر نشین۔ کوئی اسپ سوار چھتر مختلف

رنگ کے سایہ میں بیٹے بعد دیگر سے چلے آتے ہیں۔ بدریافت معلوم

ہو کہ یہ مجدداران غلام حجت راجپوت پٹھان اس جلوس کے ساتھ وزیراعظم

نواب مختار الملک سالار جنگ کے سلام کے واسطے ہر روز جایا کرتے ہیں

ان کے بعد ایک عجیب و مختار غل اور بندو قوں کی آواز سنائی دی۔

اور پھر دیکھا کہ جو انان عجب ہمیشہ باشان گان حضرت اپنی وحشی حربی

کی کلکاریاں مارتے ہوئے۔ بندوقیں توڑیدار دھنپے ہوئے۔ ٹنگی شہید کے

باقی بچیتے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ ان کے پیچھے مجدداران عجب شکل

مقدم جنگ و برق جنگ غالب جنگ عماری ہائے زر نگار پر نشین۔

چھتر مختلف رنگ کے سایہ میں آ رہے ہیں اور یہی وزارت پناہ کو

سلام کو جا رہے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ گویا میں آمینہ خانہ میں گیا ہوں

ایک مختصر خوبصورت مکان در و دیوار و سقف شیشہ ہائے مختلف آلات

سے جگہ گار ہے ہیں۔ ایک طرف کتاب خانہ اور دوسری طرف نشین گاہ

جس میں اہل دیوار زیادہ تر مجدداران عجب شان و شوکت سے منتظر

یاد آوری دیار یابی بیٹھے ہوئے۔ تیسری طرف ایک زینہ پر جس

زینہ کے ساتھ بالا خانہ پر چڑھ گیا ہوں۔ یہ ایک لمبی گلیااری ہے اور

اطراف میں مختلف کمرے۔ ہر کمرہ کے دروازہ پر پردہ پڑے ہوئے

اور شکر و چشمان مستعد بکار و گوش بر آواز بیٹھے ہوئے ہیں۔ انیس

سے ایک جگہ کو دیکھا کہ جلد راسنے کے کمرے میں گلاب نوا صاحب

شیر وانی جامہ دار کشمیری در بر کلاہ بخارائی زر نگار بر سر گوشہ کلاہ خمیدہ

سرخ و سفید رنگ ریش تراشیدہ چوڑا مینہ فراخ پیشانی بکمال رعب و

دب پھل بدست ایک کوچ پر پشت بر تنگ زوہ رونق افزہ ہیں مگر د

اس کوچ کے بستے کے بستے مختلف حکمات کے کاغذات کے پڑے

ہوئے ہیں اور چند کاغذات سینہ پاک پر بھی لکھے ہوئے ہیں جملہ



ایک کرسی پر جو قریب کوچا مٹی بیٹھے گا اشارہ کیا۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ یہ محنت شاقہ تمام روز تادواں دہ ساعت شب فقط سرکار ہی برداشت کر سکتے ہیں۔ مسکرا کر فرمایا کہ اگر آج کا کام آج ہی ختم نہ کروں تو دوسرے دن دوسری محنت کرنی پڑتی ہے۔ اتنے میں ایک نہایت کبیرا سن۔ سیاہ رنگ۔ ریش معید۔ حیدہ قامت۔ دوتا چوہداری برسر ایک پتلی چھڑی در دست کمر بستہ کمرہ میں آیا۔ یہ خیمہ قفاست ہیر فروت و حیرہ فقیر محمد نامی جمدار چوہداران دیوانہ تھا۔ چونکہ اصحاب کی سن طفلی سے بے باک اور دین دریدہ تھا۔ اس نے گستاخانہ پڑھی، آواز سے کہا کہ جلوا اٹھو کنگ کاغذ پٹا کر دے۔ ڈیوڑھی مبارک شاہی کے اٹھارے برائے سلام مج جو گئے ہیں۔ تمھارے چچا نے تو کبھی اہل بابا کو منتظر نہ رکھا تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ میں دوسرے کمرے میں استاذ ہوں اور اہل دربار اکثر اہل ملک اور بعض غیر ملک اپنے اپنے وطن کو لباس و ہر دستار برسر کمر بستہ بدواری بیٹھے ہوئے ہیں اور فقیر محمد و حیرہ چوہداران چھڑی بدست ہر طرف شباز نفوذ ڈرا رہا ہے۔ اتنے میں ایک نہایت عالی مرتبہ حمودی جمدار نے پگڑی اتار کر سر پر ہاتھ پیرا تھا کہ میان فقیر محمد کی ادب آموز چھڑی انکی موزاخیدہ شفاف سر پر، چٹکی اور ساتھ ہی اسکے یہ بلند آواز ہوشیار کیا کہ یہ دادا جان کا گھر نہیں ہو کہ بے تکلف ہو گئے۔ اتنے میں چوہداران کی آواز آئی، ادب بجالاؤ ادب سے۔ ملاحظہ سے۔ سب اہل دربار سر قد اٹھ کھڑے ہوئے اور چند چکنیاں در دہن مبارک چاہتے ہوئے ہر ایک کا سلام لیتے ہوئے منید و زارت پر شیر دانی جامہ وارد در بر کلاہ در نگار بر سر مثل شیر نر، دوزانو بیٹھ گئے۔ اہل دربار میں سے ایک نے قریب مند اگر کوئی درخواست پیش کی وہ دیگر مند پر مکی۔ دوسرے صاحب شاہدادہ کے رہنے والے دو تین سال کے امیدوار نے قریب مند اگر ایک باقی پیش کی۔ صرف ایک شر باد رہ گیا۔

کچھ نہ پوچھو کہ کیا پیٹے ہیں کیا کھاتے ہیں  
بیٹھ کر روز میانہ میں ہوا کھاتے ہیں،

وزارت پناہ نے مسکرا کر وہ قطعہ بھی مسند پر رکھ دیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ حکومت آدمیہ اخلاق سبحان اللہ! پھر میں نے دیکھا کہ میں دوسرے کمرہ میں گیا ہوں۔ وزارت پناہ مند پر جلوہ فرما

اور بسنے کاغذات کے گرد مند ایک کاغذ و پتلی بدست مسند کے قریب خانگی ملازمین مجلس و لباس و گئی مثل میر رضا علی استاد و دار و غیر جملہ لوہا ب و کو کا تھوڑی ادب سے بیٹھے ہوئے آپس میں موبدانہ طرائف سے چھیڑ چھاڑ کر رہے ہیں اور خود بد و ملت بھی لکھتے لکھتے ان کی طرف پر تبسم فرماتے جاتے ہیں۔ اب یہاں سماں بدلا۔

میں نے دیکھا کہ میں چار مینار سے کے دالان میں کھڑا ہوں اور آواز جمل و نقارہ آرہی ہے کہ بیکار ایک ایک خیل پاسہ کو بلند دندان دراز جس پر سودا کا شرف ادا حق ہو۔

ہاتھ بیلنے نکالے ہیں سیہ خچے سے،  
سن کے مجھوں کے کہیں سلسلہ پائی جنک

نظر آیا اور اس پر ایک سروریش دراز ایک بلند نشان در دست نشست ہے۔ اس کے پیچھے دو سوار نقارہ زنان اور عنقب میں بجوم بزمندان جھنڈیاں بدست۔ ان کے بعد ایک جھپٹ پیدوں کی قدم فراموشی دیو پڑے ہوئے مندوق بدوش اور اسنے پیچھے چند سوار دکنی لباس پہنے ہوئے ڈال تلوار و غیرہ سے آراستہ۔ انھیں یہ سلسلہ ختم نہ ہونے پایا تھا کہ معلوم ہوا کہ نواب شمس الامراء امیر کبیر عمدہ الملک ہمارا عزت تجلے میاں کی سواری سامانے دراز کے بعد نکلی ہے اور صاحب عالی شان ہمارا ریز پڈنٹ سے طے تشریف لیا رہے ہیں۔ پھر مجھ کو محسوس ہوا کہ گویا کسی نے مجھ کو ریز پڈنٹ کے قعر عظیم الشان کے زینے کے ایک قد چھ پر کھڑا کر دیا ہے۔ اور یہی جلوس جئے بعد دیگرے سامنے سے گزر رہا ہے۔ نیم ساعت یا اس سے زیادہ کے بعد ایک پوچار قریب زینہ کے پہنچا اور ریز پڈنٹ ہمارا درجہ بجلت مکملہ نائب زینہ آخر آئے اور دست بدست نواب صاحب کو اوپر لے گئے۔ پھر میں نے دیکھا کہ گویا میں نواب صاحب کی ڈیوڑھی میں ہوں۔ ایک مختصر سا جلوہ خانہ اطراف میں حجرہ ہائے پہرہ دالان و نشست شاگرد پیشگان اور سامنے ایک مختصر سوری۔ دو دروں میں، پردے پڑے ہوئے ہیں کہ اتنے میں ایک نیم و شہم شخص لمبا قد سفید رنگ دراز کمر میں پیش قبض لگا ہوا مجلس و گئی میرے روبرو آیا۔ معلوم ہوا کہ یہ محمد شکور خان ناماں ڈیوڑھی مبارک ہے۔ مجھ کو اپنے ساتھ سہ دوسری میں لے گیا۔ ایک نہایت مختصر دالان۔ میز کوچا۔ کرسی سے مبرا صرف درمی چاندنی کا فرش۔ ایک در کے کنارے پر مند بھی ہوئی۔ اس کے

پس پشت ایک چھوٹی سی الماری۔ مندر پر خود بدولت رونق افروز، دستار مٹھیابی بر سر خفیف وضعت چہرہ مثل جامہ کردہ برقعہ سفید شیش ترشیدہ چہرہ سے کمال درجہ رعب امارت عیاں عمر و سال کمال شان و شوکت سے نگہ بر پشت مندر زدہ۔ ایک کتاب سامنے رکھی جو۔ میں نے آگے بڑھ کر مودبانہ سلام کیا۔ مندر کے قریب بیٹھے کا اشارہ فرمایا۔

میں نے اس کتاب پر نظر ڈالی۔ ارشاد ہوا کہ یہ کتاب علم ہیئت میں ہے۔ کیا تم حوی پڑھے ہوئے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ اس قدر کہ اس کتاب کے مطالب کو سمجھ سکوں۔ فرمایا کہ تم انگریزی داں لوگ تو اپنی ہی مکتبہ علم پر نازاں ہو۔ تم نے ہمارا جہاں غما نہیں دیکھا اور اس آہنی گوسے کو بھی نہیں دیکھا جو ہتھاری بات کا جواب دیتا جو میں نے عرض کیا کہ سبحان اللہ یہ صفت بھی ایک اعجاز و کرامات ہے۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ تم مختار الملک سے ملے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ میں وہیں سے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا کہ مختار الملک میرا بچہ ہے مگر ہمارے واسطے اس کا وجود ایک نعمت عقلی ہے۔ نہایت دراز و خورش فخر۔ عین وقت پر انتقال ذہن کا مشاق۔ ناظر اللہ وہ تھے کہ مابعد دولت و اقبال نے خاندان دیوانی کے کچے میں کر یہ میرا نکالا ہے۔ اور ہم تو ان کا روضہ ہو چکے۔ بقول مخفف "سن رکھو تم فنا میں ہم لوگ"

پھر میں نے دیکھا کہ میں پیشکار سلطنت آصفیہ ہمارا چہرہ نر ندر بہادر کی ڈیوڈ ہی پر پہنچا ہوں۔ گرم موسم اور گرمی کا وقت ہے۔ اٹل فانی مجددار۔ سیاہ رنگ۔ بھلا جسم ہے۔ شاگرد میٹھے مجھ سے کہا کہ ہمارا چہرہ بھلا ہے اس سے تشریف فرما ہیں۔ خلاصہ اس کے بعد اطلاع مجھ کو اس نے مجھ سے میں بلایا۔ اندر اس قدر اندر میرا تھا کہ شب و بچہ بھی اس کے آگے شرمائے۔ اتنے میں خود بدولت نے آواز دی کہ آگے بڑھو۔ میں نے اسی آواز پر سلام ادا کیا۔ اس حوض میں آنکھ میں عادی اس اندر میرے کی ہو گئی تھی۔ میں نے دیکھا آپ دکنی انگریز کا ہوا۔ بر۔ مشاق فاعلامہ بر سر ایک تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں سرخ سفید رنگ مگر ایک گونہ مرجھایا ہوا اور قریب میں ایک اور تخت جس پر کتابوں کا منار ہے۔ ایک کتاب ہاتھ میں ہے۔ مجھ کو پاؤں پاس بیٹھنے کا حکم دیا اور کہا کہ کتاب شیعہ بولی (یا کچھ ایسا ہی نام لیا)

رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف علم کلیات میں ہے۔ اسی اشارہ گفتگو میں فرمایا کہ دو کبار رسول اللہ صومعہ گڑی ہمارے انقرض دیدہ کے فلاں اشوک میں ہے۔ عجب ترانیکہ ہمارے ہاں بھی اوتار برابر آتے رہے ہیں مگر کسی نے یہ نہیں کہا کہ ہم انہ آئیں گے۔ یہی حال انبیاء ربی اسرئیل کا ہے۔ کسی نے اپنے تئیں خاتم نہیں کہا۔ سنے کہ حضرت عیسیٰ مسیح بھی پھر آنے والے ہیں۔ سو اٹے پیغمبر عربی کے کہ آپ نے اعلان فرما دیا کہ میں خاتم سلسلہ رسالت ہوں اور واقعی ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کے بعد پھر صاحب کثرت کسی ملک میں پیدا نہیں ہوا۔ اتنے میں موکل خواب مجھ کو خواب قار اللہ امیر کبیر ثالث کی ڈیوڈ ہی میں لے گیا۔ ایک باغ وسیع پر نفعنا کی بیج میں ایک بلند و بالا کوئی ہے۔ نیچے کے حصہ میں شاہ پورجی میانہ قندم رنگ۔ سیاہ کوٹ دربر کلاہ چینی غا بر سر نے مجھ سے کہا کہ آپ بیٹھے، میں اطلاع کرتا ہوں۔ یہ وہ پارسی ہے جس نے اپنے آقا کو ولی نعمت کی غیر خواہی میں مختار الملک کے مانند ہوشیار و زبرد کو چھٹی کا دودہ یاد دلایا۔ خلاصہ ایک شاہ پورجی مجھ کو بالا خانہ پر لگیا۔ ایک وسیع والاں کے بیچ میں مندر پر خود بدولت ہر طرف تنکیوں کے سہارے مگر سائیاں اکر کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ داڑھی خشتی شی سوئے سر سراسیدہ، سوچیں چڑھی ہوئیں ایسی کہ ایک لیور رکھ دیا جائے۔ دستار خاندانی بر سر۔ میانہ قد سبزہ رنگ تور چڑھے ہوئے۔ ڈھال تلوار قریب مندر، میرا سلام بھی بے رحمی سے دیکھ بیٹھے کا حکم دیا اور مجھے فرمایا تم جانتے ہو ہمارا خاندان قدیم الایام سے تم لوگوں سے سلوک کرتا ہے۔ کب آتم ہمزہ علیخان سے نہیں ملے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ اکثر جیسے ملتے رہتے ہیں۔ فرمایا انھیں سے پوچھو۔ پھر فرمایا کہ تم کو مختار الملک تک حرام کے برے خیر خواہ ہو ہر وقت انکی توفیق گوش گزار حضرت اقدس واعلیٰ سے کرتے رہتے ہو۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ خدا خیر کرے۔ اور عرض کیا کہ اگر ہی خیال سرکار کا ہے تو مجھ کو اس قدر مت سے ہٹ کر اضلاع میں بھجا دیجئے۔ پھر فرمایا کہ پھر لوگوں میں تم ہمارے سلوک تہذیب کا خیال کر کے ہماری غیر خواہی کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ اس میں تو میری عزت ہے۔ یہ سنکر مزاج دہیا ہوا اور شاہ پورجی سے کہا کہ انکو بیجا کر بر طور دار اقبال اللہ وہ سے ملاؤ۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ مختار الملک نے تم فاقیوں کو ہماری ریاست میں جبر دیا جو ہمارے

آداب دربار اور ہماری معاشرت قدیم سے ناواقف اپنا پرٹ بھرنگو آئے ہیں۔ اپنے ہی خیر خواہ ہیں۔ یہ کھکر بھیری طرف دیکھا اور کہا کہ میں اس راضی بکچھ نہیں ڈرتا ہوں۔ شوق سے تم اس سے کہہ دینا۔ میں نے عرض کیا۔ خداوند متعال میں ایک خوب آدمی ملازمت پر ہیں اور تمام نہیں ہوں۔ اگر یہ خیال آپ کا میری نسبت ہو تو جھگڑا ہی ڈیوڑھی مبارک کی کوئی خدمت عطا فرمادیجئے۔ ہنوز نواب مر دمیدان کی آواز میرے کان میں گونج رہی تھی کہ ملک اخیل جھگو نواب مستطاب امیر کبیر مسالامہ اور خورشید جاہ ببادری ڈیوڑھی میں لے گیا۔ ایک دسج سخن ہے جسے رو برو سر ہنگ کشیدہ دیوار بلند و روانہ۔ پہرہ داران و دردی پوشش۔ بند و بدوش شل رہے ہیں۔ ایک طرف ایک گردہ چاک برادران کا چاک بدست کھڑا ہے۔ ایک مخفقی بارہ دری۔ ہر در پر پردہ ہائے نبات بند کر ہوئے ہیں۔ میں چند قدم جانب بارہ دری بڑھا تھا کہ سید میر و دیگرہ شاگرد میثان میرے پاس آیا اور کہا کہ سرکار غماز ادا فرما رہے ہیں۔ مگر مجھ کو حکم ہوا کہ میں آپ کو مسند کے پاس لا کر بٹھا دوں چنانچہ میں نے دیکھا کہ نواب صاحب اونچا کھڑکیروں پر ہنوز ناخنیں ٹول ہیں سیانہ قد۔ دو ہر اجم۔ سرخ و سفید رنگ۔ انگوٹھا چویدار زیب تن اس قدر باریک کہ ہم مبارک کی سرخی انہیں سے چھین رہی ہو۔ خوشحالی ریش۔ سر تر کشیدہ۔ دستار آصف جاہی سدا ایک سنہری طرہ برسر۔ عام حالت کمال درجہ رعب و اب امارت جیسا ہے۔ بعد فراغت نواب بھیری طرف مخاطب ہوئے ہیں۔ نے سرو قد اٹھ کر ماسک نیاز ادا کیا وہاں کہ کھانے آ رہی ہو۔ میں نے عرض کیا کہ عرصہ سے قدمبوسی حاصل نہیں کی اس خیال کو حاضر ہوا ہوں۔ اس عرصہ میں سید میر و نے عرض کیا کہ، متصدیان کا رخا نہ باک متفرق باسید باریابی حاضر ہیں۔ میں نے یہ اسکر اٹھنا چاہا مگر حکم ہوا کہ بیٹھے رہو۔ خلاصہ اینکه ہر متصدی اپنی باجی سے بار یاب ہونا۔ کاغذات ملاحظہ میں پیش کرتا۔ دستخط لیتا اور برخواست کیا جاتا۔ اخیر میں میں نے دیکھا ایک طرف جس کو ٹوکرا کہا چاہیے مسند کے رو برو رکھا گیا اور متصدی اس میں سے ہر چیز ملاحظہ کرتا جاتا تھا۔ مجھ ایک رنگ لگا ہوا تین کاغذات میں، ملاحظہ میں پیش ہوا۔ میں نے ہنوز اس کو دیکھا۔ مسکر کر فرمایا کہ انکو

تغیب ہوا۔ چونکہ یہ طرف قدیم سے مندرج غرست رہتا آیا ہے۔ متصدی کی مجال نہ تھی کہ ملاحظہ میں پیش نہ کرتا۔ نئے اصغیاہ کی حکایت نہیں سنی کہ زمانہ ڈیوڑھی مبارک کے رو برو جو شبیار و دفن جلا کرتا تھا۔ اس کی فرد پیش ہوئی۔ اسکو دیکھ کر متصدی سے پوچھا کہ آج دو تولد و دفن فرد میں کیوں زیادہ مندرج ہے۔ پھر فرمایا کہ ہم تو غریب آدمی ہیں۔ آصف جاہ کو دیکھو کہ چند چاک کے رہیں ایک متصدی سے روغن کی زیادتی کا سبب دریافت کر رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے نواب مختار الملک بہادر کا انتظام خانہ داری بھی دیکھا ہے۔ مگر سرکار کا قدم آگے بڑھا ہوا ہے۔ مسکر کر فرمایا کہ میرا کارخانہ تو مختصر ہے۔ مختار الملک نواب ایک سلطنت کا ذمہ دار ہے۔ اگر وہ اسقدر محنت نہ کرے تو معاملہ اندا و بند ہو جائے بازم اس نے ایک بہت بڑی غلطی یہی ہے کہ اپنے بلدہ والو کو حقیر کہا ہے اور افاقوں کو ریاست میں داخل کر رکھا ہے۔ کوئی مدد سنی کوئی بھٹی والا۔ کوئی ہندوستانی ہے۔ اگر اہل بلدہ زمانہ حال کے انتظامات سے ناواقف ہیں تو کیا ہم انکو واقف نہیں بنا سکتے۔ پھر ایک بھیری طرف نور دیکھ کر اور مسکر کر فرمایا کہ تم اس عطر ارض کو بری ہو۔ میں اٹھ کر آداب بجالا بٹھا کہ میں نے اپنے لیکن ایک کیم باغ میں پایا۔ سامنے ایک بلند بالا کوٹھی۔ اعلیٰ درجہ کے فرخندہ کوٹھی شاگرد پشیمان ہر طرف دوڑتے پھرتے ہیں۔ چار خوری کا وقت ہے۔ نواب مختار الملک برآمدہ میں ایک کوچ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ سالو لارنگ و ہر اجم۔ کلاہ نہ زنگار۔ گونہ خمیدہ برسر۔ دکنی انگرکھا چویدار رو برو جھگو دیکھ کر فرمایا کہ حضرت آئیے۔ آپ تو جھگو ہوں گئے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر میں خود اپنے تئیں بھگو جاؤں تو آپ کو بھی فراوانی کر دوں۔ فرمایا کہ میں بھی مثل دیگر شاگردوں کو آپ کو نہیں بھگو سکتا۔ یہ انکی تعلیم کا اثر ہے کہ ہم بھگو میں میر دکنی امداد کو محتاج نہیں ہیں۔ دیکھئے آخر آسمان جاہ کا کباب حال ہوا۔ ہمدی جن جیسے افانی کو اپنا مشیر بنایا اور آخر خندول کئے گئے میں کچھ جواب دیا چاہتا تھا کہ غور دکنی دسج ہو گئی اور میں نے اپنے تئیں علیحدہ میں آرام کر سی پر دروازہ پر سرگزشت بدست پایا زبان پر یہ ترشگی قدیم شاعر کا جاری ہو گئی۔

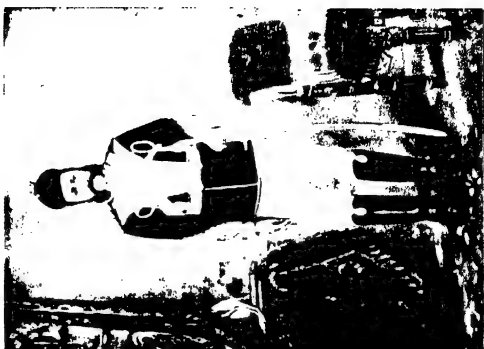
جو عشق وانیس کوئی نہ ملا تو غزال ربیدہ کو اس کیا

ہمیں بوٹنی نے مزہ بدیا کہ ذرا بھی خیال وطن نہ رہا

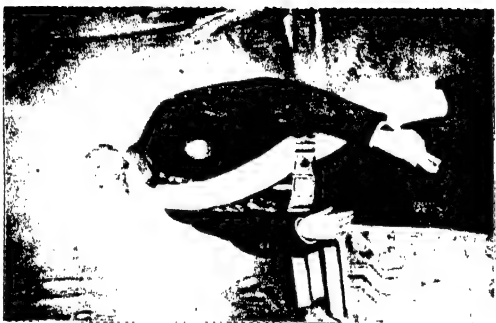




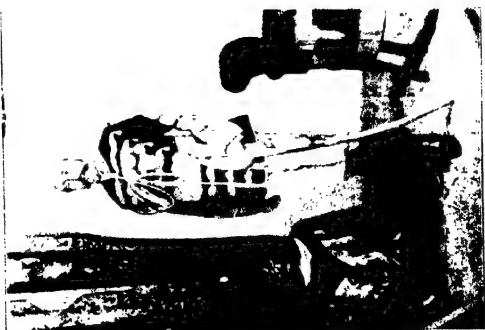
نواب سرو قارالامرا بهادر سرحوم.



نواب سوسالار جنگ بهادر دی گریٹ سرحوم.



نواب سواسمان جاهد بهادر سرحوم.



نواب سید یوسف علی خان بہادر سالار جنگ سوم



مہاراجہ فرنگر بہادر آلہجہانی



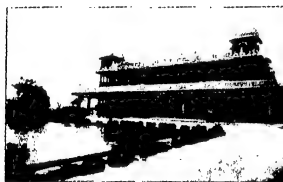
بارہ دہی نواب سر خورشید جہا بہادر



نواب سرور جنگ بہادر



بارہ دہی نواب سر سالار جنگ بہادر



منظر چار منار









آل انڈیا

مساجد کیشنل کانفرنس کی

مختصر تاریخ و مقاصد

از محمد اکرام اللہ خاں ندوی - سلطان جہاں منزل

علی گڑھ

# آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی مختصر تاریخ و مقاصد

ہندوستان میں جب اسلامی حکومت مٹی تو اپنی تعلیمی یا مذہبی دنیا کا انتظام خود مسلمانوں کے ذمہ نہ تھا بلکہ یہ حکومت کا فرض تھا۔ اور بعض جلیل القدر علماء و مشائخ بھی اپنی مسندِ درس یا خانقاہوں میں بیٹھ کر لوگوں کو ظاہری یا روحانی تعلیم دیتے تھے اور ان بزرگوں کی تعلیم و فیضِ محبت سے بہت سے لوگ مستفیع ہوتے تھے۔ مسلمانوں کے عوام ان بزرگوں کی عزت کرتے اور ان کو فکرِ معاش سے مستغنی کر دیتے تھے۔ لیکن بہت سے علماء و مشائخ ہر زمانہ میں ایسے ہی گزرے ہیں جو حکومت کی امانت قبول نہیں کرتے تھے۔ خود کب معاش بقدرِ حاجت کرتے یا جس طرح بھی ممکن ہوتا فقر و فاقہ میں زندگی بسر کرتے۔ غرض عام مسلمانوں کا یہ فرض نہ تھا کہ وہ اپنی قوم کی تعلیمی یا مذہبی ضروریات کے لئے کوئی خاص سرمایہ خرچ کر کے عام طور پر ملک میں اُس کا انتظام کریں۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ اور ان غیر طلباء کی امانت کرتے اور مشائخ کی خدمت میں نہ راندہ پیش کرتے جو عموماً ان معاملوں پر صرف ہو جاتا تھا جو ان بزرگوں کی خدمت میں روحانی برکات حاصل کرنے آتے تھے۔

## انقلابِ حکومت

اس کے بعد دوسرا دور شروع ہوا اور ایک ایسی قوم ہندوستان پر حکمران ہوئی جو بہ لحاظِ اپنی معاشرت و طبیعت و مذہب مسلمانوں سے بالکل مختلف تھی اور ایک ملک پر حکمران ہوئی جہاں مختلف عقائد و مذاہب کے لوگ آباد تھے۔ ایسی حالت میں اس قوم سے یہ توقع تو ہو نہیں سکتی تھی کہ وہ ہماری مخصوص قومی یا مذہبی ضروریات کو پورا کرے گی۔ اس کے لئے تو سب قومیں و مذہب یکساں تھے۔ اُس کو کسی مشرب یا مذہب سے تعلق نہ تھا۔ گو یا مشرق و مغرب کا فرق تھا۔ اس لئے ہندوستان کی ہر قوم کو بجائے خود اپنی قومی ضروریات کا انتظام کرنا پڑا۔ حکومت نے دوسروں کی ضروریات میں ایسی حد تک حصہ لیا تھا

عام حیثیت سے اس نے مناسب تھا۔ اُس کو کسی جماعت کی غرضوں، ضروریات سے کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی تھی۔

## ہندوؤں کی دیرینی امانت کو محسوس کیا۔ وہ سمجھ گئے کہ ہوا

کارِ خراب کیا ہے اور ہم کو کیا کرنا چاہیے؟ مسلمانوں کے عہد میں تو نے فارسی، پرتگیزی، مشرقی علوم و فنون میں بقدرِ ضرورت و سہولت و سہولت پہنچائی اور حکومت کے ملکی و فوجی عہدوں پر فائز ہوئے۔ ایک مونی سپاہی سے لیکر بڑے بڑے عہدوں پہنچانک کے فوج کی پر سالاری اور وزارت پر بھی پہنچے اور ایسا ہی عروج و اقتدار حاصل کیا جیسا کہ اپنی ایک ملکی و وطنی حکومت میں حاصل ہو سکتا ہے۔

غرض انقلابِ حکومت کے بعد جب ہندوؤں نے دیکھا کہ

"زمانہ درگزر آئیں نہاد" تو بجائے فارسی پڑھنے یا مشرقی علوم حاصل کرنے کے وہ موجودہ حکمران قوم کی زبان و علوم حاصل کرنے پر متوجہ ہوئے تاکہ جو وقت و اقتدار ان کو اسلامی حکومت میں حاصل

تھا وہ اب بھی حاصل رہے۔ اگرچہ جدید حکومت کے آغاز میں بغاوت

نظامِ حکومت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی نہ وہ فائز کی زبان بدلی نہ

عہدوں کے لئے انگریزی وانی کی ضرورت بھی گئی بلکہ جس طرح

مشرقی علوم کے اچھے تعلیم یافتہ لوگ بہ لحاظِ اپنی قابلیت اُس زمانہ کو

لحاظ سے اسلامی حکومت میں مختلف عہدوں پر مامور ہوتے تھے

اب بھی ہوتے رہے جن میں مسلمانوں کی تعداد قدرتا زیادہ تھی، کیونکہ وہ درحقیقت حکمران قوم کے افراد تھے۔ حکومت کے نظم و

نسب کا وہ نہ زیادہ تجربہ تھا۔ عوام کے دلوں پر ان کی عظمت و اہمیت تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان عہدوں کے لئے جس علمی قابلیت و مہارت کی اُس زمانہ کے لحاظ سے ضرورت تھی وہ مسلمانوں کو زیادہ

حاصل تھی۔ اس کے علاوہ موجودہ حکومت کی سیاسی و اقتصادی

بھی اس کی متفقہ تھی کہ مسلمانوں کو ان عہدوں پر قائم رکھیں تاکہ

انقلاب حکومت کی تمنا ان کو ابتداء میں اس طرح محسوس نہ ہوئی کہ پھر ان کے دل میں حکومت اور از دست رفتہ اقتدار حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہو یا وہ کسی ایسی تحریک میں شامل ہو جائیں جس کا مقصد موجودہ حکومت میں انقلاب پیدا کرنا ہو۔

غرض یہ سب کچھ تھا مگر جن لوگوں میں کچھ بھی سمجھتی وہ جانتے تھے کہ یہ حالت ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتی۔ حکمران قوم کی زبان اور مصلوم و فتنہ نہیں چیل سکتے، لیکن یہ قدرتی بات ہے کہ یہ علوم چیلیں گے اور جب ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو ارباب حکومت سے خود اپنی زبان میں گفتگو کر سکیں تو یقیناً طور پر اس حالت میں تبدیلی پیدا ہوگی اور فاطمہ کی زبان بدل جائے گی اور قدیم طرز کے تعلیم یافتہ لوگ رفتہ رفتہ حکومت کے دفاتر سے خارج ہو جائیں گے اور انگریزی تعلیم یافتہ جو مغربی خیالات اور طریقہ کار سے آشنا ہیں ان عہدوں کو حاصل کر سکیں اس دور میں اور عاقبت اندیشی کی بنا پر سب سے پہلے ہندو انگریز حاصل کرنے کے لئے متوجہ ہوئے اور اس کے کچھ مدت بعد ہی انکو سیاسیات کا ذوق اور پولیٹیکل حقوق حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا، جسے آخر کار قومی و اجتماعی رنگ میں ”ایجنڈا نیشنل کانگریس“ کی صورت اختیار کی اور اس کانگریس کا پہلا اجلاس منعقد ہوا جس میں گورنمنٹ کے مختلف مقامات کے نمائندے۔

**سر سید مرحوم کی تحریک** | یہی زمانہ تھا جب سر سید احمد خاں مرحوم کو فاضل مسلمانوں کی ایک کانگریس قائم کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اس زمانہ سے قریباً اس کے پچھلے مسلمانوں کے لئے قومی جذبہ سے ایک تعلیم گاہ کا رنگ بنیاد رکھ چکے تھے جن کو وہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کی مرکزی تعلیم گاہ بنانا چاہتے تھے۔ کسی ایک خط یا ممبر کے مسلمانوں کے لئے پیشہ کار کہ وہ اتنا سراہا ہو پہنچا سکیں جو ایک اعلیٰ درجہ کے کلچر یا سرسید مرحوم کے بلند تخیل کے لحاظ سے ایک سلم یونیورسٹی اور جامعہ اسلامی کی تائیس کے قیام کے لئے کافی ہو، اس لئے سرسید مرحوم یہ چاہتے تھے کہ اپنی تعلیمی تحریک کی اشاعت تمام ہندوستان میں کریں اور اس کے لئے یہی تدبیر جو ملتی تھی کہ وہ بھی ایک کانگریس قائم کریں اور اس میں تمام ہندوستان کے مسلمانوں کو شرکت کی دعوت

دیں اور ہر سال ہندوستان کے کسی شہر میں اس کا اجلاس منعقد کیا کریں۔ اس مقصد کے علاوہ ایک اور مقصد بھی پیش نظر تھا۔ ”اس زمانہ میں سیشنل کانگریس قائم ہو چکی تھی جو اپنے نام ”نیشنل“ کے تحت سے ہندوستان کی کسی قوم سے مخصوص نہ تھی اور مسلمانوں کو بھی شرکت کا پیام دے رہی تھی۔ لیکن اس زمانہ کے حالات و مصلح کے لحاظ سے سرسید مسلمانوں کے سیاسی رجحانات کو روکنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اس زمانہ کے بعض باخبر اصحاب کا جو سرسید مرحوم کے گرد و پیش بستے تھے بیان ہے کہ کانفرنس کے قیام کا ایک یہ مقصد بھی تھا کہ کانگریس ہی کے اجلاس کے زمانہ میں ایک تعلیمی کانگریس کا اجلاس کر کے مسلمانوں کو نیشنل کانگریس کی شرکت سے روکا جائے۔ اس زمانہ میں مسلمانوں میں تعلیم نہیں تھی اس لئے سرسید نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان قبل از وقت پالیٹکس میں مبتلا ہو کر تعلیمی مقاصد سے غافل ہو جائیں۔ ان کا خیال تھا کہ سب چیزوں کا واحد علاج اعلیٰ درجہ کی مغربی تعلیم ہے۔ جب مسلمان تعلیم یافتہ ہو جائیں گے تو خود بخود ان کو اپنی قومی ضرورتوں کا احساس پیدا ہوگا اور اپنا مجموعہ راستہ تلاش کریں گے۔ کسی کی راہ نمائی کے محتاج نہ ہوں گے جیسے کہ آگے چلکر معلوم ہوگا۔ سرسید مرحوم نے کانفرنس کے سب سے پہلے بنیادی اجلاس میں خود بھی ان امور کی طرف اشارہ کیا ہے۔

غرض یہ حالات تھے جو کانفرنس کے قیام کا باعث ہوئے جبکہ نام اس زمانہ میں صرف ”معدن ایجوکیشنل کانگریس“ تھا۔

**ایجوکیشنل کانگریس کا قیام** | اس کانگریس کا سب سے پہلا کو علی گڑھ میں منعقد ہوا۔ پہلے اجلاس میں علاوہ کلچر کے طلباء کے ۶۱۔ اصحاب شریک ہوئے جو سب کے سب باقوت ممبر تھے یا اجلاس میں کام کرنے والے۔ مثلاً کسی رزولوشن کی تحریک یا تائید کرنے والے۔ پہلے سال کے کل ممبروں کی تعداد ۸۰ تھی مگر سب شریک نہ ہو سکے۔ ممبر سے مراد وہ اصحاب تھے جنہوں نے پانچویں ممبری کی فیس عطا کی تھی۔

اس زمانہ میں اشرافیہ بال نا تمام و زبر تھے، اسی میں اجلاس ہوا۔ ایک عظیم الشان شامیانہ بنایا گیا۔ اس کے نیچے دو سو بیاس کرسیاں



ایمان کر کے فرمایا۔

”انھیں خیالات سے یہ بوجہ پیش کی گئی ہے کہ ہر سال مسلمانوں کی تعلیم اور ترقی پر غور کرنے کے لئے مختلف مقامات و مختلف صوبہ جات کے لوگ ایک جگہ جمع ہو کر ہیں اور ایک صوبہ اور ضلع کے لوگوں کے لئے دو روز سے دوسرے صوبہ اور ضلع کے مسلمانوں کو حالات معلوم ہوتے رہیں اور جو تہذیب و تمدن کی بھلائی اور ترقی کی نسبت سوچی جاوے، ان پر بحث و مباحثہ ہو کہ جو تہذیب و تمدن قرار پادے وہ اختیار کیا جائے یہ سالانہ جلسہ جیسے کہ آپ نے رزولوشن پیش شدہ سے معلوم کیا ہو گا کسی ایک مقام کے لئے مخصوص نہیں کیا گیا ہے بلکہ ہر ایک صوبہ شہر میں جہاں کے لوگ اس کی خواہش کریں منعقد ہو سکیں گے اور اس سے یہ فائدہ ہے کہ جو لوگ کسی سبب سے ایک مقام کے جلسہ میں شامل نہیں ہو سکتے ہیں وہ دوسرے مقام کے جلسہ میں شامل ہو سکیں گے اور اس تہذیب سے جلسہ کے فائدہ زیادہ تر عام ہو گا سرسید کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چاہتے تھے کہ مسلمان اپنی قوم کی تعلیم کے لئے جو کچھ کریں وہ اجتماعی قوت اتحاد ملے اور ہم آہنگی سے کریں کیونکہ انفرادی کوششیں کسی حتمی یا نشان مقصد کے حاصل کرنے کے لئے زیادہ کار آمد نہیں ثابت ہوئیں۔ دوسرے یہ کہ وہ اپنی بلند فطرت کے لحاظ سے اپنے کام کو ایک مرکزی حیثیت دینا چاہتے تھے اور یہی اسی وقت ہو سکتا تھا جبکہ کانگریس کا اجلاس ہندوستان کے ہر حصہ میں منعقد ہو سکے تاکہ اس تحریک کو لوگوں کو عام دلچسپی پیدا ہو۔ اس پہلے اجلاس کے زمانہ میں انکی تحریک دور نہائی سے کانگریس کے جو قواعد و مقاصد مرتب ہو کر منظور ہوئے ان میں یہ بھی تھا۔

”جہاں تک ممکن ہو ہر شہر و قصبہ میں کانگریس کے مقاصد کے لئے کمیٹیوں کا قیام کرنا گر جہاں جہاں انجمن اسلامیہ قائم ہیں اگر وہ انجمنیں کانگریس کے مقاصد کی انجام دہی منظور کریں تو وہی انجمنیں اس مقام کے لئے کانگریس کی کمیٹیوں تصور کی جائیں گی۔“

گویا سرسید کا مقصد یہ تھا کہ وہ تمام ہندوستان میں کانگریس کا ایک جال بچا کر مسلمانوں کو منظم کر دیں اور ایک مرکزی طاقت ہو جو تمام مسلمانان ہند کی رہنمائی کرے۔ آج تک میں تنظیم کا غلط فہم

ہے اور اب ہر شخص اس کی ضرورت محسوس کر رہا ہے۔ یہ سید ۱۸۸۵ء میں سرسید کے پیش نظر تھی۔ اگر مسلمانوں میں بیچ احساس ہو تا تو اور ان کی حیثیت سے کام کرنے کی صلاحیت ہوتی تو اب سے چالیس سال قبل وہ اس طرح منظم ہو چکے ہوتے کہ جو آواز ملی گڑھ سے بلند ہوتی وہ تمام ہندوستان میں گونج اٹھتی اور ان کی طاقت ناقابلِ ممانعت ہوتی۔

**بجو کیشنل کانگریس کا نظام عمل کمیٹیوں کے جو فرائض قرار دئے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیا چاہتے تھے اور کس کس طرح ملی گڑھ کو مسلمانان ہند کے متعلق بیچ معلومات کا مرکز اور ہر قومی تحریک کا سرچشمہ بنانا چاہتے تھے۔ حسب ذیل الفاظ سے معلوم ہو گا کہ انہوں نے کام کا کیا پروگرام تجویز کیا تھا۔ ذرا توجہ و غور سے ملاحظہ کیجئے، وہ لکھتے ہیں۔**

ان کمیٹیوں کو اپنے فرائض یا اپنے ضلع یا شہر یا قصبہ کی نسبت ہر سال ایک کیفیت امور مندرجہ ذیل کی ترتیب کر کے بذریعہ کمیٹی ڈیپٹی کے اجلاس کانگریس میں پیش کرنی لازم ہوگی۔ لیکن اگر کسی مجموعی کمیٹی سے کوئی ڈیپٹی نہ بھیج سکے تو بذریعہ ڈاک سکریٹری کانگریس پلاس میمبران لازم ہوگا۔

- (۱) اس ضلع میں مسلمانوں کی کمیٹیوں کی فہرست کیفیت اور تعداد و مردم شناسی
- (۲) گورنمنٹ اسکول و کالج
- (۳) مشنری اسکول و کالج
- (۴) پرائیوٹ اسکول و کالج
- (۵) ہندوستانی قدیم طریقے کے مکتب
- (۶) قرآن مجید کی درس گاہیں
- (۷) بزرگ و مقدس علماء جو قدیم طریقے کے مطابق لوگوں کو پڑھاتے ہیں
- (۸) تعلیمی و حلقہ بندی کے مکتب
- (۹) گورنمنٹ زنانہ اسکول
- (۱۰) مشنری زنانہ اسکول
- (۱۱) قدیم مسلمانی حرج و حرات کی تعلیم کا رواج
- (۱۲) انجمنیں جو اس ضلع میں ہوں
- (۱۳) اس ضلع کی مشہور صنعت و حرفت جو مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہو۔

(۱۴۱) عام حالت اس فصل کے مسلمانوں کی

(۱۵۱) ہر ایک سال کی حالت کا اس سے پہلے سال کی حالت کو مقابلہ  
کاجوں یا اسکولوں کی نسبت بیان کرنا چاہیے کہ وہ کتنے ہیں اور  
کس کس جگہ قائم ہیں اور کس قسم کی ان میں تعلیم ہوتی ہے اور ہر ایک ملک  
مسلمان کس قدر تعلیم پاتے ہیں۔ انداز کیسے کہ یہ پروگرام کس قدر حاجت  
اور دست رکھتا ہے اور اگر ہر شعبہ و ضلع کے مسلمانوں میں محبت  
و احساس ہو کہ وہ اس پروگرام کے مطابق کام کر سکیں تو کس قدر  
عظیم الشان فائدہ ہو اور کام کرنے والوں کے لئے کس قدر ہولت  
ہو۔ یہ لوکل کمیٹیاں جن کی اس پروگرام میں تجویز کی گئی تھی بعض مقامات  
پر قائم ہوئیں اور انہوں نے چند روز کا کام ہی کیا اور اجلاس  
کا نفرنس میں رپورٹیں بھی پیش کیں۔ یہ رپورٹیں اس قدر دلچسپ  
و مفید و پرانہ معلومات ہیں کہ تمام ضلع کی صحیح حالت اور ایک ایک  
چیز انھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ خصوصاً جہاں مسلمانوں کے کاروبار  
بار آور ہمارے کے مطابق اس ضلع کی مشہور صنعت و حرفت کا ذکر  
ہے اس سے نہایت مفید معلومات حاصل ہوتے ہیں۔ اگر تمام  
ہندوستان کے صحیح حالات اور مسلمانوں کی زندگی کے متعلق تمام بڑی  
ایک مرکزی مقام پر جمع ہو جائیں تو ذرا خونہ کیجئے کہ کیا کام نہیں  
ہو سکتا ہے۔

افسوس ہے کہ مسلمانوں کے اور کاموں کی طرح ان لوگ  
کمیٹیوں کا بھی حشر ہوا یعنی وہ قائم نہ رہ سکیں اور لوگوں کا ابتدائی  
جوش و دلولہ آخر میں ٹھنڈا ہو گیا۔

مندرجہ بالا حالات سے ناظرین نے اندازہ کیا ہو گا کہ سرسید  
کا مقصد کس قدر عظیم الشان تھا لیکن افسوس کہ ان کے نصب العین کو  
مطابق اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ بے شبہ خود سرسید نہایت  
ادلو و لازم و بلند حوصلہ تھے لیکن جن قوم کے سامنے یہ پروگرام رکھا  
گیا تھا اس کو درست برد و تاوٹ لے کر اس قدر پامال اور شکستہ خاطر  
کر دیا تھا کہ اپنے بزرگوں جیسا تو حملہ اس میں نہ رہا تھا۔ جسکا اندازہ  
اس سے ہو سکتا ہے کہ سرسید کی زندگی میں کانفرنس کے جو  
دعاویہ سالانہ اجلاس ہوئے ان میں سے پانچ علی گڑھ ہی میں منعقد  
ہوئے کیونکہ باہر سے دعوت نہیں آئی اور چھ اجلاس نکتہ لاہور۔

الہ آباد۔ دہلی۔ شاہجہانپور اور میرٹھ میں منعقد ہوئے۔ ان مقامات  
میں سرسید کے احباب موجود تھے اور سرسید کا ذاتی اثر و اقتدار  
کام کر رہا تھا۔

انفرادی طور پر غیر معمولی عروج و ترقی کی مثالیں ہر قوم میں  
ملتی ہیں لیکن کسی قومی کام کو وسیع و شاندار پیمانہ پر دہی تو ہیں انجام  
دے سکتی ہیں جن میں اجتماعی حیثیت سے کام کرنے کی صلاحیت،  
قوتِ عمل اور انتقامت موجود ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر یہ سب چیزیں  
اس دور آخر کے مسلمانوں میں ہوتیں تو ان کو یہ روز بدر دیکھنا ہی  
کیوں نصیب ہوتا۔ سرسید کی کانگریس کا مقصد و نصب العین بے شبہ  
بلند تھا مگر سب مسلمانوں کو نہ تو سرسید کی برابر احساسِ فائدہ انکی صحیح  
ہمت مردانہ اور دلولہ عمل۔ اس لئے سرسید جس حد تک کانگریس  
سے کام لینا چاہتے تھے اس حد تک تو باوجود دسی و کوشش کا کامیابی  
نہیں ہوئی، لیکن بایں ہند کانفرنس نے ایامِ گزشتہ میں جو کام انجام  
دیا اور اس کو جو کامیابی ہوئی وہ کچھ کم نہیں ہے۔ اس موقع پر یاد  
رکھنا چاہیے کہ سرسید نے اپنے زمانہ میں ایسی قلمی تحریک شروع  
کی تھی جبکہ انگریزی پرنٹنگ شراعتاً جائز نہیں سمجھا جاتا تھا۔ لیکن چند سال  
کی تینسی ساجی کا یہ نتیجہ ہوا کہ خیالات میں تبدیلی پیدا ہو گئی اور مسلمان  
انگریزی پرنٹنگ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ یہ اور بات ہے کہ افلاس و  
دوسری دشواریوں کی وجہ سے وہ دوسری قوموں کی برابر بھی  
تک تعلیم نہ حاصل کر سکے۔

## کانفرنس کی عملی خدمات

جو تعلیمی، علمی اور اخلاقی خدمات انجام دی ہیں اور مسلمانوں کے  
خیالات کی اصلاح کرنے اور ان میں احساسِ بیداری پیدا کرنے  
کے لئے جو تدابیر اختیار کی ہیں ایک مضمون میں ان سب کا احاطہ  
کرنا ممکن نہیں۔ کانفرنس نے گزشتہ زمانہ میں اپنے کام کی جو رپورٹیں  
شائع کی ہیں اور جو تینینی ایچ جی ایک پبلیکیشن مطالعہ سے حالانکہ  
معلوم ہو سکتے ہیں لیکن بقدر گنجائش انہوں نے پرچی اخباری حوض کیا جانا  
۱۸۸۶ء سے ایک مسلسل طریقہ سے کانفرنس  
اشاعتِ تعلیم مسلمانوں میں تعلیم پھیلانے کے لئے کوشش

کر رہی ہے جسکا ایک طریقہ یہ ہے کہ کانفرنس ہر سال ہندوستان کے کسی صوبہ میں اپنا سالانہ اجلاس منعقد کرتی ہے۔ اس اجلاس میں، علاوہ خطبہ صدارت اور علمی لیکچروں کے اس صوبہ کے مسلمانوں کی تعلیمی حالت اور ضروریات پر بھی پورے طور پر مباحثہ ہوتا ہے جنہیں عموماً اس صوبہ کے باخبر اور واقف کار اصحاب جمعہ لیتے اور مقامی مشکلات و ضروریات کو مدنظر رکھ کر بیان کرتے ہیں۔ خور و کھیت کے بعد ان معاملات پر رزلولیشن پاس ہوتے ہیں۔ جو دشواریاں ایسی ہیں کہ ان کا ازالہ گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہے ان کے متعلق ان رزلویوشنز میں گورنمنٹ سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ ان مشکلات کو دور کر کے مسلمانوں کے لئے آسانیاں ہم پہنچائے لیکن جو کام ایسی ہیں کہ مسلمان ان کی اصلاح کر سکتے ہیں ان کے متعلق ان پر تنہا دیر میں مسلمانوں کو ترغیب دی جاتی ہے اور اگر ضرورت پڑے تو مختلف کمیٹیاں مقامی کاموں کو انجام دینے یا مقامی ضروریات کے لئے چندہ جمع کرنے کے لئے قائم کر دی جاتی ہیں۔ اسکے علاوہ بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ باہر سے آنے والے ماہرین تعلیم اور اسربراؤدہ مسلمان اس ضلع یا صوبہ کی حالت سے صحیح طور پر واقف ہو جاتے ہیں اور مقامی مسلمانوں کی ہمت بڑھتی ہے کہ دوسرے صوبوں کے جلیل القدر مسلمان ان کے معاملات میں شریک ہیں۔ اور ان کی مدد کر رہے ہیں۔ غرض تبادلہ افکار اور باہمی مباحثہ سے بہت کچھ فائدہ پہنچتا ہے اور بہت سی دشواریاں حل ہو جاتی ہیں۔ ایک طرف گورنمنٹ ان کی ضرورتوں پر متوجہ ہو جاتی ہے دوسری طرف خود مسلمانوں میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ انکو اپنی قوم کے فائدہ کے لئے کام کرنا چاہیے۔

اس کے علاوہ ہر اجلاس کی بدولت ایک خطبہ صدارت کا اردو و ترجمہ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ خطبہ صدارت بھی بجائے خود دنیایت مفید چیز ہے۔ بعض بعض خطبات تو ایسی محنت و کاوش سے لکھے گئے ہیں کہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ خطبات زیادہ تر ان اصحاب کی زبان قلم سے ادا ہوئے ہیں جو تعلیمی مسائل و ضروریات پر کافی غور کر چکے ہیں۔ جب یہ خطبات سالانہ رپورٹوں اور اخبارات کے ذریعہ سے تمام ملک میں شائع ہوتے ہیں تو لوگوں کو تعلیمی معاملات

کے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے اور یہ رحمت پیدا ہوتی ہے کہ وہ مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لئے سب تو فین کچھ کام کریں۔ غرض سالانہ اجلاس سے گونا گوں فائدے ہوتے ہیں جسکا کافی تجربہ ہو چکا ہے

## مختلف صوبوں اور اسلامی ریاستوں میں تعلیمی کام

پنجاب ایک ہندوستان کے مختلف مقامات پر کانفرنس کی تحریک اور اجلاس کے اثر سے حکامات اور اسکول قائم ہوئے تعلیمی کام کرنے والی کمیٹیاں بن گئیں تعلیمی دفاعت کے لئے روپوش ہو اور مقامی تعلیم کاموں کو ترقی دینے کے لئے سرمایہ فراہم کیا گیا یا مسلمانوں کے لئے بورڈنگ ہاؤس تعمیر کئے گئے۔ غرض اس طرح کے بہت سے کام انجام پائے۔

اجلاس کے سلسلہ سے ہندوستان کے مسلمانوں کے مفیروں اور عمدہ داروں نے سالہا سال تک تمام ہندوستان میں بلکہ برہما تھ و دھرم کے مسلمانوں کو تعلیم حاصل کرنے پر آمادہ کیا اور جو غلط خیالات اور اوہام تعلیم جدیدہ کے متعلق ان میں پھیلے ہوئے تھے انکو دور کرنے کی پوری کوشش کی۔ برطانوی ہند کے علاوہ دوسری ریاستوں میں اسے مفیر بھیجے۔ اپنا ترجمہ شائع کیا اور وہاں کے تعلیمی عمدہ و لوگوں کو کانفرنس کے اجلاس میں شرکت کی دعوت دی۔ چنانچہ ہندوستان کی ریاستوں کے عمدہ دار سرکاری حیثیت سے کانفرنس کے جلسوں میں شریک ہوئے اور تعلیمی مسائل سے واقفیت حاصل کی جسکی فائدہ بالواسطہ ان ریاستوں کو پہنچا۔

## مسلم یونیورسٹی کے قیام میں کانفرنس کا حصہ

کانفرنس کی ایک بڑی خدمت یہ بھی ہے کہ اس نے علم کا رخ کو موجودہ مسلم یونیورسٹی کے درجہ تک پہنچانے میں بڑا حصہ لیا، مسلم یونیورسٹی کی تحریک کانفرنس ہی کے پلیٹ فارم سے شروع ہوئی اور جب سلاسلہ میں اس تحریک کا از سر نو آغاز ہوا تو وہ بھی کانفرنس ہی کے پلیٹ فارم سے۔ چنانچہ اس زمانہ میں کانفرنس نے اپنے تمام مفیر اور عمدہ کو یکسر یونیورسٹی کی تحریک کے متعلق کام کرنے کے لئے وقف کر دیا تھا اور خود کانفرنس کے اعلیٰ عمدہ دار بھی



سے حاصل ہوئے۔ سب کے بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔

### شعبہ تعلیم نواں

اگرچہ ابھی تک مسلمان اپنی قوم کے بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام اس حد تک نہیں کر سکا

جس کی ضرورت ہے اور ابھی اس سلسلہ میں ان کے سامنے بہت کام کرنے کے لئے موجود ہے لیکن چونکہ مسلمان بچوں کی عمر تربیت

اور فاعلی معاشرت کا حسن انتظام ہیز عورتوں کی تعلیم کے ممکن نہیں اسلئے

کانفرنس نے اس معاملہ میں مزید توقف مناسب نہ سمجھا۔ ۱۸۹۶ء میں

اس شعبہ کے قیام کی ضرورت محسوس ہوئی لیکن بوجہ سلسلہ تک کوئی

باقاعدہ کوشش اس سلسلہ میں عمل میں نہ آئی۔ لیکن ۱۸۹۶ء سے

کوشش کا باقاعدہ آغاز ہوا اور پچھلے عرصہ میں صاحب بی۔ اے۔ ایل

ایل۔ بی۔ اس شعبہ کے انڈیری سکریٹری مقرر ہوئے۔ ان کی کوشش کا

یہ نتیجہ نکلا کہ ۲۶ راکٹر ۱۸۹۶ء کو علی گڑھ میں زمانہ اسکول کھولا گیا

جو اب ترقی کر کے انٹر میڈیٹ کالج ہو گیا ہے۔ کالج میں مختلف بورڈنگ

ہمی ہے۔ یہ کالج اس صوبہ کے ساتھ مقصود نہیں بلکہ انڈیا میں

رکھتا ہے۔ اب اس کی ہستی مستقل ہے اور ہندوستان کے مختلف

مقامات سے وہاں لڑکیاں تعلیم حاصل کرنے آتی ہیں۔ کانفرنس اب

بھی اسکول کو ڈھائی سو روپیہ سالانہ منتقل طور پر امداد دیتی ہے۔ اور

کانفرنس کے انڈیری سکریٹری نواب صدر یار جنگ بہادر بھی ذاتی طور

پر زمانہ کالج کو ایک گرانڈر سالانہ رقم عطا کرتے ہیں۔

### شعبہ اصلاح تمدن

یہ ظاہر ہے کہ صرف تعلیم مسلمانوں کے

مرمن کا علاج نہیں۔ کوئی قوم اس وقت

تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک وہ اپنے عادات و اطوار اور عام

اخلاق کے لحاظ سے بھی بلند پایہ نہ ہو۔ چنانچہ کانفرنس نے بھی اس

ضرورت کو محسوس کیا اور موجودہ صدی کے پہلے سال ۱۸۹۶ء میں

کانفرنس کا چوتھا اجلاس بمقام مدراس منعقد ہوا اس میں ایک مسکنہ الاار

بحث کے بعد اس شعبہ کا افتتاح ہوا اور اس کے مقصد حسب ذیل قرار پائے۔

(۱) مسلمان شادی و خنی دنیور و لباس وغیرہ میں فخر و غرور نہ کرے

(۲) جملہ قوم کے مسکرات سے پرہیز کرے۔

(۳) تمدن ست اور پیشہ ور گندگندوں کو خیرات دینا بند کر دے اور

یونیورسٹی کے کام میں معروف دشمنکے یہاں تک کہ کانفرنس نے

اس زمانہ میں اپنے لئے چند ہنگامی بند کردیا بلکہ مزید براں ہزاروں

رسائے کانفرنس کے خرچ سے چھاپکر شائع کئے جن میں مسلمانوں کو یونیورسٹی

کی حقیقت بھائی گئی تھی اور یہ بتایا گیا تھا کہ اپنی یونیورسٹی قائم ہو جائے

سے مسلمانوں کو کیا کیا فائدے ہوں گے۔ اس زمانہ میں کانفرنس

کے جاسٹس سکریٹری صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب مرحوم تھے

ان کو اس تحریک میں اس قدر اہمک تھا کہ گویا اپنی تمام قوانین اس

خدمت کے لئے وقف کر دی تھیں کہ مسلمان جلد سے جلد ایک شاندار

یونیورسٹی قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

جب کانفرنس کے عہدہ داروں

نے مختلف صوبوں کا دورہ کیا

اور اپنے سالانہ اجلاس وہاں منعقد کئے تو ان صوبوں میں تعلیم کی

جو کیفیت ہے وہ معلوم ہوئی۔ خصوصاً مسلمانوں کی تعلیم کی راہ میں جو

اوتھار یاں حاصل تھیں ان کا حال معلوم ہوا تو کانفرنس کے ممبروں

نے ان معاملات پر توجہ کی اور اپنے پلیٹ فارم پر ان معاملات

پر مہارت کر کے رزولوشن پاس کئے۔ یادداشتیں اور میموریل پیش

کئے اور جس صوبہ کی گورنمنٹ سے ان معاملات کا تعلق تھا اس صوبہ

کی گورنمنٹ کے سامنے اپنے مطالبات پیش کئے اور سررشتہ تعلیم

کے حکام کو ان امور پر توجہ دلائی۔ چنانچہ ان رزولوشنوں کی بناء

پر سررشتہ تعلیم میں مسلمانوں کے بعض حقوق قائم ہوئے۔ طلباء کو

پچھ سوئیس ایم پیو گیس اور صوبہ جات متحدہ میں مکاتب کا حکمت ایم

ہوا اور یہ قاعدہ جاری ہوا کہ جس مکتب میں بیس روپے کے پڑھتے

ہوں اس کو ڈسٹرکٹ بورڈ یا میونسپل بورڈ سے معتد بہ مالی امداد

دی جائے اور اگر زیادہ طلباء ہو سکیں اور ابتدائی

جامعہ میں کھل جائیں تو اسلامہ اسکول قائم ہو سکتا ہے۔ مسکن

کانفرنس نے پیہم کوشش کر کے صوبہ جات متحدہ میں مکاتب کا عہدہ

گورنمنٹ سے قائم کر لیا ہے۔ ہر ضلع میں مکتب کھینچی ہے۔ مگر اس کا

کیا علاج ہو مسلمانوں نے اپنی غفلت سے ہر چند مقامات کے

عام طور پر اس ایکم سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ اسی طرح کے اور

افائدے بھی ہیں جو کانفرنس کی کوشش اور مسلسل مطالبہ سے گورنمنٹ

(۴) ایام نابالغی میں اولاد کی شادی نہ کریں اور نہ ان کی فحاشی  
مرضی شادی کریں

(۵) اطفال خود رسال کو زیرِ قطعہ نہ بنائیں اور نہ اس کا شوق لائیں

(۶) جدید طرزِ معاشرت اختیار کرنے سے جو فضولِ جریاں بڑھتی جاتی  
ہیں ان کو ترک کریں۔

(۷) کوئی سمان بیکار نہ رہے اور کم از کم ایک بیکار عریز یا دوست  
کو کسی کارِ مدخل میں ہر شخص لگائے۔

اس شعبہ کے سرکاری خواجہ غلامِ اعلیٰ صاحب بی۔ اے۔ ایل۔

ایل۔ بی۔ قرار پائے اور آپ نے جس محنت و کاوش اور ذوق و

شوق سے یہ کام شروع کیا اس سے کوئی باخبر شخص ناواقف نہیں

آپ کی مسلسل کوشش سے مسلمانوں میں اصلاحِ رسوم، کفایتِ شکار

اور سادہ معاشرت کا خیال پیدا ہوا۔ آپ نے اس مقصد کی تبلیغ کے

لئے ایک مستقل رسالہ حصہ بہ حصہ جاری کیا اور اس کے علاوہ متعدد

رسالے جن میں اصلاحی مضامین تھے ہزاروں کی تعداد میں طبع کر

افتتاحِ تعلیم کے۔ کانفرنسِ حبِ گنجائش اس شعبہ کی مدد کرتی رہی اور

خواجہ صاحب کی خفاصہ جد و جد کی بدولت اس تحریک کا جا بجا چرچا ہوا،

اور لوگوں کو اس سے دلچسپی پیدا ہوئی مگر خواجہ صاحب کی وفات کے

بعد کو فی شخص ایسا نہ ملا جو ان کی جیسی خفاصہ قابلیت رکھتا ہو اور اعلیٰ

کے ساتھ بلا کسی معاونہ اور مدد کے کام کرنے پر آمادہ ہو۔ اسلئے

یہ کام اس بافتِ احدی سے جاری نہ رہا۔ البتہ کانفرنس کے انگریز

جائزہ سرکاری جناب لانا سید طفیل احمد صاحب بطور خود چند سال کو

اس خدمت میں مصروف ہیں اور مسلمانوں کی اصلاح معاشرت اور

مالی ترقی کے لئے اپنے مجوزہ طریقوں اور اصول کے ماتحت سعی و

کوشش کر رہے ہیں۔

**شعبہ ترقی اردو**

اردو زبان کی خدمت ملی گروہ کی روایات

میں داخل ہے۔ سرسید مرحوم اور ان کے

جانشین نواب محسن الملک نے قولاً و عملاً جس زور و قوت کے ساتھ

اردو کی حمایت کی ہے وہ واقعات آج بھی بہت سے لوگوں کو صدمہ

ہوں گے۔ سرسید اور ان کے تمام رفقاء مثلاً مولانا حالی۔

مولانا شبلی۔ مولانا نذیر احمد۔ نواب محسن الملک اور دوسرے بہترین

افشا پر داند اور اعلیٰ درجہ کے معنف تھے۔ خود سرسید مرحوم دہلی

کے تھے اور اردو کا صحیح ذوق رکھتے تھے۔ اس دورِ آخیں دہلی میں

جو بڑے بڑے اساتذہ تھے مثلاً ذوق۔ غالب۔ برہنہ وغیرہ سرسید

نے سب کو دیکھا تھا۔ سنا تھا اور ادبی محبتوں کا لطف اٹھایا تھا۔

لہذا ان سے زیادہ اردو کا حامی اور کون ہو سکتا تھا۔

سرسید نے ابتداء سے کانفرنس کا تمام کاروبار اردو میں

رکھا اور اس کی تمام رپورٹیں اردو ہی میں شائع کیں۔ اس کے علاوہ

کانفرنس کے اجلاسوں میں بھی اردو کا یہ اثر رہا کہ بعض اوقات اس کا

اجلاس دیکھ کر بجائے مجلسِ تعلیمی کے اس پر بزمِ ادب اور مجلسِ شاعر

کا دھوکہ ہوتا تھا۔ خصوصاً جب مولانا شبلی۔ مولانا حالی۔ ترقی خدواری

جیسے اساتذہ فن اپنا کلام سناتے تھے تو لوگ شعورِ برہت بن جاتے تھے

مولانا نذیر احمد اگرچہ کچھ دینے کے لئے آتے تھے مگر لہجہ سنائی

نہیں مانتے تھے۔ غرض کانفرنس اور بائیان کانفرنس کو ابتداء سے اردو

کی اشاعت کا ذوق رہا اور کانفرنس ۱۸۸۷ء سے مسلسل ہنگ

برابر اردو کی کچھ کچھ خدمت کرتی رہی۔ لیکن مسئلہ یہ ہے جب دہلی

دہلی کے موقع پر کانفرنس کا اجلاس ہوا تو اردو کی اشاعت و ترقی

کی ضرورت پر خصوصیت کے ساتھ توجہ کی گئی اور کانفرنس کا ایک مستقل

شعبہ "ترقی اردو" کے نام سے قائم کیا گیا۔ یہ بھی جب جن اتفاق سے

کہ شعبہ ترقی اردو کا سنگ بنیاد دہلی میں رکھا گیا جو گو بار دو کا مولد

و مرکز ہے یا کبھی تھا۔

میں اگر عرض کیا گیا مسئلہ ۱۸۹۰ء میں اس کام ایک مستقل حیثیت

اختیار کر لی اور ہندوستان کے مسلم افشا پر داند اور مشہور معنف

شخص اعلیٰ علامہ شبلی نعمانی اس عہد کے سمندِ اعجازی و آفریدی سرگرمی

قرار پائے جو عرصہ تک کام کرتے رہے۔ اس کے بعد جناب مولانا

محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی رئیسِ حبیب گنج نے اس کام کو

باقی میں لیا۔ سب کے آخیں جناب مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے۔

جن کی اردو سے محبت و قرب الملہ ہے انجن ترقی اردو کے انگریز

سرکاری مقرر ہوئے۔ آپ کے زمانہ میں انجن نے رفزہ رفتہ جو ترقی

کی وہ غمی نہیں۔ بہت سی سفید کتا میں مشائے ہوئیں۔ انجن کا مستقل

مامی رسالہ جاری ہوا۔ مالی حیثیت سے بھی انجن کی حالت قابلِ اطمینان

ہونگی اور سب سے بڑی بات یہ کہ انہیں نے اعلیٰ مرتبہ نظام اور فرماندہ  
بھوپال کی سرپرستی حاصل کی۔

ابتداء میں کانفرنس انجمن کی مدد کرتی رہی اور کانفرنس کے صلاح  
اجلاس میں انجمن کی رپورٹ بحیثیت ایک شعبہ کے ہر سال پیش ہوتی رہی  
اب بفضل انجمن منتقل حیثیت رکھتی ہے اور کتابوں کے کاروبار اور  
منتقل حلیات سے اپنا کام حسن و خوبی سے چلا رہی ہے۔

لیکن کانفرنس نے اپنے یہاں بھی اس کام کو جاری رکھا چنانچہ  
چند سال سے شعبہ تالیف و اشاعت قائم ہے اور موجودہ آنریری  
سکرٹری نواب صدر بار جنگ بہادر کے زمانہ میں متعدد تاریخی، علمی  
اور تعلیمی کتابیں کانفرنس کے صدر دفتر سے شائع ہو چکی ہیں۔ اور  
ابھی بفضل ان کا سلسلہ جاری ہے۔ ان کتابوں کی ضرورت سے  
کانفرنس نے اپنا ہک ڈپو بھی قائم کر دیا ہے جس میں علاوہ کانفرنس  
کی مطبوعات کے اردو کے اکثر مشہور مصنفین کی کتابیں مندرجہ  
و اشاعت کی غرض سے موجود رہتی ہیں۔

گذشتہ پانچ چھ سال میں کانفرنس نے مفید کتابوں کی  
طباعت و اشاعت کے سلسلہ میں جو خدمت انجام دی ہے اسکی  
تفصیل کے لئے ایک مختصر معنون کی ضرورت ہے۔ جس سے یہ اندازہ  
ہو گا کہ یہ کتابیں بجائے خود کس قدر مفید ہیں اور ان کی اشاعت  
سے اردو لٹریچر میں کیا قیمتی اضافہ ہوا ہے۔ اس موقع پر افتخار  
کے ساتھ چند کتابوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً کانفرنس نے  
نواب وقار الملک مرحوم کی مکمل و مفضل لائف شائع کی ہے۔ بغا پر

یہ ایک سوانحی ہے لیکن درحقیقت اس میں مسلمانوں کی قومی فردیت  
اور تعلیمی جدوجہد سرسید کی تحریک اور علی گڑھ کالج کی گذشتہ تاریخ  
اور گونا گوں انقلابات کے متعلق معلومات کا اتنا ذخیرہ ہے جو کسی  
کتاب میں نہیں ملتا۔ اسی طرح اس کتاب میں حیدر آباد کے عجیب  
و خوب حالات اور بہت سے پراسرار سیاسی واقعات ہیں جو  
ایک منظر عام پر نہیں آئے۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ خود نواب  
وقار الملک کی زندگی میں ایسے عجیب و غریب واقعات پیش آئے  
اور ان کو ایسے معاملات میں حصہ لینا پڑا ہے جو بجائے خود ہک  
و لائف مطالعہ ہیں اور تمام نوابوں خصوصاً قومی کام کرنے والوں

کے لئے بصیرت افزا اور سبق آموز کتاب کی خوبی اس سے ظاہر ہے  
کہ ہندوستانی اکادمی گورنمنٹ ہمارا متحدہ موہی کی تمام مطبوعات میں  
اس کتاب کو اردو و شریکی سب سے بہتر کتاب تسلیم کر کے اپنا پہلا انعام  
یا نوسر دیہ کا اس پر عطا کیا۔ وقار حیات کے علاوہ کانفرنس نے ایک  
مقیم کتاب خطبات عالیہ تین جلدوں میں شائع کی ہے۔ جس شخص کو  
مسلمانوں کی تعلیم سے باخبر ہو گڑھ سے کچھ بھی تعلق ہے اس کے لئے اس  
کتاب کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ خطبات عالیہ میں کانفرنس کی گذشتہ  
چالیس سالہ اجلاسوں کا خطبہ صدارت ہے۔ ہر صدر کی دلچسپ و تاریخی  
ہے اور عمدہ نوٹ ہے۔ ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ ان سب چیزوں  
کے مجموعہ نے اس کتاب کو کس قدر دلچسپ و مفید بنا دیا ہو۔

اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہو گا کہ گذشتہ چالیس  
سال کی مدت میں مسلمانوں کی تعلیم کے متعلق ہندوستان میں کیا واقعات  
پیش آئے۔ مسلمانوں نے کیا کیا اور کیا کرنا باقی ہے۔ غرض یہ کتاب  
مسلمانوں کے تعلیمی انقلابات کی ایک تاریخ ہے۔ یہ واقعات اور  
حالات کہیں ایک جگہ نہیں مل سکتے۔

کانفرنس نے ان مقیم کتابوں کے علاوہ اور عمدہ کتابیں بھی  
شائع کی ہیں۔ مثلاً تاریخ مسیح۔ تاریخ اہلبار۔ فطرت اطفال اللہ۔ بلاغت  
مذہبہ عقبات۔ یاد آیام۔ اتالیق۔ سلسلہ نقاب اردو وغیرہ ملکی اجمالی  
کیفیت کی بھی اس معنون میں گنجائش نہیں۔ ناظرین کانفرنس کے دفتر میں  
ان سب کتابوں کی فهرست بلا حجت طلب کر کے تفصیلی کیفیت معلوم  
کر سکتے ہیں۔

## دخالت

یہ ظاہر ہے کہ عام طور پر تمام ملک میں مسلمانوں کی  
بالی حالت ایسی سقیم ہے اور جھل تیل ایسی گراں  
کہ متوسط درجہ کے مسلمان بھی بغیر خارجی اعانت کے اپنے بچوں کی تعلیم  
کا انتظام نہیں کر سکتے۔ اس وقت مسلمانوں میں اشاعت تعلیم کی حرکت  
یہی ایک صورت ہے کہ صاحب استطاعت مسلمان نادار مسلمانوں کے  
بچوں کی تعلیم کے لئے دخالت کا انتظام کریں اور جو مسلمان پستی کیفیت  
میں ہیں ان کو تعلیم یافتہ و کارآمد بنا کر ترقی اور کسب معاش کی راہیں  
ان کے سامنے کھول دیں۔

کانفرنس کے پاس اسقدر سرمایہ تو کہاں ہے کہ وہ ہندوستان کے

لاکھوں حاجت مند طلباء کے لئے وظائف کا انتظام کرے۔ البتہ گنجائش کے مطابق خاص قواعد کے ماتحت کانفرنس طلباء کو وظائف دیتی ہے۔ چنانچہ اب تک قریباً ایک لاکھ روپیہ اس میں خرچ ہو چکا ہے۔ لیکن اس اعتبار سے کہ یہ سلسلہ آئندہ بھی قائم رہ سکے کانفرنس یہ وظائف بطور قرض دیتی ہے یعنی تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب یہ طلباء برسر کار ہوں تو اپنی ماہانہ آمدنی یا تنخواہ میں سے وہی فنڈی مایوار کانفرنس کو اس وقت تک دیتے رہیں جب تک ان کا قرض ادا نہ ہو۔ اس طریق عمل کا فائدہ یہ ہے کہ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے اور کم و بیش تین ہزار روپیہ سالانہ وظائف پر صرف ہو رہا ہے۔ البتہ اس سلسلہ میں یہ امر لائقِ انوس ہے کہ کافی تعداد ایسے اصحاب کی ہے جو باوجود تحریری اقرار نامہ اور دستاویزات کے برسر کار ہوئے اور پورے کما لئے پر بھی کانفرنس کا قرض ادا نہیں کرتے۔ سلسلہ یاد دہانیاں کی جاتی ہیں۔ رجسٹری شدہ خطوط لکھے جاتے ہیں مگر بے سود۔ چونکہ اب تک نہیں ملتا۔ چنانچہ مجبور ہو کر اب کانفرنس کمیٹی نے کارکنان کانفرنس کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ ایسے اصحاب سے عدالت کے ذریعہ سے اپنا مطالبہ وصول کریں۔

### امداد و قیام مکاتب مدارس مسلمانوں کے سامنے

اس وقت ایک بڑا اور بہت ضروری کام یہ ہے کہ مادری زبان میں ابتدائی تعلیم کا عام طور پر انتظام کریں۔ اب تک مسلمانوں کی تمام تحریکوں کا چرچا شہرہ تک رہا ہے۔ حالانکہ خدا کے لاکھوں بندے دیہات میں بھی رہتے ہیں جو بچارے بیکسر علم سے محروم ہیں۔ وہ کسی زبان میں بھی نہیں لکھ پڑھ سکتے کیسی قابلِ رحم حالت ہے اور اس سے کس قدر نقصان ہو چکا رہا ہے۔ چونکہ عوام ہندوستان کے تمام دیہات جماعت، ان کی تاریکی میں مبتلا ہیں اور کام کا حلقہ بہت وسیع ہے لہذا اس کام کے لئے بڑے سرمایہ یا قاعدہ کوشش اور بہت سے کام کرنے والوں کی ضرورت ہے۔ لیکن مسلمانوں کی جو حالت ہے وہ، افسوسناک ہے۔ ابتدائی تعلیم کے لئے ایک ایسا نظام قائم کرنا جو تمام ہندوستان پر عادی ہو ان کے بس کی بات نہیں مگر کچھ نہ کرنے سے کچھ کرنا بہتر ہے۔ اس بنا پر کانفرنس نے مختلف اصلاح کی

چند دیہات میں ابتدائی تعلیم کے لئے مکاتب قائم کر دئے ہیں جن کے معارف کانفرنس دیتی ہے۔ وہاں سے ماہانہ رپورٹ آتی ہے اور مختلف اوقات میں ان کا معائنہ کیا جاتا ہے۔ تجربہ سے یہ مکاتب بہت مفید ثابت ہوئے ہیں۔

منتقل مکاتب کے معارف ادا کرنے کے علاوہ کانفرنس ایک عین سالانہ رقم سے بعض مدارس کی امداد بھی کرتی ہے۔ چنانچہ بالکل ڈھائی ہزار روپیہ سالانہ کانفرنس اس مدد پر صرف کر رہی ہے لیکن یہ کام اس قدر وسیع ہے کہ اگر اس پر ڈھائی لاکھ روپیہ سالانہ صرف کیا جائے جب بھی تمام ہندوستان کے دیہات میں مکاتب نہیں قائم کئے جاسکتے۔

### کانفرنس کے اجتماعی و اخلاقی نتائج

لکھنا مقصود نہیں اس لئے جو کچھ لکھا گیا ہے اختصار کے ساتھ لکھا گیا ہے اور اخبار کی گنجائش کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بحث کے کئی پہلو نظر انداز کر دئے ہیں لیکن فائدہ کلام پر اس قدر عرض کرنا بے موقع نہ ہو گا کہ علاوہ ان مادی فائدوں کے جو عوام طور پر محسوس ہوتے ہیں کانفرنس کے اخلاقی فائدہ بھی کچھ کم نہیں ہیں جس زمانہ میں کانفرنس قائم ہوئی مسلمانوں کی بہت سی اچھیں تھیں تھیں اور جو تھیں وہ مقامی حیثیت رکھتی تھیں۔ کانفرنس کے نام کے ساتھ اگرچہ ابتدائیں "آل انڈیا" نہیں لکھا جاتا تھا لیکن سرسید مرحوم نے پہلے ہی اجلاس میں اس کی جو حیثیت لکھے افسانہ میں قرار دی تھی اس سے ظاہر ہو گیا تھا کہ یہ انجمن کسی ضلع یا صوبہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ عام مسلمانان ہند کی انجمن ہے۔

نیشنل کانگریس کی حیثیت سے "آل انڈیا" قرار دی گئی تھی لیکن وہ مسلمانوں کی انجمن نہ تھی۔ اس کے علاوہ سرسید نے مسلمانوں کو اس کی شرکت سے روک دیا تھا۔ ان حالات کی بنا پر صرف کانفرنس ہی ایک ایسی انجمن تھی جو سب مقامات کے مسلمانوں کی دلچسپی کا مرکز ہو سکتی تھی۔ خصوصاً سرسید کے احباب اور جمِ مشرب و پھمائی و اصحاب کے لئے کانفرنس کے علاوہ اور کوئی پلیٹ فارم ایسا نہ تھا جہاں وہ باہم جمع ہو کر تبادلہ خیالات کر سکیں اور نفعِ صحبت حاصل

دیکھیں۔ جب کانفرنس قائم ہوئی تو علی گڑھ کی درس گاہ پر درس برس کا زمانہ گزر چکا تھا اور اولڈ بوائے کی ایک مختصر سی جماعت وجود میں آچکی تھی اور جیسے جیسے کانفرنس کی عمر بڑھتی جاتی تھی قدرتا کالج کے اولڈ بوائے کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ اس زمانہ کے متعلق کالج کی جو روایات ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اولڈ بوائے کو اپنے کالج سے بچہ محبت تھی اور ان کی جماعت میں ہم رنگی ہم آہنگی کی وہ شان تھی جو اب خواب و خیال ہو گئی۔ زمانہ ماضی میں سیاسی اختلاف اور دوسرے وجوہ سے جو افتراق پیدا ہو گیا اس کا وجود نہ تھا بلکہ سب کو مرکز سے یکساں دلچسپی و تعلق تھا اور ماوراء کالج میں ہر اولڈ بوائے کا سرسٹ کے ساتھ خیر مقدم کیا جاتا تھا۔ ان حالات کا یہ قدرتی نتیجہ تھا کہ کانفرنس سے سب کو دلچسپی تھی اور اس میں شریک ہونیکا سب کو ذوق تھا۔ اولڈ بوائز سال بھر تک ملک کے مختلف حصوں میں اپنی ملازمت یا کاروبار کے فرائض انجام دینے میں مشغول رہتے تھے اور سال بھر کے بعد دسمبر کے آخری ہفتہ میں کانفرنس میں شریک ہو کر آپس میں ملتے جلتے اور لطفِ صحبت اٹھاتے تھے کالج کے معاملات اور اس کی ترقی کے مسائل پر بحث کرتے تھے۔ گویا اس طریقہ کی بدولت ایک مستقل جماعت پیدا ہو گئی تھی۔ جس کا ایک ہی مرکز تھا اور ایک ہی نصب العین۔ چونکہ کانفرنس کے سلسلہ میں یہ ملاقاتیں ہر سال ہوتی رہتی تھیں اس لئے باہمی تعلقات میں استحکام پیدا ہوتا تھا اور اس موقع پر علی گڑھ کے کارکنوں اور سرسید کے جانشینوں سے ملنے کے بعد ان میں کالج کی خدمت کا ایک نازہ جوش پیدا ہو جاتا تھا۔ وہ کالج کی حالت اور اس کی ضرورتوں سے بھی باخبر رہتے تھے اور اپنے مقام پر واپس آکر کالج کے لئے کسی کمرے تھے۔ ذاتی طور پر بھی یہ باہمی تعاون ایک دوسرے کے لئے دنیوی کاروبار میں مفید ہوتا تھا۔ ان وجوہ سے اس زمانہ میں کالج بہت نیک نام رہا اور اس کو بہت ہر دلچسپی و تہمت حاصل ہوئی اور سرسید کے جانشینوں کو ہر شریک میں اولڈ بوائز سے بہت مدد ملی۔ مگر اب ملک میں بہت سی سیاسی و تعلیمی جماعتیں پیدا ہو گئیں اور قومی جلسے کوئی نئی چیز نہیں اسلئے اب کسی کو کانفرنس میں شریک ہونے کا وہ ذوق و شوق باقی نہ

رہا۔ اس کے علاوہ ہر صوبہ میں مقامی لیڈر موجود ہیں اور اپنے طریقہ پر تعلیمی و سیاسی کام کر رہے ہیں۔ نیز مختلف صوبوں میں کونسلیں کانفرنس قائم ہو گئی ہیں اور ہر صوبہ کے لئے جداگانہ کام کرنا خیال زیادہ عام ہوتا جاتا ہے حالانکہ ایک متحدہ تعلیمی مرکز کی ضرورت جس طرح پہلے تھی اب بھی ہے بلکہ موجودہ حالات تمام ہندوستان میں ایک خاص تنظیم کے ساتھ کام کرنے کے متقاضی ہیں۔

### اتحادِ عمل و ہم آہنگی کی ضرورت

ایک خاص بات یہ ہے کہ پہلے سب سناں بانی مسال میں علی گڑھ کے متبع تھے اور علی گڑھ سے جو آواز اٹھتی تھی تمام ملک اس کی تائید کرتا تھا۔ یہی سبب ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا مرکز بھی علی گڑھ ہی قرار پایا تھا۔ لیکن حکومت کی مصلحتیں ایسی متغی ہوئیں کہ اس تعلیمی مرکز سے لیگ کا کوئی تعلق نہ رہے۔ ان حالات نے علی گڑھ کی وہ عام مرکزیت باقی نہیں رکھی اور خود بیناؤں اولڈ بوائے سیاسیات میں اس قدر مختلف الارائے ہو گئے کہ یہ اختلاف بڑھ کر مخالفت کے درجہ تک پہنچ گیا۔ خود مرکز کو سیاست سے کوئی تعلق نہ رہا۔ اس لئے وہ پانچلس میں ان لوگوں کی رہنمائی نہ کر سکا۔ اس کے علاوہ خود مرکز میں بھی سیاسیات میں ہم آہنگی نہ رہی اس لئے ماہر دالوں نے بھی اپنے لئے جدا جدا راستے جو بن کر لئے۔ بہر حال حالات تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ بالخصوص کی کوئی وجہ نہیں۔ ممکن ہے کہ سرسید مرحوم کی طرح پھر سے ”مردے از غیب بروں آید و کار سے بکند“

خاکسقا

محمد اکرام اللہ خان دی

سلطان جہاں منزل

علی گڑھ





سلطان جہاں منزل علیکو دفتر آل انڈیا  
مسلم ایجوکیشنل کانفرنس مع اسٹات



دائیں سے بائیں

سید ساجد حسین  
مولوی اکرام اللہ  
خان صاحب مہر ولایت حسین  
مولوی انوار احمد



# فہرست اجلاس ہائے کانفرنس پریسڈینٹ صاحبان

نام صدر صاحبان	۱	۲	۳	نام صدر صاحبان	۱	۲	۳
مولوی محمد بیچ خان فاضل مرحوم سی۔ ایم۔ جی	۱۸۸۶	۱	۲۴	مولوی محمد رشید ابن یوسف علی ایم اے ایل ایل ایم آئی سی ایس	۱۹۱۰	۲۴	ناگپور
منشی محمد امتیاز علی صاحب مرحوم سابق وزیر جوہاں	۱۸۸۷	۲	۲۵	نواب محمد الدین ملک مولوی یحییٰ صاحب بلگرامی مرحوم	۱۹۱۱	۲۵	دہلی
خان بہادر سردار محمد حیات خان فاضل مرحوم سی۔ ایس۔ آئی	۱۸۸۸	۳	۲۶	میر حسین صاحب بلگرامی مرحوم ایم ڈی بی بی بی بی بی	۱۹۱۲	۲۶	کلکتہ
ایضاً	۱۸۸۹	۴	۲۷	آنرہبل سٹریٹس مولوی محمد شاہ دہلی بی بی بی بی بی	۱۹۱۳	۲۷	آگرہ
ایضاً	۱۸۹۰	۵	۲۸	خان بہادر مولوی حاجی محمد بخش صاحب کسٹومی آئی	۱۹۱۴	۲۸	راولپنڈی
نواب محمد الحق خان فاضل مرحوم سی۔ ایس	۱۸۹۱	۶	۲۹	آنرہبل جسٹس مولوی سید عبدالرحیم صاحب سابق بی بی بی بی بی	۱۹۱۵	۲۹	پونہ
مولوی محمد حشمت اللہ سکوتر ایم۔ اے۔ سی۔ ایس	۱۸۹۲	۷	۳۰	آنرہبل خان ڈیڑھ مہاں محمد بخش صاحب بی بی بی بی بی	۱۹۱۶	۳۰	علی گڑھ
نواب حسن الدین ملک مولوی سید محمد علی خان فاضل مرحوم	۱۸۹۳	۸	۳۱	سر محمد اکبر بڑہ علی حیدری	۱۹۱۷	۳۱	کلکتہ
مولوی محمد شاہ دین سکوتر مرحوم بارہ ایٹ۔ لا	۱۸۹۴	۹	۳۲	آنرہبل سربراہیم رحمت اللہ	۱۹۱۸	۳۲	سورت
نواب حسن الدین ملک مولوی سید محمد علی خان فاضل مرحوم	۱۸۹۵	۱۰	۳۳	آنرہبل نواب شمس الدین صاحب حیدر آبادی	۱۹۱۹	۳۳	خیرپور
نواب محمد الدین ملک مولوی سید حسین صاحب مرحوم	۱۸۹۶	۱۱	۳۴	آنرہبل خان بہادر سید ابراہیم ہارون صاحب پونہ	۱۹۲۰	۳۴	امروٹی
آنرہبل فیاض علی بی بی بی بی بی بی بی بی بی	۱۸۹۸	۱۲	۳۵	آنرہبل سر میاں فضل حسین	۱۹۲۱	۳۵	علی گڑھ
آنرہبل سٹریٹس سید امیر علی صاحب مرحوم ایم۔ اے۔ سی۔ آئی۔ ای	۱۸۹۹	۱۳	۳۶	صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب مرحوم	۱۹۲۲	۳۶	"
نواب محمد الدین ملک مولوی یحییٰ صاحب بلگرامی مرحوم	۱۹۰۰	۱۴	۳۷	آنرہبل سربراہیم رحمت اللہ	۱۹۲۳	۳۷	بمبئی
آنرہبل سٹریٹس ہارون صاحب سابق بی بی بی بی بی	۱۹۰۱	۱۵	۳۸	نواب محمد عبد القیوم خاں بہادر کے سی آئی ای	۱۹۲۴	۳۸	علی گڑھ
جنرل بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی بی	۱۹۰۲	۱۶	۳۹	آنرہبل جسٹس سر عبدالرحیم صاحب بار ایٹ لا	۱۹۲۵	۳۹	دہلی
آنرہبل سٹریٹس بدر الدین طبیب جی مرحوم	۱۹۰۳	۱۷	۴۰	آنرہبل سر شیخ عبدالقادر بی بی بی بی بی	۱۹۲۶	۴۰	مدراں
سٹریٹس دو مارکیٹ پرنسپل کالج علی گڑھ	۱۹۰۴	۱۸	۴۱	آنرہبل جسٹس محمد سلیمان صاحب بی بی بی بی بی	۱۹۲۷	۴۱	اجیر
مشیر الدولہ ممتاز الدین ملک آنرہبل عزیز محمد حسین خان فاضل مرحوم	۱۹۰۵	۱۹	۴۲	نواب سود جنگ بہادر ڈاکٹر سید راس سود صاحب	۱۹۲۸	۴۲	بنارس
آنرہبل جسٹس سید شرف الدین صاحب مرحوم بی بی بی بی بی	۱۹۰۶	۲۰	۴۳	ڈاکٹر چاند لال سنگھ پور پور بی بی بی	۱۹۲۹	۴۳	ڈاکٹر
جنرل علی بی بی بی بی بی بی بی بی بی	۱۹۰۷	۲۱	۴۴	ڈاکٹر چاند لال سنگھ پور پور بی بی بی	۱۹۳۰	۴۴	ڈاکٹر
آنرہبل نواب سر خاں جلیل اللہ خان بہادر کے سی۔ ایس۔ آئی	۱۹۰۸	۲۲	۴۵	ڈاکٹر چاند لال سنگھ پور پور بی بی بی	۱۹۳۱	۴۵	ڈاکٹر
آنرہبل راجہ سر محمد علی محمد خاں بہادر کے سی۔ ایس۔ آئی	۱۹۰۹	۲۳	۴۶	ڈاکٹر چاند لال سنگھ پور پور بی بی بی	۱۹۳۲	۴۶	ڈاکٹر

فہرست

۱۹۰۸ء و ۱۹۰۹ء و ۱۹۱۰ء میں بمبئی و جوہ سے اجلاس نہ ہو سکا۔





— رکرڈ —

مولوی محمد سمیع اللہ خان صاحب مرحوم سی ایم جی



— لیکچرہ —

منشی محمد سہد امتیاز علی صاحب مرحوم



جان بہادر سردار محمد حیات خان صاحب مرحوم سی ایس آئی



سرگزشت

علیگڑہ

نواب محمد اسحاق خان صاحب مرحوم

مولوی محمد ہشتاد صاحب - مرحوم سی ایس



نواب محسن الملک - پید مہندی علی صاحب مرحوم





## اجلاس اول

منفقہ علی گڑھ ۱۸۸۷ء

(صدر مولوی حاجی محمد بیچ اللہ خاں صاحب مرحوم سی ایم جی رئیس دہلی)  
آپ ۱۸۳۷ء میں اپنے وطن دہلی میں پیدا ہوئے۔ زینت علوی  
تھے۔ آپ باطنی ہمت ذہین تھے۔ رسم بزم اللہ کے بعد مولوی محمد حسین  
صاحب نے فارسی کی تعلیم دی۔ میر تقی میر نے خوشنویسی میں ونگیری  
کی۔ مولوی ملک علی و مولوی سید محمد جیسے جید علماء اور مفتی محمد  
خاں جیسے علامہ یگانہ کی توجہ سے اتھارہ برس کی عمر میں مقول منقول  
فقہ اصول فقہ حدیث وغیرہ کی تکمیل کر کے خود مسند علم کے جانشین  
ہوئے۔ آپ کی علمی شہرت نے دور دور کے طلباء کو حلفہ درک  
اور آغوش تعلیم میں لا بٹھایا۔ سیرتائوں سے آخر وقت تک متغیر  
رہے۔ ادنیٰ اعلیٰ سے خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آئے۔ اسرا  
میں محتاط تھے لیکن قوی اغراض میں بے دریغ صرف کرتے تھے  
مدرسہ العلوم علی گڑھ کو ہزاروں روپیہ چندہ میں دیا۔ آپ کی نماز  
کبھی نقصان نہیں ہوئی۔ ۱۹۰۷ء میں حج ادا کیا اور دوران قیام مکہ  
میں مولانا حافظ محمد راجی صاحب کی سے سند دلائل الخیرات حاصل  
کی جسے بعد واپسی حج چھوڑ کر شائع کیا۔ ۱۸۷۷ء میں قانونی تعلیم  
کی طرف متوجہ ہوئے۔ وکالت اور منصبی میں کامیاب ہوئے۔  
زمانہ قدر میں اکثر شرفاء کے جرمائے اپنے پاس سے ادا کئے  
اور رہیمیوں قیدیوں کو جیل سے رہا کرایا۔ اپنے استناد مولوی  
صدر الدین خاں کو جو بسلسلہ بغاوت گرفتار ہو گئے تھے کوشش  
کر کے رہا کرایا۔ دہلی میں ہنگامہ فائرنگ تھا۔ آپ بھی ننگدل ہوئے  
باہر کا ارادہ کیا۔ سواری عطا فرمائی۔ بہ ہزار کوشش دور قحطے  
ایک میں اپنے بیوی بچوں کو بٹھایا۔ دوسرا ایک سرسید کے گھر  
پہنچے ان کے بیوی بچوں کو سوار کرایا جن میں سید محمود و سید خاں  
بھی تھے اور نظام الدین پہنچے۔ ان کی فالاد اور سرسید کی ولاد  
گھر چھوڑنے پر تیار نہ ہوئیں۔ ان کے جانے کے بعد سرسید  
کے ماموں و حید الدین خاں اور ان کے ماموں زاد بھائی،  
باشم علی خاں نشانہ ہندوق بنے۔ ۱۸۷۵ء میں منصف ہوئے۔

۱۹۶۲ء سے ۱۹۷۷ء تک آئندہ الہ آباد میں وکالت کی مشغولیت

میں جب سید محمود میر سہری پانچ کو دایں ہوئے تھے تو آپ نے  
پیشہ وکالت کے فکارت نہ کی۔ آپ اپنے ہندوستانی دین کے  
جو صدر اعلیٰ رہنا چاہتے تھے۔ ۱۸۸۸ء میں انگلستان اور ۱۸۸۹ء  
میں مصر کا سفر کیا۔ سفر سے آپ کا مقصد بھی وہی تھا جو سرسید کا  
تھا۔ بعد واپسی سفر مصر بھی اور زسرت و مسن جی کے ہاتھ  
پر فائز کئے گئے۔ ۱۸۹۷ء میں اپنی خواہش سے دلفیض بنایا اور  
سرکاری ملازمت سے علیحدہ ہو گئے۔ ۱۸۸۰ء میں بمقام لکھنؤ  
لفٹ گورنر نے سی ایم جی کا تہ آپ کے سید پر آویزاں کیا۔  
۱۸۹۳ء میں دہلی میں مدرسہ عربیہ قائم کیا۔ مدرسہ العلوم علی گڑھ کی  
بنیاد جو دہلی انجمن کار میں منت ہے۔ ۲۴ مئی ۱۸۷۷ء کو سرسید  
کے ہمراہ کوششوں میں ساتھ رہ کر علی گڑھ کے مدرسہ کی افتتاحی رسم  
ادائی۔ سب سے پہلے اس مدرسہ کے رجسٹر میں اپنے لڑکے کا نام لکھوایا  
جن کا پورا نام افضل العلماء نواب سر بلند جناب مولوی حیدر اللہ خاں  
میر سہریٹ لاجپت جسٹس حیدر آباد دھوا۔ ۱۸۷۷ء میں مدرسہ کی مدد  
کے لئے جب سرسید نے پنجاب کا سفر کیا تو آپ ہی کی تفسیر سے  
سے زیادہ بلند نظر آتی تھی۔ ۱۸۷۷ء میں سرسید نے جب کانپور کی  
سالانہ رپورٹ پڑھ کر سانی تو ایک فقرہ تھا کہ یہ مولوی بیچ اللہ خاں  
صاحب کے منتقل ارادے اور مجھ رائے کی بدولت قائم ہوا  
ہے۔ ۱۸۸۹ء میں ٹرینیزل کے منتقل سرسید اور آپ کے مابین  
اختلاف ہو گیا تھا۔ سرسید کی کامیابی پر آپ علیحدہ ہو گئے۔ لیکن  
سکونت علی گڑھ ہی میں رہی۔ کانپور کے علماء سے بہت اخلاق و  
ہمدردی کے ساتھ ملتے۔ سرسید سے باوجود مجوں کی کوشش  
جو رشتہ ٹوٹ چکا تھا پھر جوڑا۔ ۴۷ سال کی عمر میں مرا پرین مشغول  
بمقام علی گڑھ انتقال فرمایا۔ اناتہ وانا الیہ راجون

## اجلاس دوم

منفقہ لکھنؤ ۱۸۸۷ء

(صدر جناب فنی سید منیار علی خاں صاحب حرم رئیس کا گوری ضلع لکھنؤ)  
آپ کا سلسلہ نسب سادات بنی فاطمہ سے ملتا ہے۔ ۱۸۷۷ء میں



مقام باندہ پیدا ہوئے۔ جہاں آپ کے والد سرکاری ملازم تھے علوم فارسی و عربی کے علاوہ فن سپہ گری بھی حاصل کیا۔ باندہ کے قریب ایک ریاست میں گورو پیراوار کے ملازم ہوئے فاکری انشا پر داری میں مرزا غالب سے اور نظم میں مولانا غلام امام شہید سے استفادہ کیا۔ ابتداً آپ کا تخلص جمیل تھا۔ بعد ازاں استاد صوفی اختیار کیا۔ متواضع۔ غلیظ اور صاحبِ جود و سخا تھے، انتزاع سلطنتِ اودھ کے بدلتی پورہ و جروہ کے افسر پولیس مقرر ہوئے۔ ۱۸۸۶ء میں سرسید کا اس تحریک میں ساتھ دیا جو نیشنل کانگریس سے جداگانہ مخصوص مسلمانوں کے لئے، بنائی گئی تھی۔ آپ کی سخاوت اور فیاضی ضرب المثل ہے۔ کاکوی میں ایک مدرسہ جاری کیا۔ مولوی فتح محمد صاحب خلاصۃ المتغابیر کی پانچ ضخیم جلدیں لکھو اگر تعلیم کرائیں۔ لکھنؤ و لواح کی متعدد مساجد کمز کی مرمت کرائی۔ دسمبر ۱۸۸۸ء میں بھوپال کے وزیر مقرر ہوئے۔ آپ تعلیمِ جدیدہ کے حامی تھے۔ ۱۶ نومبر ۱۸۸۹ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ امانتہ وانا الیہ راجعون۔

## اجلاسِ سویم

سنہ ۱۸۸۸ء لاہور

(صدر مخدوم اندر سردار محمد حیات خاں خان بہادر مرحوم سسی لئی) سردار محمد حیات خاں صاحب سردار کرم خاں صاحب ساکن واہ ضلع راولپنڈی کے صاحبزادے تھے۔ آپ سپاہیانہ اوصاف کے ساتھ قدیم تعلیم و تربیت کے اعلیٰ نمونہ تھے۔ خدرا ۱۸۷۷ء میں برٹش گورنمنٹ کی وفادارانہ و سرفروشانہ خدمات انجام دیں۔ حکومت نے بھی ان کی خدمات کی کافی قدر کی۔ ملازم کے لحاظ سے اعلیٰ عہدوں و مناصب پر ترقی پائی۔ پنجاب کے اکثر اضلاع میں جوڈیشنل کمشنر رہے۔ خان بہادر سی۔ آئی لئی کے خطابات سے سرفراز ہوئے۔ حکومت میں کافی وقار ہوئے کے علاوہ پنجاب کی مسلم اور ہندو سپکا میں بھی ان کی عزت و توقیر بہت زیادہ تھی۔ عوام کی رہنمائی کے لئے ان کی شخصیت نمایاں طور پر بلند نظر آتی تھی۔ سردار صاحب بجز بہ کار۔ بہرہ واصلہ

مردم شناس اور صاحبِ تدبیر اشخاص میں شمار ہوتے تھے۔

سرسید احمد خاں مرحوم نے جس وقت تعلیمی رفاہ کار کام شروع کیا سردار صاحب بھی تھوڑے عرصہ بعد ہی سے ان کے ہتھیال ہو گئے تھے۔ سرسید کی اور ان کی ملاقات اتحاد خیال کے ساتھ دوستی اور سچی محبت کی آخری حد تک پہنچ گئی تھی اس لئے باہم اخلاص کی مثال اس زمانہ میں مشکل سے بھی نہیں مل سکتی سردار صاحب موصوف پنجاب میں سرسید کی علمی تحریک کے سب سے بڑے اور پر جوش علم بردار تھے۔ سرسید کے خیالات کا جو اثر پنجاب نے قبول کیا اور ان کی زبان سے اپنے واسطے ”زندہ دلائل پنجاب“ کا مشہور لقب حاصل کرنے میں مسلمانان پنجاب کا مایا ہوئے آپ کا یہی سبب تھا۔ سرسید کے خیالات کو بیدار کر مقبول کرانا انھیں کی پر خلوص اور ان تنگ کو کششوں کا نتیجہ تھا۔

مدرسۃ العلوم کی تعمیر میں پوری دلچسپی اور شوق کیساتھ حصہ لیا۔ خود مدد کی اور دوسروں سے دوائی۔ عمدہ خیالات کی اشاعت کے ذریعہ مسلمانان پنجاب کو تعلیم دینے کی کوشش کی۔ ۱۸۸۷ء میں سرسید نے پنجاب کا سفر کیا۔ سردار صاحب اس وقت گورداسپور میں جوڈیشنل کمشنر تھے۔ آپ نے وہاں اپنی دعوت دی۔ ۱۶ جنوری ۱۸۸۷ء کو سرسید اپنی پارٹی کے ہمراہ ایٹن گورداسپور پر پہنچے جہاں ان کا پر جوش استقبال کیا گیا۔ باشندگان ضلع کی طرف سے سپاسنامہ پڑھ کر پیش کیا۔ گورداسپور میں سرسید کو کئی ایڈریس مختلف جماعتوں کی طرف سے دئے گئے مخمدان کے اپنی نوعیت کے لحاظ سے جو نیا ایڈریس تھا وہ خواتین پنجاب کا تھا۔ ہندوستان کی تاریخِ جدیدہ میں طبقہ نسوان کی معرفت سے اپنے طبقہ کی اصلاح کی کوشش میں آواز بلند کرنا اور ایک محسن قوم کے کارنامہ حیات کو شکر گزاری اور احسان مندی کی نظر سے دیکھنا چونکہ اسلام کے طبقہ صنفِ نازک میں یہ پہلی مثال تھی اسلئے ہر شخص سرسید کے خیالات سننے کا مشتاق تھا۔ چنانچہ جواب آڈریس کے سلسلہ میں جو سرسید نے تقریر کی وہ صرف خیالات اور رائے کے لحاظ سے بلکہ ادب اردو میں بہترین اضافہ خیالات کے ساتھ آجنگ جانِ سخن بھی جاتی ہے۔ کانفرنس کا ابتدائی دور

دودھ تھا۔ قدیم خیالات اور تعلیمی تصانیف کو دور کرنے کے لئے عادی بن  
اور مددگاروں کی کمی علی اس لئے سردار صاحب نے تین سال  
تک یعنی ۱۸۸۸ء سے ۱۸۹۰ء تک لاہور علی گڑھ - الہ آباد کے  
مسئلہ تین جلسوں کی صدارت کے فرائض انجام دینے کی کوشش  
کی۔ ۱۸۸۸ء میں پنجاب میں سب سے پہلا اجلاس کانفرنس کا  
لاہور میں ہوا جو زیر سرپرستی انجمن اسلام علیہ میں آیا۔ سردار  
صاحب اس انجمن کے نائب ریسٹنٹ تھے۔ اس زمانے  
میں بڑے بڑے خطبوں کے دینے کا رواج نہ تھا۔ لیکن جو  
تقریر آپ نے کی تھی اس سے اعلیٰ خیالات اور وسیع  
معلومات کا پتہ چلتا ہے۔

## اجلاس ششم

منفرد علی گڑھ ۱۸۹۱ء

صدر نواب حاجی محمد اسحق خان صاحب جو ہمیشہ دُرگت و دشمن جہاں  
آزادی سکرٹری مدرستہ العلوم علی گڑھ  
آپ نواب عظیم الدولہ سرخراز الملک محمد مصطفیٰ خان صاحب  
منظر جنگ دہلوی بہ سمرقانی و شہیدانہ تقلید ارجمند تھے۔ بڑے  
کے صاحبزادہ تھے۔ آپ ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے تھے اور  
آپ کی تعلیم و تربیت زیر نگرانی مولانا حالی رحمۃ اللہ علیہ ہوئی تھی۔ چوتھ  
آپ نے آگرہ کالج سے امتحان انٹرنس دل درج میں پاس کیا تھا۔ آپ کی  
اسلم علی اور اخلاق و کمالات کا ہر شخص متون تھا۔ ۱۸۹۱ء میں رامپور،  
میں مدار المہام ہوئے۔ ۱۸۹۱ء میں جگ گیا۔ ۱۸۹۱ء میں،  
آزادی سکرٹری کالج ہوئے۔ ۱۸۹۱ء میں مسرکت قلب  
بند ہو جانے سے بیکار انتقال فرمایا۔ اناشد وانا الیہ راجعون

## اجلاس ہفتم

منفرد دہلی ۱۸۹۲ء

(صدر مولوی حشمت اللہ صاحب جو ہم ایم لے آئی ہیں)  
آپ کے دادا مولوی کفایت اللہ حیدر آباد دکن میں مشہور  
خونوئیں غری و فارسی کے استاد تھے۔ درجہ تدریس کا شغل تھا۔ انھوں نے

ترک وطن کر کے ہائیں برہی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ مولوی  
حشمت اللہ صاحب ۱۸۹۶ء میں پیدا ہوئے۔ آپ بلا کے ذہین تھے  
فارسی - عربی - انگریزی میں خاص قابلیت تھی۔ ۱۸۸۸ء میں ملازمت  
میں داخل ہوئے اور ۱۸۹۱ء میں پینشن لے لی۔ رحمدل ادب و اخلاق  
تھے۔ ۱۱ نومبر ۱۹۱۹ء میں بمقام آگرہ انتقال ہوا۔ اناشد وانا الیہ  
راجعون۔

## اجلاس ششم

منفرد علی گڑھ ۱۸۹۳ء

صدر نواب محسن الدین الملک مولوی سید محمد علی خان صاحب جو ہمیشہ زیر نگرانی  
آپ و ہر مجاہد علی گڑھ کو اپنے وطن آٹا دہا میں پیدا ہوئے۔  
فطرتاً طبع اور ذہین تھے۔ فارسی - عربی کی تعلیم حاصل کی تھی۔  
میں دس روپیہ ماہوار پر کلکٹری میں تحریر مقرر ہوئے۔ ۱۸۸۷ء میں  
تخصیصاً دار ہوئے۔ ۱۸۹۶ء میں ڈپٹی کلکٹری پر ترقی ہوئی۔ ۱۸۹۶ء  
میں مستفی ہوئے۔ سرالار بنگ اول کی خواہش پر سرسید کی  
سفر رشت سے آٹھ سو روپیہ پر حیدر آباد چلے گئے۔ ۱۸۹۹ء میں  
فنائین اور پولٹیکل سکرٹری کے عہدہ سے آٹھ سو کا وظیفہ بیک وقت  
ہوئے۔ سرسید کی رفاقت اس وقت کی ہے جب ایک دو  
رفقار کے سوا کوئی اور تیسرا نہ تھا۔ قوی و دردمند تھے۔ وسیع الاطلاع  
اور وسیع الخیاں تھے۔ حیدر آباد سے واپس آئے کے بعد علی گڑھ میں  
سکونت اختیار کر لی تھی۔ سید محمود کی جانشینی کے بعد آپ آزادی  
سکرٹری منتخب ہوئے۔ آپ کے زمانہ میں کالج نے حیرت انگیز  
ترقی کی۔ سرسید کے انتقال کے وقت طلباء کی تعداد ۱۸۹۲ء  
میں ۳۳۰ تھی اور نواب صاحب کی وفات کے وقت ۱۸۹۲ء میں  
۸۶۲ تک پہنچ گئی تھی۔

## اجلاس ہفتم

منفرد علی گڑھ ۱۸۹۴ء

صدر شمس میاں محمد شاہ دین صاحب جو ہم بی۔ لے خان آباد دربر مرطاب  
آپ ۱۸۹۴ء میں پیدا ہوئے۔ آپ خاندان باغبانوں رہ گئے  
چشم وچراغ تھے جو متصل باغ شالاملا پور آباد ہے۔ آپ انجمن سے

مہذب بینش اور ذہین طالب علم تھے۔ بی۔ اے تک اعزازی،  
ڈگریاں حاصل کیں۔ عرصہ میں بعض تعلیم قانون انگلستان تشریف  
لے گئے۔ بار ایبوسی ایشن میں کامیاب برسرِ شہر ہوئے تھے۔  
قابلیت و شہرت کی وجہ سے لاہور ہائی کورٹ کے جج مقرر ہوئے  
شرح محمدی میں آپ کی قابلیت خصوصیت کے ساتھ مشہور تھی۔  
کم بولتے تھے زیادہ غور فرماتے تھے۔ ایسے امورات کو جو قومی،  
بہودی پر لگاؤ رکھتے ہوں دہلیش کے ساتھ پسند فرماتے۔ آپ  
شاعر بھی تھے۔ ہجائیں تخلص تھا۔ کلام میں صفائی و خیالات کامیاب  
بلند تھا۔ آپ ۲۶ سال کی عمر میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس  
کے صدر ہو کر علی گڑھ تشریف لائے۔ ۱۹ سال کے بعد دوبارہ  
اسی مجلس کے آگرہ میں صدر ہوئے۔ بہت قامت۔ تحفہ الجذ لاغر  
اندام تھے۔ ہدیہ تعلیم کی ایسی مثال تھے جن کی جگہ انک فانی نظر  
آتی ہے۔ عرصہ دراز تک امید نظر نہیں آتی کہ اس عالمانہ شان کے  
طالب علم ہماری یونیورسٹیاں پیدا کر سکیں۔ جولائی ۱۹۱۵ء میں  
بچاس سال کی عمر میں آپ نے استقال فرمایا۔ اناستروانا دیہ راجو

## اجلاس دہم

(منفقہ شاہجہانپور ۱۹۱۵ء)

(صدر نواب محسن الملک بہادر مولوی ہمدیدی علیخان صاحب)  
(آپ کے حالات اجلاس ہشتم میں تحریر ہو چکے ہیں)

## اجلاس نین زدہم

(منفقہ ہیرٹھ ۱۸۹۶ء)

صدر نواب علی خاں بہادر مولوی جنگ عماد الدولہ عماد الملک مولوی  
(سید حسین صاحب مرحوم بلگرامی)

۱۸۹۶ء میں بمقام صاحب گنج فیض گجا پیدا ہوئے۔ آپ کے  
والد سید زین الدین حبشی ہمارے ڈپٹی کلکٹر تھے۔ حرف شنای  
کے بعد قرآن شریف و فارسی کی مختصر تعلیم حاصل کر کے عربی  
کی طرف پوری توجہ کی۔ چودہ سال کی عمر میں عربی سے فارغ  
ہو کر انگریزی شروع کی۔ ۱۸۹۶ء میں فرسٹ ڈویژن میں

انٹرنس کیا۔ نتیجہ میں پندرہ روپہ کا وظیفہ قابلیت حاصل کیا۔ ۱۸۹۶ء  
میں پریسیدنسی کالج سے اول درجہ میں ایف۔ اے پاس ہو کر  
بچیس روپہ کا وظیفہ دیا۔ ۱۸۹۷ء میں والد کے ہمراہ بلگرام  
اور شادی ہوئی۔ ۱۸۹۷ء میں کلکتہ یونیورسٹی سے اول درجہ  
میں بی۔ اے کیا۔ سترہ سال کی عمر میں علوم مضفری و مغربی کے  
فاضل بن گئے۔ کیننگ کالج میں چھ سال تک عربی کے پروفیسر  
رہے۔ اسی زمانہ میں لکھنؤ مائٹس کو ایڈٹ کیا۔ جون ۱۸۹۷ء  
میں سرسار جنگ اول کے پرائیوٹ سکریٹری ہو کر حیدر آباد  
پونے۔ ۱۸۹۷ء میں سرسار جنگ کے ہمراہ انگلستان کا سفر کیا۔  
واپسی یورپ پر محمدی خانگی کے علاوہ متمدنی امور منقرقہ کی  
خدمت جی تفویض ہوئی جس کا ایک شعبہ تعلیمات تھا۔ ۱۸۹۸ء  
میں بتقریب مسند نشینی اعلیٰ حضرت علی یار خاں مولانا جنگ کے  
خطاب سے سر فراز ہو کر اعلیٰ حضرت کے پرائیوٹ سکریٹری مقرر ہو  
لیاقت و قابلیت کے جوہر کھلنے پر محبوب خطاب عماد الدولہ،  
عماد الملک ملا حیدر آباد میں تعلیمی سطح بہت پسند تھی اس لئے  
دیگر اعلیٰ مناصب سے قطع تعلق کر کے ۲۳ سال نظامت تعلیمات  
پر مامور رہے۔ ۱۹۰۰ء میں وظیفہ یاب ہوئے۔ سرید کے  
کاموں میں شروع سے ساتھ رہے۔ فیاضی کے ساتھ اکثر،  
جب سے مدد دی۔ بارہا حکومت آصفیہ کو امداد دینے کی کامیاب  
ترغیب دی۔ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے پہلے دن سے سرپرست  
و معین و مددگار رہے۔ پہلی مرتبہ زمانہ حیات سرسید دوسری مرتبہ  
۱۹۰۰ء میں اجلاس رامپور کی بھی عداوت فرمائی۔ دارالمصنفین  
اعظم گڑھ کے شروع سے سرپرست رہے۔

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا شعبہ انجمن ترقی اردو آپ ہی کی اعانت  
کار بن منت ہے۔ نوجوانان قوم نے جب شائع میں سلفیہ  
کالج دہرہ دون میں قائم کر نیکار ارادہ ظاہر کیا تو سب سے پہلے  
آپ ہی کا دستِ کرم اعانت کے لئے بڑا ہا۔ تہذیب و اشاعت  
کتب قدیمہ کے سررشتہ کی کامیابی کی ذمہ داری دکن میں آپ  
ہی کے ضعیف کندھوں پر رہی۔ کلیات خضر کی اشاعت کا ہتھار  
آپ ہی کی تحریک پر ہوا۔ کتب خانہ آصفیہ آپ کی مساعی حسنہ





سرگزشت

عليكزده

رائت آفریبل مسٹر جسٹس سید امیر علی مرحوم

ہز ہائفیس سلطان محمد شاہ آغاخان



آفریبل مسٹر جسٹس بدرالدین طیب بی مرحوم

سرگزشت

تالیف کرد

جستاس میاں محمد شاہ دین صاحب مرحوم

نواب عبدالقادر خان مولوی سید حسین صاحب مرحوم بلکراسی



آذربیل نواب حاجی فتح علی خان قزلباش مرحوم







مستیر الدولہ تازا الہک آفریدیل حلینہ سید محمد حسین مرحوم

سر تھیو دور مارین



آفریدیل جسٹس سید شرف الدین صاحب مرحوم

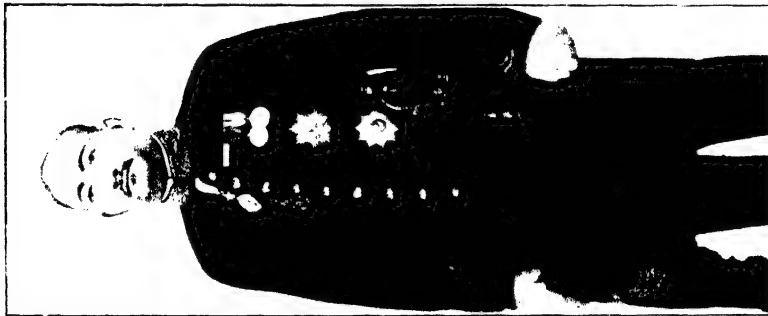


آفریدیل فراب - مرحومہ سلیمہ الد صاحب مرحومہ کے سہ ایس آئی

سہس الہا مولانا خواجہ الطاب حسین صاحب حالی مرحوم



آفریدیل فراب - زاجہ - مرحومہ سلیمہ الد صاحب  
کے سہ ایس آئی







کامیاب ہے۔ قرآن شریف کا ترجمہ انگریزی میں کیسے کی طرف طبیعت مائل ہوئی  
لیکن انھوں نے مترجم پاروں کا ترجمہ کرنے کے بعد مصمت کی خرابی سے کام لیا  
ترجمہ مذکور کا مسودہ دارالمصنفین اعظم گڑھ میں موجود ہے۔ جب بھی کبھی  
شائع ہوگا تو دنیا کو مولانا کی قابلیت کا اندازہ کرنا مشکل ہوگا کہ کس  
فصاحت و بلاغت سے معانی و معالاب کو ادا فرمایا ہے۔ آپ مدرس  
یونیورسٹی کے فیلو تھے۔ ۱۹۱۷ء میں یونیورسٹی کا کالونمیں ایڈریس کیا  
تھا۔ ہندوستانی یونیورسٹیوں کی تفتیش پر دائرہ اس کے لئے تھیں کہ مہربان کو  
بھی بنایا تھا۔ ۱۹۱۷ء میں انڈیا کونسل کے رتبے پہلے ممبر ہوئے لیکن وجہ  
علالت انگلستان میں زیادہ دیر نہ رہ سکے۔ حیدر آباد واپس آئے۔ صاحب  
خاں تھے لیکن مطالعہ کتب میں مصروف رہتے۔ ۴۴ سال کی عمر میں سرین  
۱۹۱۷ء بروز جمعہ انتقال فرمایا۔ "نانائت وانا لیراجون" حیدر آباد میں  
مقام دفن امیر شہزادہ خدیو بکر زکریا تھا۔

## اجلاس دوازدہم

(منفقہ لاہور ۱۹۱۷ء)

(صدر نواب علی غنی علی صاحب قزلباش مرحوم سی۔ ای۔ ٹریل لاہور)  
آج کے اسلاف قندھار کے باندھے تھے۔ لاہور صاحب مصروف کی لاہور میں  
خاص وقت تھی۔ شیعہ جماعت کے مسلم لیڈر تھے۔ یہاں نام شیعہ کا کے بانی کی  
حیثیت سے جہت یادگار رہیگا۔ محمد کالج علی گڑھ کے برائے شری تھے۔  
مسلم یونیورسٹی کو فیاضانہ امداد دی۔ مسلم یونیورسٹی کورٹ کے ممبر اسلامیہ کالج  
لاہور کی کبھی کے پریذیڈنٹ۔ آپ فلیٹ۔ متواضع۔ پابند مذہب جمہور انجیل  
حافی تعلیم تھے۔

## اجلاس سیزدہم

(منفقہ کلکتہ ۱۹۱۹ء)

(صدر رائٹ آف جینٹلمن سید علی مرحوم ایم۔ اے۔ سی۔ آئی۔ ای۔)  
آپ ۶ مارچ ۱۹۱۹ء کو بمقام حضورہ بنگال میں پیدا ہوئے  
آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی سید سعادت علی صاحب تھا۔ بچے اسلاف  
کا شاہان ایران کے دربار سے تعلق تھا۔ آپ کے جدِ امجد سید احمد فاضل  
۱۹۱۷ء میں نادر شاہ کے ساتھ ہندوستان آئے تھے۔ جب نادر شاہ  
دہلی سے واپس ہوا، تو انھوں نے محمد علی شاہ کو بھرتے شاہ دہلی کی ملکہ  
افتخاری اور دہلی ہی میں سکونت پذیر ہوئے تھے۔ جو وقت مرگے  
نے دہلی کو لوٹا ہے اور سلطنت خلیفہ برزوال آیا ہے تو سید سعادت علی  
صاحب محمد اپنے بھائیوں کے کھڑے آئے اور نواب اودھ کی طرف

خدمات حاصل کر کے قصہ یوں منسلک اناؤں میں بود و باش اختیار کر لی اور ہوا و  
کے احمق سے قبل بنگالہ کوچے گئے۔ سید امیر علی ابتدائی تعلیم کے بعد ہونے  
کالج میں داخل ہوئے۔ بعد ذہن اور تیز تھے۔ ۱۹۱۷ء میں انگریز کالج  
ایک سال بعد تاراج اور پوشیل اکائی میں ایم۔ اے کیا اور پھر اسی کالج  
میں قانونی امتحان بی۔ ایل۔ تاراج کے ساتھ پاس کیا۔ ۱۹۱۷ء میں  
اسٹاٹ اسکالرشپ حاصل کر کے بریسٹری کے لئے لندن چلے گئے۔ ۱۹۱۷ء  
میں کامیاب ہو کر واپس آئے۔ کلکتہ میں وکالت شروع کر دی۔ کلکتہ یونیورسٹی  
کے فیلو سفر ہوئے۔ ۱۹۱۷ء میں بریسٹری کالج کلکتہ میں شرع محمدی کے  
پکچر، رہوئے۔ ۱۹۱۷ء میں سنٹرل نیشنل محمدی ایسوسی ایشن قائم کی۔ ۱۹۱۷ء  
بیک بنگلہ کے امام بارگاہ کے صدر بھی رہے۔ ۱۹۱۷ء میں بریسٹری کے محکمہ  
ہوئے۔ قابلیت اور خدمات کے سبب کچھ عرصے کے بعد جیف بریسٹری  
محکمہ ہوئے۔ اس سے متعلق ہو کر پھر پیکش شروع کر دی۔ ۱۹۱۷ء  
تک کونسل کے ممبر بھی رہے۔ ۱۹۱۷ء میں سی۔ آئی۔ ای کا خطاب ملا  
۱۹۱۷ء میں بانی کورٹ کلکتہ کے جج ہوئے۔ وقت علی الادلا دکن کا قضا  
رغبین کارہین منت ہے۔ چودہ سال کے بعد ۱۹۱۷ء میں جج کو سکد کی  
حاصل کر لی۔ ۱۹۱۷ء میں بریسٹری کونسل میں جج کا اعلان ہوا۔ یہ جج  
ہندوستانی ہیں جو شاہی کونسل میں داخل ہوئے۔ آپ نے انگریزی میں  
بہترین کتابیں تصنیف کی ہیں جیسا کہ یورپ تک بیٹھا ہوا ہے۔ مورخ اسلام  
کی حیثیت کو ان کا پایہ بہت بلند ہے۔ ۱۹۱۷ء میں انقلاب شری پر اسے انجمن  
ہلال احمر کی بنیاد ڈالی اس کے علاوہ بھی وہ کالہ بانی خاں تھے کہ عرصہ  
تک تاریخی حیثیت سے یادگار رہیں گے۔ ۱۹۱۷ء میں کانفرنس کو کلکتہ  
میں آپ ہی نے مدعو کیا۔ ۱۹۱۷ء میں علی اور ادنی خدمات کے اعتراف  
پر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی ۱۹۱۷ء بمقام لندن  
انتقال ہوا۔

## اجلاس چہارم

(منفقہ لاہور ۱۹۱۷ء)

صدر علی یار خاں بہادر موہن جنگ عباد الدولہ عباد الملک سی مولوی سید حسین خاں تھرم  
(حالات اجلاس یازدہم منفقہ لاہور ۱۹۱۷ء میں تحریر ہیں)

## اجلاس پانزدہم

(منفقہ مدراس ۱۹۱۷ء)

(صدر آرنہل جیس باؤم صاحب جیف جیس بانی کورٹ مدراس)  
کب ابن ناہور ملار یورپ میں سے تھے جو ہندوستان میں لکھ  
لوگو کو نفع پہنچانے کے لئے جو تعلیم میں گزرتے۔ حتیٰ الامکان درسا ناں مدرس

## اجلاس ہفت دہم

(منفقہ بمبئی ۱۳۰۳ھ)

صدر زمین جس بدرالدین علی بی مرچوم برسرٹراٹ لا۔ رئیس بمبئی آپ کے اسلٹ عربی نژاد تھے۔ ہندوستان پہونکر مہمات اور بمبئی میں سکونت اختیار کی۔ آبائی پیشہ تجارت قصابہ بدرالدین علی بی ۱۸۳۳ء میں پیدا ہوئے۔ سولہ سال کی عمر میں بمبئی میں تعلیم حاصل کی۔ انکے بزرگ بھائی چلے گئے۔ ۱۸۶۷ء میں پیرسٹری پاس کر کے واپس ہوئے۔ مسلمانوں میں پتلہ طالب علم تھے جو قانونی تعلیم کے لئے انگلستان گئے۔ بمبئی پہونکر بانی کورٹ میں پریکٹس شروع کی۔ ۱۸۷۷ء میں بانی کورٹ کی سوزشیج پر جگہ ملی جہاں قانونی جج کے علاوہ قاضی بھی ہوئے۔ ۱۸۸۲ء میں، ملکی پالیٹکس میں حصہ لینا شروع کیا۔ ۱۸۸۷ء میں نیشنل کانگریس کے سب سے پہلے مسلمان صدر ہوئے۔ انجمن اسلام کی شاندار عمارت بمبئی میں وکٹوریہ ٹرمینس کے قریب آپ ہی کی یادگار ہے۔ آپ کی تعلیمی کوشش و کوشش، تک محمد و دینیوں بلکہ عقیدت سنوان میں بھی نمایاں حصہ نظر آتا ہے۔ سلف۱۳۰۳ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشن کانفرنس کا اجلاس بمبئی میں آپ ہی کی قیادت اور صدارت میں ہوا۔ زمانہ کانفرنس بمبئی میں مالابار ہل کے اگے، دوبرہ اسپتہ جنگلہ میں تمام جہان مان کانفرنس کو شاندار دعوت دی تھی۔

## اجلاس شانز دہم

منفقہ لکھنؤ ۱۳۰۴ھ

صدر سر قیوڈ ورماریس سابق پرنسپل ایم۔ اے۔ او۔ کالج علی گڑھ آپ ایک علی خاندان کے فرد ہیں۔ ٹرنٹیٹی کالج کے گزٹو جوبٹ، ہیں۔ بطور اتالیق ہمارا جہیز پور ہندوستان تشریف لائے ۱۸۸۹ء میں انگریزی زبان کے پروفیسر ہو کر علی گڑھ آئے۔ سرسید انکو بہت عزیز رکھتے تھے۔ فٹ بال عمدہ کھیلتے تھے۔ اس کھیل کو انھوں نے کالج میں رواج دیا۔ جوانی میں اچھے شہسوار تھے۔ قنیل میں بھالے سے سور کا شکار کھیلا کرتے تھے۔ کالج کی مفید نکات میں برابر حصہ لیتے تھے۔ جب برادر چہقام ہوا تو اس کے صدر مارنیں ہی تھے۔ اس کے سالانہ اجلاس میں جو خطبہ صدارت انھوں نے پڑھا وہ سرسید نے اسٹریٹیجی بال کے برآمدہ میں سستون پر کندہ کر دیا۔ مسلم ایجوکیشن کانفرنس کے اجلاس میں کہیں ہوتا نا پھر وشرکت کرتے۔ ماہرہ تندر۔ جلالی وغیرہ میں اکثر ایک بار سے زائد جا کر اسلامیہ مدرسوں کا افتتاح کیا۔ کالج سے علیحدگی کو خیال سے دلالت جانے کے بعد ستمبر ۱۸۹۹ء میں شریک پرنسپل کالج

کی تعلیمی ترقی میں کوشش کی۔ آپ انجمن مسیلا اسلام مدراس کے پریذیڈنٹ تھے کانفرنس مذاکے آپ نے پورہ بین صدر تھے۔ آپ نے علی گڑھ سے جہد وری وائر کے ذریعہ اجلاس کانفرنس کو کامیاب بنایا جس کی کوشش کی۔ کانفرنس کی تاریخ میں یہ پہلا جلسہ تھا جو اسکے سرگزشت سے دو روزہ فاصلہ پر نواب محسن الملک علی کی سرگرمی میں کامیاب ہوا۔

## اجلاس شانز دہم

منفقہ دہلی ۱۳۰۶ھ

صدر ہنر بانی نس سر سلطان محمد شاہ آغا خانان جی۔ سیسی۔ آئی۔ اے، آپ نس علوی ہیں۔ جب مصر میں جی فاطمی کی حکومت قائم تھی تو بارہا خلافت کے حکمران آپ ہی کے اجداد تھے۔ بعد زوال خلفائے جی فاطمی آپ کے بزرگوں نے ایران کی سکونت اختیار کر لی۔ آپ کی دادی فتح علی شاہ قاجار کی بیٹی تھیں۔ آپ کے دادا حسن علی شاہ آغا خان کرمان کے گورنر جی سیاسی امور کے سبب حسن علی شاہ آغا خان کو ایران کی حکومت ترک کرنی پڑی اور کابل ہوئے۔ پورے ہندوستان آئے۔ سندھ میں جنرل نیپیری کی رفاقت حاصل کر کے جنگ افغانستان میں شرکت کی۔ برطانیہ کے حق میں کارہائے نمایاں کئے۔ بمبئی اور پونا میں سکونت اختیار کر لی۔ ہنر پرنس کا خطاب ملا۔ ۱۸۸۱ء میں ان کی وفات کے بعد اس کے بڑے صاحبزادہ ہنر پرنس آغا علی شاہ کو والد کے جانشین ہوئے۔ ان کے بعد ۱۸۸۸ء میں ہنر پرنس سر سلطان محمد شاہ آغا خان دس سال کی عمر میں جانشین ہو کر اسماعیلیہ فرقہ کے بیٹو کی حیثیت سے سندھ، خوارزم، آف۔ پ۔ عربی۔ فارسی، انگریزی میں اعلیٰ قابلیت حاصل کرنے کے علاوہ مردانہ کھیلوں میں کافی ملکہ حاصل کیا۔ آپ مذہبی بیٹو اور سردار مانتے ہیں۔ ہندوستان کے مسلمان عام طور پر اپنا پیدر اور سردار مانتے ہیں۔ سلف۱۳۰۳ء میں شکر پرمسلمانوں کے مشورہ و تجویز میں کے روح رواں بن گئے۔ سلف۱۳۰۳ء میں انگلستان سے واپس ہو کر کانفرنس کے اجلاس ناگپور میں ایک لاکھ روپیہ رقم دیکر، مسلم یونیورسٹی کے بنام کی کوشش میں قوم سے تیس لاکھ روپیہ کی سلف۱۳۰۳ء میں ہندوستان کے سرگزشت میں قدم میں جان ڈالنے کی کوشش کی مسلم یونیورسٹی میں چند مرتبہ دو دو فرمایا اور ہمیشہ مدد دی۔ دنیا کو مسلمانوں کے شریک حال ہیں۔ ۱۹۱۱ء میں درودشاہی کے موقع پر کانفرنس کالج علی گڑھ دہلی میں ہوا تو ہنر بانی نس چھ سراس کے صدر منتخب ہوئے تھے مگر موصوف کی غیر متوقع عدم شرکت کیوجہ سے خلیہ صدارت نواب محمد الملک علی چٹا بھٹا ۱۳۰۶ء میں مقام دہلی آپ کی اہلیہ ساریاتہ منفقہ لکھنؤ علی گڑھ میں کانفرنس منفقہ لندن میں آپ کی مسلمانوں نے منفقہ اسپوک میں آؤنٹنگ ہو

جب پنجاب میں اردو دہندی کا سوال اٹھا تو خلیفہ صاحب نے اسے خود بخوبی،  
کہ مندی قائم ہو پر زور مخالفت کی اور اردو قائم رہی۔ جب علی گڑھ کا کالج  
میں شیعوں اور سنیوں کی جدوجہد اکھبر پور میں ہوئی تو بزینت ہوئی تو آخر  
مخالفت کی کہ کبھی قائم نہیں ہو سکتی۔ آپ نے نہایت راجہ اعفیدہ شیخو بلکین  
سنیوں اور شیعوں کے باہمی رشتہ رخنہ کو توڑی ترقی کا نسب امتیں  
مجھتے تھے۔ تعلیم کے حامی تھے۔ تقیہ و تالیف کا توفیق تھا۔ اعجاز الغفریل  
اور ترجمہ سید و ریاضت و اکثر بریز۔ دونوں کتابیں بہترین یادگار ہیں۔  
آپ کی ذات سچائی، سہرہ دہی، نیکی، ہندوستانی، علمی اور عملی اخلاق کا نمونہ  
فقی، افسوس کہ مشفقہ میں دو مہم حیات محض ہو گئی جس نے ہندوستان  
نور سے محروم کر رکھا تھا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

## اجلاسِ نوزدہم

منفردہ علی گڑھ ۱۹۰۵ء

صدر آثرین شمسید شرف الدین صاحب جو محمد جلال علی گڑھ میں کونسل  
سید شرف الدین مرحوم نبورہ فعل بائنے پور کے باشندہ تھے جو،  
بائنے پور چنے سے چند میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔ یہ موضع سادات  
نبورہ کے نام سے مشہور ہے۔ نبورہ کی خاک کو بھی شمس جگمگام۔ کاکوری خیر آباد  
دارہرہ وغیرہ خیر ہیکل شمس العالی نواب سید امداد امام موبد الملک نواب  
سر علی امام جتیں سید حسن امام جتیں سید شرف الدین اس زمین کو اٹھکر  
آفتاب کمال بن گئے۔

سید صاحب ۱۹۰۵ء میں بہر شری پاس کر کے ہندوستان آئے  
پیشہ و کائنات میں بہت جلد ترقی کی۔ بہت کچھ عرصہ ہی میں مسلمان ہمارے کپڑے  
ہو گئے اور ملکی پالیسی میں حصہ دینا شروع کر دیا۔ نیشنل کانگریس کے  
شروع سے حامی ہو کر ممبر بن گئے تھے۔ ولایت سے واپس آئے  
وہ لے نور جوان مسلمان اکثر مذہب سے بیگانہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن آپ  
ہی پہلے مسلمان برسرِ شرف تھے کہ واپسی انگلستان پر حضرت حامی وادار علیش  
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔ آخری وقت تک حسن عقیدت،  
برابر رہا۔ جب صوبہ متحدہ میں مسلمانوں کے خلاف گورنمنٹ کی پالیسی  
روڈ افروز ترقی پر بھی تو مسلمانوں کو اپنی پوٹھلیں جماعت بنانے کا خیال  
پیدا ہوا اور نواب وقار الملک مرحوم نے اس خیال کو عملی جامہ پہنائی  
کوشش کی۔ ۱۹۰۶ء میں بمقام لکھنؤ جلسہ شری منفرد ہوا۔ آپ اس جلسہ کے  
پریسیڈنٹ تجویز ہوئے۔ ۱۹۰۶ء میں لکھنؤ بانی کونٹ کے سچ ہوئے۔  
المحقق ممدوح ذاتی صفات و دجاہت کے سبب صوبہ بہاری میں  
انہیں ہندوستان کے ہر صوبہ میں وقعت اور امتیاز کی نظر سے دیکھے جا رہے تھے۔

کے انتقال پر ریشیان کالج نے کالج کی پرنسپل سٹریارین کو بذریعہ  
پیش کی۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء میں کونسل کے بحیثیت پرنسپل علی گڑھ کالج شریف  
لائے۔ اس قدر نام پیدا کیا کہ کالج میں غیر محاکم کے طلباء آئے۔  
۱۹۰۶ء کے بعد کالج کی ملازمت سے متعلق ہو کر ولایت چلے گئے وہاں  
پونچک لارڈ مارے کی کونسل کے ممبر ہو گئے۔ اسی سلسلہ میں سی۔ آئی۔ ای  
کا خطاب ملا۔ سروس کمیشن کے ممبر مقرر ہو کر دو سال تک ہندوستان کا  
دورہ کیا۔ جنگ عظیم چھلنے پر بحیثیت کونسل انگریزی فوج میں شامل  
ہو گئے۔ بعد اختتام جنگ کے سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب ملا۔ انگلستان واپس  
ہوئے۔ پیرا مٹر ونگ کالج نیو کیسل ان ہائن کے پرنسپل مقرر ہو گئے۔  
آپ بہترین مصنف ہیں۔ محمد کالج علی گڑھ کی بھی ایک مختصر تاریخ لکھی جو

## اجلاسِ نوزدہم

منفردہ علی گڑھ ۱۹۰۵ء

صدر شیریلہ دل ممتاز الملک خان بہادر خلیفہ سید محمد حسین صاحب جو  
آپ ۱۹۰۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے بزرگ سید جلال الدین  
حسین صاحب معروف بہ جلال بخاری ۱۸۵۷ء میں ملتان شریف  
لائے۔ حضرت جلال بخاری کا مزار بمقام انج شریف ریاست بھادوپور  
مرج خاص و عام ہے۔ ریاست کی طرف سے مزار کے لئے جاگیر مقرر  
ہے۔ سید جلال بخاری کے پوتے محمد وہاں بنائے جہاں گشت باشندہ  
بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت محمد وہاں بنائے جہاں گشت کی اولاد میں  
سید نظام الدین صاحب دہلی سے سلسلہ میں فقیر سائلے ہیں،  
اکر آباد ہوئے جو پٹیلہ سے ۱۸ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ انھیں پٹیلہ  
سادات سامانہ میں سے حکیم سید غلام حسن نامور صاحب گذرے ہیں جو  
خلیفہ سید محمد حسین صاحب کے دادا تھے۔ ان کے بیٹے حکیم سید سادات علی  
صاحب عرصہ دراز تک صاحب شاہی کی حیثیت سے ہمارا جگمگ سنگ پٹیلہ  
کی خدمت بجالاتے رہے۔ ہمارا جگمگ ان کی علمی قابلیت پر نفع کر گئے  
ہمارا جگمگ زندہ رسنگ و لمہد کا تاتاقی مقرر فرمایا۔ لفظ خلیفہ محمد حسین صاحب  
کو درشتا اپنے خاندان سے ملا۔ خلیفہ صاحب مسلمانوں کی قدم تہذیب  
کا علی نمونہ تھے۔ اپنے نامور اسلاف کے قدم بقدم ریاست پٹیلہ کی  
اجم خدمات و فاداری اور تہذیب کے ساتھ انجام دیں جس کے سلسلے میں  
انعامات اور جاگیریں ملیں۔ برٹش گورنمنٹ نے بھی انکی نمایاں حیثیت  
و قابلیت کا قابلیت کا اعتراف کر کے مشیر الملک ممتاز الملک اور  
خان بہادری کے خطابات عطا فرمائے۔ پنجاب کی سب سے بڑی جمعیٹو  
کونسل میں پٹیلہ کے بہترین عہدہ دار کی حیثیت سے ممبر منتخب ہوئے



## اجلاس بے دیم

(منقذہ کراچی سن ۱۳۹۷ء)

صدر شمس العلماء خواجہ الطاعات حسین صاحب حالی (مرحوم) آپ کے مورث اعلیٰ خواجہ ملک علی قبیلہ انصاری تھے سلطان علیاٹ بلہن کے عہد میں ہندوستان آئے۔ سلطان نے خواجہ کے شرافت نفس کا پورا پورا احترام کیا۔ پانی پت میں عہد دیہات بطور مدد محاش قربان فرما کر پانی پت کے منصب و تقوا و قربت مزارات ائمہ کے اعزازات میں جو نواح پانی پت میں داخل ہیں شیخ کو سپرد کر دیے۔ خواجہ حالی انھیں خواجہ ملک علی کی اولاد تھے۔ آپ ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی عمر آٹھ نو سال کی تھی کہ والدین انتقال فرما گئے۔ آپ کے بھائی خواجہ امداد حسین نے سرپرستی کی۔ سب سے پہلے کلام مجید حفظ کیا۔ سید جعفر علی سے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ حاجی ابراہیم حسین مجتہد انصاری سے صرف و نحو پڑھی۔ سترہ سال کی عمر میں بھائی بہن کے اصرار سے شادی کی۔ پڑھنا لکھنا چھوڑ گیا۔ غروالوں کی خواہش پائی اب نوکری کریں۔ یہ چھپکر دہلی پہنچے اور دہلی پوچھ کر مولوی نوارش علی صاحب مشہور داغ و دھم سے دو تیرہ سال تک صرف و نحو و منطق کا درس لیا۔ ہنز سلسلہ تلمیذ چلے نہ تھا کہ اعوان کے اصرار پر ۱۸۸۷ء میں پانی پت آیا پڑا۔ ۱۸۸۷ء میں ضلع حصار کی کلکٹری میں کسی آسامی پر مقرر ہو گئے۔ ۱۸۸۷ء میں حصار کا فتنہ تھا۔ آپ بھی حصار سے پانی پت چلے آئے۔ چار سال تک باہر نہیں نکلے۔ چونکہ تعلیم سے سیری ہوئی تھی پھر شوق ابھرا۔ پانی پت کے مشہور فضلا مولوی عبد الرحمن۔ مولوی محبوب اللہ۔ صفدر علی وغیرہ سے منطق۔ فلسفہ۔ حدیث۔ تفسیر کے درس لینے لگے۔ جب کوئی نہ ہوتا تو مولانا کتب سے استمداد کرتے ہاتھ ادب کی کتابیں لغت اور شریع کی مدد سے دیکھتے۔ دہلی میں مرزا نوشہ کو مشاعروں میں غزلیں پڑھتے دیکھا تھا۔ بعض اشعار جو ابھی سمجھ سے بالاتر ہوتے خود مرزا غالب پوچھ کر حل کرنے دفعائد غالب کے چند اسباق خود مرزا غالب نے مولانا کو پڑھائے تھے۔ مثلاً عروسی ان کی فطرت میں داخل تھی۔ ہندو کے بعد جب آپ کی عمر تیس سال کی تھی تلاش محاش میں پھر دہلی آئے اور نواب مصطفیٰ خاں شہزادہ مرہٹوں کی و قلعہ دار جہانگیر آباد سے ملاقات ہوئی۔ سلسلہ مصاحبت آٹھ سال تک نواب صاحب سے تعلق رہا۔ اس کے بعد خواجہ ملک ڈلو میں ملازمت کی۔ اسی زمانہ میں طبیعت مجازی حقیقت سے بدل گئی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ قوم میں نکتہ و اخلاص مایوسی اور جہل کی ہوائیں چل رہی تھیں۔ سرسید

سے ملاقات ہوئی۔ قومی نظم کی فزائش کی۔ دل آفسردہ ہو چکا تھا۔ قومی صحبت کی آہ سوزاں "مسردس حالی" کی شکل میں دہواں بنگر لگی جس نے نیم جان اور بے حس قلب کو چونکا دیا۔ جس وقت سرسید کے پاس چند نکتے پہنچے ہیں اور سرسید نے رسید اور شکر کا خط لکھا ہے۔ بخلہ دیگر فطرتوں کے ایک فقرہ قابل غور ہے۔ سرسید لکھتے ہیں کہ "جب خداوند سے پوچھنا تو کیا لایا تو میں کہوں گا کہ حالی کی مسردس لکھو لایا ہوں اور کچھ نہیں"

آپ کی کتابوں کے مصنف تھے جن کی نظیر نہیں ملتی۔ ۱۸۸۷ء میں نواب وقار الامرا کی توجہ سے پھرت اور پھر سور و پیہ خیر آباد سے وظیفہ ہو گیا تھا۔ آخر میں صحت خراب ہو گئی تھی۔ بالآخر اس درمیان ۱۹۰۷ء کو، شتر سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور حضرت شاہ ولی علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں دفن ہوئے۔ انا لہ وانا الیہ راجعون

## اجلاس بے دیم

منقذہ امرت سر سن ۱۳۹۷ء

(صدر انزبیل نواب سر خواجہ سلیم اشرف مرحوم جی سی۔ آئی۔ ای۔ رئیس ڈاک) آپ کے اجداد تو مل گھیر گئے۔ آپ کے بزرگوں میں سے خواجہ عبدالحکیم نے ترک وطن کر کے ملت میں سکونت و تجارت شروع کی۔ کچھ عرصہ میں بڑے تاجر ہو گئے اور بہت سی جائیداد خریدی۔ ان کے دادا، نواب سر عبدالحق خاں نے زمینداروں کو بہت کچھ دت دی وہ بڑے ہوشیار اور دور اندیش تھے۔ لاکھوں روپیہ رفاہ عام میں صرف کیا۔ گورنمنٹ، میں خاص وقت تھی۔ ان کے بیٹے سراخن اشرف خاں ان کے جانشین ہوئے جو خوش اسبے والد کے فیض اور فیاض طبع شخص تھے۔ بنگال کی مسالوں میں ان کا سب سے بڑا درجہ تھا۔ ان کے بعد انکے بیٹے، سر سلیم اللہ ارادہ کے مضبوط بلذہمت۔ فیاض طبیعت ہمدرد ملت، جانشین ہوئے۔ بزمانہ حیات والد کو بی کلکٹری رہ چکے تھے۔ آپ کی فوت ارادی بہت زبردست تھی۔ ارادہ میں جب تک کامیاب ہوتے سہم کر رہتے۔ بنگال میں جب تک بنگالیوں نے زبردست انجی شین کیا۔ آپ گورنمنٹ کی حالی بڑی اور بنگالیوں کو اپنے ہوہر دکھا دئے تمام ہندوستان کے بنگالی شجاعت کا یو مان گئے تھے۔ ۱۹۰۷ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس مسلم ملک کو دعوت دی۔ ہماونکی مدارات میں جالیں بزا اور صرف کیا۔ امرت سر سے لوٹ کر نواب صاحب۔ پہلی مرتبہ علی گڑھ آئے جہاں مختلف مذاکات میں زرباشی کی۔ انھوں نے کمرے و خانہ کی اور ۲۴ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ انا لہ وانا الیہ راجعون





ملیکوہ

سرگرم

آفریدیل سر ابراہیم رحمت اللہ

نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر سر اکبر حیدری



آفریدیل نواب سر شمس الہدیٰ کے سی ایس آئی



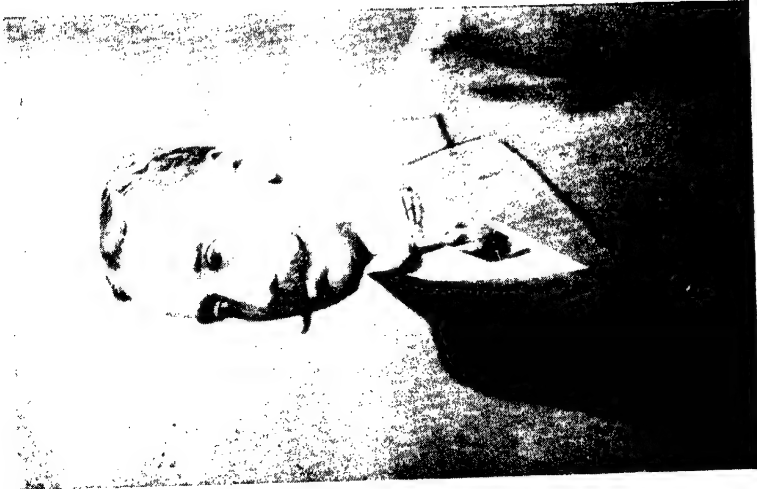
— ر کڑ —

مسٹر عبداللہ ابن یوسف علی آئی سی ایس



حلیکړه

آئریبل جسٹس سر عبدالرحیم کے سی آئی ای



آئریبل خان بہادر سر محمد شفیع



مستور محمد الله ابن يوسف ماني ادي - ن ايس



افرنېل د ن به نر هان سر سجد شيدج



## اجلاس بستی و سومیم

منفردہ رنگون ۱۹۰۹ء

صدر آئر ہیل و ماراج سر محمد علی محمد خان صاحب کے سی۔ آئی ایس محمود آباد  
آپ کا سلسلہ نسب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے  
۱۸۹۷ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی امیر لکھنؤ  
سید الملک ممتاز جنگ بہادر و راجہ سر محمد امیر حسن خاں تھا۔ ہمارا راجہ  
صاحب موصوف والدہ کے انتقال کے بعد منڈلیں ریاست ہوئے۔ اردو۔  
فارسی۔ عربی۔ انگریزی کی عمدہ تعلیم حاصل کی۔ اردو شاعری سے ذوق ہے۔  
ساتر تخلص فرماتے ہیں۔ سرشتی کوئی ہیں درجہ کمال کے ساتھ چڑھنا بھی،  
سننے کے لائق ہے۔ آپ امیر میر ہوئے باوصف منکر المزاج۔ باطلاقی۔  
سیرت و درخشاں ہیں۔ شروع سے پولیٹیکل۔ مذہبی و علمی خدمات میں مصروف  
شروع کر دیا۔ ہمیشہ اپنی دولت و اثر کا پیش بہانہ علی و قوی خدمات،  
میں صرف کرتے ہیں۔ قوم کی خواہشوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ کبھی پس و پیش  
نہیں کیا اور نہ طلب حقوق کے وقت اپنے نقصان کی کبھی پرواہ کی  
۱۹۰۷ء میں نوجوان ہندوستان کی حمایت میں معروف رچو علی بلوڑا  
کے چھوڑائے میں کوشاں رہے۔ کانگریس سے ملکہ بھوتہ میں پیش پیش  
تھے۔ گورنر خلافت ہو گئے لیکن مطلق پرواہ نہ کی۔ جو رائے قائم کی تھی  
جو خیال پیش نظر تھا اسی پر رہے اور چمک طور پر ہزاروں کے خیالات کا  
جواب نہ کی۔ بڑی اخبارات کے ذریعہ دیا۔ برسوں مسلمانوں کی پوچھیں گئیں  
آں اندہ باسلم ملک کے پریسڈنٹ رہے۔ سلاخوں روپیہ قومی تعلیمی  
سیاسی امور میں صرف کیا۔ لکھنؤ یونیورسٹی لکھنؤ میڈیکل کالج۔ ایجوکیشن  
تعلقہ اران۔ امیر الدولہ ہائی سکول۔ امیر الدولہ پارک لائبریری مستقل  
اعانت کی نمونہ ہیں۔ جب صدر دفتر کانفرنس کو معبودا کرنے کے لئے،  
دوامی گراؤٹ کی اپیل کی گئی تو آپ نے جیسے سورد و پیر کی مستقل سالانہ گراؤٹ  
عطا فرمائی۔ ۱۹۰۷ء کے اجلاس میں بمقام لکھنؤ تمام جماعتوں کو متاثر انداز  
پارٹی ہزاروں روپیہ کے صرف سے دی اور پینتیس ہزار کا عطیہ سائنس  
کی تعلیم کے لئے مرحمت ہوا۔ ۱۹۰۷ء میں جب ہریانائی نس آفاخان باغیہ  
مسلم یونیورسٹی کا قیام لکھنؤ میں ہوا تو اس قیام کو وجود میں لانے کا بڑا ذریعہ  
ہمارا راجہ صاحب ہی ہیں۔ اپنی ذات سے سو لاکھ چھہہ پیش کیا اور پنجاب  
سندھ آگرہ دادوہ کے مختلف مشہروں میں دورہ کر کے کئی لاکھ روپے  
جمع کیا مسلم یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے حصول چارٹر  
میں قواعد اور بائی لاز کی ترتیب میں گورنمنٹ آف انڈیا کے تعلیمی کمیشن  
سے زبانی گفتگو و تحریر میں پوری سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا۔ دائرے اور

صوبہ کی نوکل گورنمنٹ کی کونسلوں میں بحیثیت مسلم نمائندہ کئی مرتبہ نشست  
کی۔ ہمیشہ قومی مفاد کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ مسلم یونیورسٹی کے سب سے پہلے  
دانش چانسلر منتخب ہوئے۔ ۱۹۰۷ء میں ہوم ممبری کے محترمہ ہندو  
مسلم تین سال کی خدمات کے بعد حیدر دوش ہوئے۔ ملک مسلم لیگ  
سے ہمارا راجہ کا خطاب عطا ہوا ہے۔ آج بھی آپ کی ذات گرامی  
قومی ہمدردی کے لحاظ سے مسلمانوں کے لئے وقف ہے۔ خدا کرے کہ  
یہ بدر رہے۔ (آمین)

## اجلاس بستی و چیمبرم

منفردہ ناگپوری۔ بی۔ سی۔ ۱۹۰۷ء

صدر عبداللہ ابن یوسف علی ایم۔ اسے ذہن بہادر ایل۔ ایل ایم۔ آئی ایس کپا  
پیشتر ذہنی کشمیر  
آپ عربی انسل میں۔ قدیم وطن تھا۔ اس کے بعد مسقط و اوامیر  
ہندوستان تپ کے والد سمورت ہیں۔ مسیحی کے پیر ہیں تھے۔ تعلیم بھی میں  
ہوئی۔ ۱۹۰۷ء میں بی۔ اے کیا۔ گورنمنٹ سے وظیفہ قابلیت لکھنؤ سلطان  
گئے اور کیمبرج سے ایم۔ اے و ایل۔ ایل۔ ایم کی ڈگری حاصل کر کے،  
پیشتر کی سکول۔ سول سروس میں اول درجہ میں پاس ہوئے ۱۹۰۷ء  
میں ہندوستان واپس آئے اور ہندو انتظامت کلکتہ و محشر ہوئے  
آگرہ دادوہ کے ضلع ہمارا جو میں قیادت کرتے۔ مختلف اضلاع میں جنت  
رہے پھر محشر ہو گئے۔ گورنمنٹ انڈیا میں انڈسٹری اور ڈپٹی سیکریٹری  
رہے۔ پہلے ہندوستانی تھے جن کو انڈیا کی سکرٹریٹ میں عہدہ دیا گیا۔  
آخر میں ضلع سیتا پور سے نیکامی کے ساتھ پینشن لے لی۔ علاوہ اردو۔  
ہندی۔ انگریزی۔ فارسی۔ عربی۔ بھارتی زبانوں کے فرانسیسی اطالوی  
زبانوں میں کافی مہارت ہے۔ سروس۔ سے علیحدہ ہو کر کئی مرتبہ لندن کو  
لندن یونیورسٹی میں اردو۔ ہندی اور مذاہب و تمدن مشرقیہ کے لکچرر اور  
ہو گئے۔ حیدر آباد میں صدر الامام مالک ازادی بھی رہے۔ حملات است  
دع ہیں۔ ذخیرہ کتب آپ کے پاس بیش بہا ہے۔ اب آپ کا مستقل مقام  
لندن میں ہے۔

## اجلاس بستی و نجم

منفردہ دہلی۔ ۱۹۰۷ء

(صدر ہریانائی نس سر سلطان محمد شاہ آفاخان ہمارا باغیہ)

حالات صدر اجلاس شانزدہم منفردہ دہلی ۱۹۰۷ء میں مختصر یہ چھپ چکے ہیں



## اجلاس بست و ششم

منفردہ لکھنؤ ۱۹۱۲ء

صدر راجا صاحب سید حسن صاحب رحمہ اللہ کی ایم۔ ڈی۔ ڈی۔ ایچ۔ پی۔ آئی۔ ایم۔ ایس۔ آف۔ لٹریچر اور علامہ سید علی کے چھوٹے بھائی تھے۔ اعلیٰ تعلیم و تربیت بھی اسی اصول پر ہوئی جس پر آپ کے بھائیوں کی ہوئی تھی۔ آپ نے عربی فارسی۔ انگریزی۔ مرہٹی زبانوں میں کافی طور سے قابلیت پیدا کر کے قریب کے اصول جدیدہ پر ڈاکٹری اور سرکاری تعلیم پاکر نظری و عملی طریقے سے کامیابی حاصل کی تھی۔ کچھ روز تک انگریزی فوج میں سپرنٹنڈنٹ رہے پھر انگلستان چلے گئے۔ ڈاکٹری کی پریکٹس کو جاری رکھتے ہوئے پائلٹ اور مسٹر تعلیم بہت عورت کیا۔ دس بارہ سال انگلستان میں رہے۔ سلاطین میں ہندوستان واپس آئے کچھ دن حیدرآباد۔ لکھنؤ وغیرہ میں قیام کرنے کے بعد مستقل سکونت علی گڑھ میں اختیار کی۔ مسلمانوں کی تعلیم یافتہ جماعت نے جب آپ سے تبادلات خیالات کیا تو آپ کی ذات کو جو کمال ملایا۔ مسلم لیگ کے سرکاری منتخب ہوئے۔ خود ناخوش کو پسند نہ فرماتے۔ اصول اور قاعدہ کی زندگی بسر کی۔ آپ کا چھوٹا سا بھائی بھگت سنگھ تھا۔ علی گڑھ میں ایک سکول سینئر۔ کیمبرج و انڈیا میں جاری کیا تھا۔ سکول کی نگرانی۔ بچوں کی تربیت خود اپنے ذمہ لی۔ سلاطین میں کانفرنس کی میزبانی سلطان جہاں منزل علی گڑھ میں ہوئی اس میں شریک ہوئے و سلاطین شہدہ جاتے ہوئے سربراہ آئرن پور سے تھے۔ شہدہ جو خیر مسرمد علی امام کے یہاں مقیم رہے۔ دودن بعد شہر کو پہنچے اور ایسے کو سے کھڑے ہوئے انھیں گئے۔ انھوں نے انالیہ راجپوت

## اجلاس بست و ہفتم

منفردہ آگرہ ۱۹۱۲ء

صدر آئرن پور جسٹس سر شہناہ دین صاحب سابق جینج ہائیکورٹ پنجاب : حالات صدر اجلاس انہم منفردہ علی گڑھ سلاطین میں قریب ہو چکے ہیں

## اجلاس بست و ہشتم

منفردہ رادھنپور ۱۹۱۲ء

صدر مولوی حاجی سر رحیم بخش صاحب خان بادر کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ سابق پریسیڈنٹ کونسل آف انڈینز ریاست بھادلوہ آپ راجپوت مسلمان ہیں۔ ابتدائی تہذیب و تمدن اوقات موقع تھک بھارتی ضلع کرناں میں ہوئی۔ ورنیکولر مدرسہ میں ٹیچر پاس کر کے پانچویں کا وظیفہ قابلیت حاصل کیا۔ پھر نارمل اسکول دہلی میں داخل ہوئے۔ مشرقی تعلیم پوری کر کے لٹری کی طرف مائل ہوئے۔ ابتدا ۱۸۶۹ء میں ہندوستان چکریں تک کے مدرسہ علی۔ سلاطین میں ترقی کر کے چھپن علی لاہور کی

صدر مدرسہ پر پہنچ گئے۔ مولوی صاحب موصوف ان منتخب افراد قوم میں سے ہیں جو زور بازو سے بڑھ کر اعلیٰ مدارج پر پہنچے ہیں سلاطین صاحب بھادلوہ ریاست زمانہ میں لاہور کا جینز تعلیم تھے۔ ان کے لئے ایک لائن معاہدہ کی تلاش تھی۔ مولوی صاحب کے اوصاف نے ان کے لئے اس منصب کی سفارش کی جو معاہدہ کے بعد سلاطین میں بڑا بانی لٹری کے ایڈیٹنگ مقرر ہو کر اسٹیٹ کی ملازمت سے واپس ہو گئے۔ سلاطین میں سیکرٹری حاصل کی۔ پانچ سال کی ملازمت مستحق پنشن نہ تھے۔ لیکن عمدہ خدمات کے صلے میں خاص پنشن ہو گئی تھی کچھ دن وطن میں رہے پھر مظفرنگر اور کراچی کی ریاست کے منجھوٹ سلاطین سے سلاطین تک رہے۔ پھر پنجاب صاحب نے برابر علی گڑھ کے عمدہ پرائیڈ فرمایا۔ ایک سال کے اندر ریاست کے چیف جج ہو کر سلاطین میں فارن سکریٹری ہوئے۔ سلاطین میں کونسل آف ریکیٹی کی صدارت برقرار ہوئے۔ سلاطین میں سی۔ آئی۔ ای کا گورنمنٹ کو خطاب ملا۔ سلاطین میں پبلیٹی بورڈ انڈیا کے ممبر ہوئے۔ سلاطین میں بعد خدمات جنگ کے۔ سی۔ آئی۔ ای بنا گئے۔ سلاطین و سلاطین میں دو مرتبہ صدر اجلاس ہوئے۔ سلاطین میں مقام لکھنؤ و سلاطین کی صدارت فرمائی۔ سلاطین میں ایجنٹ مسٹر راجپوت پنجاب کے صدر ہوئے۔ آل انڈیا تنظیم کمیٹی کے عارضی اور آل انڈیا تنظیم لٹری کے مستقل صدر ہیں۔ اب حصول پنشن کے بعد ملکی و قومی خدمات میں حصہ لے رہے ہیں۔ راجہ العقیدہ۔ پابند مذہب۔ بااخلاق مسلمان ہیں۔

## اجلاس بست و نہم

منفردہ پونا ۱۹۱۲ء

صدر جسٹس سر عبد الرحیم ایم۔ اے۔ بیرسٹر اٹ۔ لا۔ کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ سلاطین میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولوی عبد الباقی ضلع لانا پور (بکال) کے زمیندار تھے۔ دادا زمیندار ہوئے کے علاوہ ڈپٹی کلکٹر بھی تھے۔ سرمدوح کا قتل ایک شریف امیر اور تعلیم یافتہ خاندان سے ہے۔ لانا پور سے میٹرک اور پریسیڈنسی کالج کلکتہ سے اعلیٰ قابلیت کے ساتھ بی۔ اے و ایم۔ اے کے سندھلی صوبہ بھر میں اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوئے۔ قانونی تعلیم انگلستان کے لئے بیٹر صاحب بھوپال کی طرف سے اسکالرشپ ملا۔ سلاطین میں بیرسٹری کر کے وہاں آئے اور کلکتہ میں پریکٹس مشہور کی۔ شرح محمدی و قانون فوجداری میں خاص قابلیت حاصل کی تھی۔ آپ نے ایک مسلمان مقرر بننے کا تہر کر لیا تھا اس لئے عربی فارسی۔ اردو کتابوں کو خصوصیت سے لکھا تھا

ملاو کر ناشروع کر دیا۔ تھوڑے عرصہ میں نو جداری کے نکات قانونی کو شہرت عام حاصل کر لی تو گورنٹ نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ ڈپٹی ریجسٹرار بنادے گئے۔ ڈیڑھ سال کے بعد پھر پریکٹس شروع کر دی۔ اس مرتبہ پریسیڈنسی جیسٹریٹ بنادے گئے۔ تین سال کے بعد پھر پریکٹس کی۔ ۱۸۹۴ء میں محمدن جوس پر وڈنس (اصول قانون) لکھو لائے۔ لیکن راسخ ہوئے۔ لیکن ۱۸۹۵ء میں بھورت کتاب شائع ہو چکے ہیں جو قانونِ محمدی پر قابض دیدہ ہیں۔ ۱۸۹۶ء میں بانی کورٹ کے جج ہوئے۔ ۱۸۹۷ء تک ہیکل سر دس کچن کے جج رہے۔ ۱۸۹۷ء ۱۸۹۸ء قائم مقام چیف جسٹس بانی کورٹ بھی رہے۔ عورتیہ ک، مدراس یونیورسٹی کے سنٹ اور سینڈ کیت کے جج رہے۔ مدراس اور میو ر یونیورسٹیوں میں کو کیشن ایڈریس دئے۔ ۱۸۹۷ء میں ندوۃ العلماء اور ۱۸۹۸ء میں مجلس العلماء کی استغاثہ کمیٹیوں کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۸۹۹ء کے مشہور ڈیپوٹیشن کے رکن تھے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی۔ مدراس محمدن ایجوکیشنل ایسوسی ایشن اسلام کے سرٹری ہیں۔ مدراس اعظم اور گورنٹ محمدن کالج مدراس کے بورڈ کے صدر ہیں۔ ۱۹۰۰ء میں فیہر ہند کا دوسرے درجہ کا تمغہ ملا۔ بنگال میں ۷۷ھ فی صدی مسلمانوں کی آبادی دیکھ کر جب آپ نے ادھر لو ج کی ہے تو ہندو پریس اور اخبارات چلا آئے۔ قوم کو بھانے کی کوشش جوی، تو تمام ہندو لیڈران مخالفت ہو گئے۔ اہنا سے وطن کی حکم کھلا مخالفت دیکھ کر مسلمان سوجا جٹ پارٹی سے علیحدہ ہو گئے۔ مسلم پارٹی سر محمد الرحیم کی صدارت میں بہت طاقتور بن گئی مگر سکد وزارت پر اہنا کے وطن نے دھوکہ دیا۔ سر بی۔ سی رائے اور آپ کی خط و کتابت دیکھنے سے قلعن رنگمٹی ہو۔ ارتوت آپ بلاشبہ مسلمانان بنگال کے بڑے لیڈر ہیں۔

## اجلاس سی ام

منقذہ علی گڑھ ۱۹۱۷ء

صدر خان ہمارے سر مبارک محمد شیخ بیرسٹریٹ لائے۔ سی ایس آئی ۱۸۹۹ء میں مقام موضع باغیا پورہ مصافحات لاہور اپنے وطن میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تقلید قرآن پاک سے شروع ہوئی۔ پھر موضع کے درویشوں اور سکول کی تعلیم حکم کرتے مشرل ماڈل اسکول لاہور میں داخل ہو گئے۔ ۱۸۸۵ء میں کاسیانی کے ساتھ میٹرک کیا۔ اس کے بعد کچن کالج میں ڈیڑھ سال تعلیم حاصل کی۔ ۱۸۸۸ء میں لندن چلے گئے۔ ۱۸۹۲ء میں بیرسٹری کا ڈپلومہ کر ہندوستان واپس آئے اور موضع ہوشیار پور

میں پریکٹس شروع کر دی۔ ۱۸۹۵ء میں چیف کورٹ لاہور میں آکر پریکٹس شروع کی۔ خوش بیان اور اچھے مفروضہ قانون دان ہونے کے سبب چند دن میں چوٹی کے بیرسٹروں میں شمار ہونے لگا۔ ۱۸۹۵ء میں بار ایسٹین کے سکریٹری منتخب ہوئے۔ ۱۸۹۶ء میں خان بہادر کا خطاب ملا۔ ۱۸۹۷ء میں پنجاب ہائی کورٹ میں نشست کی۔ ۱۸۹۸ء میں امیریل لیون لیون کونسل کے جج ہوئے۔ ۱۸۹۹ء میں عارضی بانی کورٹ مدراس کی جج قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ۱۹۰۰ء و ۱۹۰۱ء میں پنجاب بار ایسوسی ایشن کی دس پریکٹس اور پریسیڈنسی کی ۱۹۰۱ء میں دزیر تعلیم ہوئے۔ آخر ۱۹۰۲ء تک ہیکل ہیلوۃ و جبر تعلیمات کا فاضل زیر نگارانی رہا۔ ۱۹۰۳ء تک صوبہ پنجاب کی پرائوٹیشنل سلم لیگ کے آئری بری جنرل سکریٹری رہے۔ نیشنل کانگریس سے ہمیشہ علیحدہ رہے۔ لیکن جب کانگریس دو حصوں میں تقسیم ہو گئی تو میں برلن اور ماڈریٹ نوآرڈریٹ کی حمایت میں ہو گئے۔ ۱۹۰۴ء میں پنجاب یونیورسٹی کے فیلو مقرر ہوئے۔ مختلف اوقات میں قومی تعلیمی سیاسی معاملات میں، صدارت کے فرائض انجام دئے ہیں۔ ۱۹۰۵ء میں سلم یونیورسٹی کوڑکشی مقرر ہوئے۔ سرسید اور علی گڑھ کی تحریکوں سے ہمیشہ دلچسپی رہی۔ اہل دکا سوال پیش ہوا تو پانچزار جیب سے دیا۔ ملاوہ از میں صوبہ پنجاب کے سربراہ ہونے کی کوشش پہنچ کی۔ ۱۹۰۶ء میں سر ولیم دینٹ کی سبکدوشی پر سر موصوف اشتغالی کونسل داسرائے کے پریذیڈنٹ بنائے گئے۔ اسی دوران میں ڈاکٹر رنگون۔ لکھنؤ۔ علی گڑھ۔ دہلی کی یونیورسٹیاں عام وجود میں آئیں۔ آپ کو تعلیمی کاموں میں بہت دلچسپی ہے۔ جون ۱۹۰۶ء میں سی۔ آئی۔ ای اور جرنلری سلم میں کے سی۔ ایس۔ آئی کے خطابات ملے۔ ۱۹۰۶ء میں سلم یونیورسٹی کی طرف سے ایل۔ ایل۔ ڈی کی اعزازی ڈگری آپ کو دی گئی ہے۔ آپ بھی گول میز کانفرنس میں بحیثیت مسلم نمائندہ صوبہ پنجاب بمقام لندن تشریف لے گئے تھے۔

دعا رہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی قوم پروردہ مسلمانوں کا سایہ مسلمانانِ بجا و ہند پر عود دے اور انکے قائم رکھے۔ آمین مسلم یونیورسٹی کا چارٹر شدہ سکول

## آپ کی دیگر لاکھڑی۔ اجلاس سی ویکم

منقذہ کلکتہ ۱۹۱۶ء

(صدر نواب عبدالنور ازہنگ ہمارے سر محمد اکبر نذر علی حیدر سی ۱۸۹۰ء آپ کا مفصل حال محمد آباد کے حالات میں مختصر یہ ہو چکا ہے۔

## اجلاس سی و دویم

منقذہ صدارت ۱۹۱۶ء

(صدر آرنہیل سرا براہیم رحمت انڈسٹر کے سی۔ ایس۔ آئی)

آپ کے والد مشر رحمت انڈسٹر قادر بھائی بمبئی کے بڑے تاجر تھے۔ آپ سلاطین میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم میں سرعت کے ساتھ ترقی کی لیکن اتفاقاً سلاطین میں بیڑی کی ناکامیابی اور فغانی دشواریوں کی باعث تعلیم کا خاتمہ ہو گیا۔ کرلیکٹ ٹینس کے بہترین کھلاڑی تھے۔ سلاطین کی کرکٹ میں بھی دھڑلے کی وجہ سے اسلافی جیم خانہ کے کپتانی تھے۔ سلاطین میں والد کے انتقال کے بعد کچھ عرصہ تک مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن آپ کے دل میں مہم و زور باوقار شہری بننے کی پرجواہل خواہش نے انہیں بیدار کر دی تھی۔ اخبارات کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ فن تعمیر میں جلد توجہ پیدا کی۔ آپ کے دل میں عزم و ارادہ کی استواری پیدا ہوئی۔ انڈین نیشنل کانگریس میں چلی گئی۔ چند ہی دن میں ارادہ کی تپکی ہمت۔ استقلال۔ ثابت قدمی کی صفات نے ہندوستان کے مشہور اور قابل لوگوں کی صف میں اولین میں پہنچا دیا۔ ہڑیاتی نس سرائی فغان با نقاب نے ایک مرتبہ آپ کی نسبت تقریر میں فرمایا کہ

ہماری قوم نے جو بی ہند میں جو مشہور رہنمایاں پیدا کیں انہیں، سرا براہیم رحمت انڈسٹر سے زیادہ قابل ہیں۔

آپ نے سلاطینوں کے علاوہ دوسری قوموں میں بھی کافی اعتبار و اعتماد حاصل کیا۔ سلاطین میں بمبئی میونسپل کارپوریشن کے ممبر منتخب ہوئے۔ سلاطین میں جسٹس آف دی پیس بنائے گئے۔ سلاطین میں کارپوریشن کی انٹرنیٹ کمیٹی کے ممبر ہوئے پھر صدر ہو گئے۔ سلاطین میں میونسپل کونسل کے ممبر ہوئے تک ۲۶ سال کارپوریشن سے تعلق رہا۔ آپ کی شہری خدمات شاندار ہیں۔ اسکول کبھی کے ممبر رہے۔ باوجود مخالفت جماعتوں کے اردو مدارس میں ترقی و ترقی کی تعلیم عام کرانی۔ سلاطین میں بمبئی کے شریف اور فیلو ہوئے۔ سلاطین تک بمبئی ایجس میونسپل کونسل کے ممبر رہے۔ سلاطین میں اوقات عام کی رجسٹری کابل پیش کیا۔ گویاں نہ ہو لیکن انھیں اصولوں پر سلاطین میں سلاطین آئیکٹ پاس ہوا۔ فزفٹنر حجاز کو شش کر کے دور کرایا۔ سلاطین میں سی۔ آئی۔ ای اور سلاطین میں سرکا خطاب ملا۔ سلاطین میں پنجاب ایکٹ آپ کی توجہ سے پاس ہوا۔ سلاطین میں کے سی۔ ایس۔ آئی کا خطاب عطا ہوا۔ سلاطین میں کونسل کے صدر ہوئے۔ سلاطین میں صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب نے فٹلٹ کے ذریعہ اصلاح یونیورسٹی کے لئے کمیشن کا معاہدہ کیا تھا تو اس کمیشن کے صدر ممبر ہوئے۔ ایک ہیڈ تک شہادتیں قلمبند کیں۔ اہم شعبہ جات یونیورسٹی کی جانچ کی۔ قواعد و قوانین دھڑلے میں جوڑ کر کے ایک

مبولار پورٹ کے ذریعہ اصلاحات کی سفارش کی۔ علی گڑھ تحریک کی تاریخ میں سب سے بڑا انقلاب جو اس وقت پیش آیا وہ ڈاکٹر عبداللہ بن احمد صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ پی۔ ایچ۔ ڈی پروڈاکس ہالپر سیم یونیورسٹی کا تیس سال کے بعد ۲۴ مارچ ۱۹۲۵ء کو یونیورسٹی کی خدمات سے سبکدوش ہونا ہے۔ آپ بھی مسلم جماعت کے نمائندہ ہو کر گول میز کانفرنس میں لندن تشریف لے گئے تھے۔ جنوری ۱۹۲۵ء میں آپ نے سلاطین کیجہ ایسٹرن سلاطین کے صدر ہوئے۔

## اجلاس سی و سوم

منفقہ خبر نورندہ ۱۹۱۹ء

دھندلشس اعلامیہ نواب سر شمس احمدی صاحب قوم کی سی ایس آئی آپ مغربی بنگال کے شریف اور ذی علم خاندان کے فرد تھے۔ مذہبی علوم کے ماہر اور عربی کے فاضل تھے۔ کلکتہ یونیورسٹی کے ایم اے تھے۔ قانونی امتحان کے بعد کلکتہ میں پریکٹس شروع کی۔ کامیاب وکیلوں میں شمار ہوتے تھے۔ کلکتہ ہائی کورٹ کے جج بھی رہے پھر گورنر بنگال کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر ہوئے۔ شمس احمدی خاں بہادر نواب سر کے سی۔ آئی۔ ای کے محترم خطابات نے۔ عمدہ سیرت اور قدیم وضع کے ساتھ عالمانہ شان رکھتے تھے۔ آخر زندگی تک قومی لباس میں گذر گئی کی کرسی پر بھی عمامہ اور چند برابر رہا۔ گویاں کا سلاطین کو بھی نہ چھوٹا۔ انڈیا اسلام یونیورسٹی کا فرنس کے اجلاس منفقہ ناگپور سلاطین میں کلکتہ سے آکر شریک ہوئے۔ مسلم وقف علی الادلاء میں علامہ شبلی نعمانی علیہ الرحمۃ کو قانونی و مشرعی پہلو کے لحاظ سے خاص طور پر اہم دین دی۔ انیسویں کرلیکٹ طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے آپ اکثر کے انکار کر دیتے پر صدارت نہ فرما سکے اور آپ کا خطبہ صدارت مولوی سر رحیم بخش صاحب پریسیڈنٹ کونسل بھاول پور کو سنانا پڑا۔ نواب صاحب کا وجود مسلمانان بنگال کے لئے گراں قدر رہا۔ انھیں کی تلافی میں مدد نظر نہیں آتی۔ ستر سال کی عمر میں ۱۹۲۳ء میں آپ نے انتقال فرمایا۔ زانا انڈسٹر وانا لیراجون

## اجلاس سی و چہارم

منفقہ امر آئی ۱۹۲۴ء

صدر آرنہیل خان بہادر سرا براہیم ہارون جعفر صاحب رئیس پونا آپ مشہور تاجر پونا خان بہادر ہارون جعفر کے صاحبزادہ تھے۔ جن کی نشی۔ اخلاقی خیاقتی۔ علمی یادگار جعفر ہال موجود ہے۔ سرا براہیم نامور والد کے انتقال کے بعد فغانی جھگڑوں میں مبتلا ہو گئے





آفریل خان بہادر سیتہ ابراہیم بیرون جعفر صاحب مرحوم۔



آفریل خان بہادر سیتہ ابراہیم بیرون جعفر صاحب مرحوم۔

صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب مرحوم



نواب سر عبد القیوم خان بہادر کے سی آئی ای









آقای محمد علی خان سرشتی در سال ۱۳۰۰



۔۔ کرت

ملیکڑہ

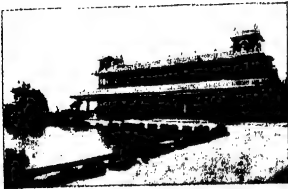
نواب مسعود جنگ بہادر ڈاکٹر - پیدراس مسعود



میجر - پید حسن بلگرامی مرحوم



بابا خلیل داس صاحب داهی کالفرینس منعقدہ بنارس







تجارت کو نقصان ہوا۔ لیکن فطری جنت و مستحی سے مشکلات پر غالب آکر۔ نہ صرف اعتدال بہر لائے کی کوشش کی۔ بلکہ ہوائے مسلمانوں کی تعلیمی و معاشی ترقی کی اصلاح میں آغا زین العابدین سے مدد لینا شروع کر دیا۔ بعض شہرت پسند چمچروں نے بار بار محرم کعبہ راہوں میں رکاوٹ پیدا کرنا چاہی لیکن ان کی قومی جنت اور ولولہ خدمت نے ان کو کبھی مایوس نہ ہونے دیا۔ باہمت کارکن ہونے کے ساتھ اعلیٰ منتظم تھے۔ مدارس اردو کو، صورتہ بمبئی میں پھیلانے کی خاص کوشش کی۔ رکن کونسل آف اسٹیٹ کی حیثیت سے ایک ایک پیش کی جو منظور ہوئی کہ مسلمانوں کا روپیہ جو، ڈاک خانوں کے بیونگ بنکوں میں جمع ہے اور سرکاری کفالتوں میں لگا ہے۔ نیز جس کا منافع مسلمان مذہبی احکام کی بناء پر نہیں لینے۔ وہ مسلمانوں کی تعلیم پر خرچ کرنے کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ ۱۹۱۷ء میں خلافت کانفرنس کے صدر ہوئے۔ پانچ سال دہرائے کی کبلی کے نمبر رہے۔ انھوں نے ۱۹۱۷ء میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ اناستدو

## اجلاس سی و پنجم

منفرد علی گڑھ ۱۹۲۳ء

صدر خان ہمدان آذربیل سر میاں فضل حسین صاحب آپ راجت مسلمان ہیں۔ جون ۱۹۲۳ء میں بمقام بنادر پیدا ہوئے زمانہ طفولیت میں بہت خفیہ انجمن تھے۔ صحت بھی کچھ اچھی نہیں رہتی تھی۔ پڑھنے لکھنے میں ذہین تھے۔ انیس سال کی عمر میں بی۔ اے کر کے انگلستان چلے گئے۔ اور ۱۹۱۷ء میں بیرسٹری کی سند لیکر مینڈوستان آئے۔ انگریزی ادب۔ تاریخ۔ سیاست۔ علم لغات۔ قانون۔ ادب جی کا کافی مطالعہ کیا ہے۔ مختلف سوسائٹیوں۔ انجمنوں۔ اخباروں میں تحریر و تقریر کے ذریعہ اظہارِ خیال فرمایا ہے۔ سیالکوٹ میں بریکٹر شہر شروع کی۔ چند ہی دن میں قانون دان بیرسٹروں میں شمار ہونے لگے۔ ۱۹۱۷ء سے چیف کورٹ پنجاب میں بریکٹر شروع کرنے کے بعد صوبہ کے ممتاز بیرسٹروں میں تسلیم کیے جانے لگے۔ انھیں دونوں سوڈینی ٹریک وکول کی حمایت میں خاص طور سے مدد دیا۔ اسلام آباد کالج لاہور کے انگریزی پرنسپل رہے۔ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۱۷ء تک اسلام آباد کالج کانظم دینی آپ ہی کی توجہ کا منت پذیر رہا۔ موجودہ درجہ تک ترقی دینے میں آپ کی سعی کا غیر معمولی حصہ ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے محقق رہے۔ ٹیکٹنگ بک کمپنی کو نمبر رہے۔ ۱۹۱۷ء میں یونیورسٹی کی طرف سے قائم مقام منتخب ہو کر تعلیم کونسل میں گئے۔ ۱۹۱۷ء سے سیاسی تحریک میں حصہ لینے کی وجہ سے پنجاب کے منفرد لیڈروں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ وزیر تعلیم بھی رہ چکے

ہیں۔ ۱۹۲۳ء میں لاہور کا بچٹ منظور کر دیا۔ جس کی مدد سے ڈسٹرکٹ بورڈ میں ابتدائی اور دیسی ٹرل اسکولوں کی عمارتیں تیار ہوئیں۔ ۱۹۲۳ء میں جب کانفرنس ہذا کا خطہ صدارت چڑ گیا ہے تو عام طور پر اخبارات میں اس پر تنقید و تبصرہ کیا گیا کہ ایسا عمدہ اور فاضلانہ ایڈریس صدر کجانب سے اب تک اجلاس کانفرنس میں نہیں پڑ گیا۔ بالکل عوصوف گورنٹ انجمن کے نمبر ہیں۔

## اجلاس سی و ششم

منفرد علی گڑھ ۱۹۲۳ء

۱۔ صدر صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب مرحوم بی۔ اے کثرت پڑھا۔ عمارت ہذا صاحب مئی ۱۹۲۳ء میں اپنے وطن مجبورہ ضلع کرناں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد نواب غلام احمد خان صاحب احمدی نہایت روشن خیال۔ علم دوست۔ باوقار اور با وضع بزرگ تھے۔ جن صورت کبریاہ قدرت نے حسن سیرت بھی عطا فرمایا تھا۔ جنھوں نے اپنی عمر کے گزراہ اور وفات ریاست گوالیار کی موزخ خدمت میں بسر کیے۔ ہمارا گوالیار کی نظر میں ان کی ٹری تو تیز و منیرت تھی۔ گوالیار ہی گوالیوں نے سکون بنا لیا تھا۔ لیکن مدفن کے علی گڑھ کی سرزمین منتخب ہو چکی تھی۔ چنانچہ ۱۸ مارچ ۱۹۱۷ء کو رحلت فرمائی اور بمقام علی گڑھ دنگا شاہ جمال کے قریب میں خوشنما قبر کے نیچے آرام فرما رہے ہیں۔ جب صاحبزادہ صاحب کی عمر تعلیم و تربیت کے قابل ہوئی تو عمدہ تعلیم و تربیت برصغیر کے ساتھ توجہ کی گئی۔ ۱۹۱۷ء میں علی گڑھ سکول میں داخل ہوئے۔ ان کی جودت طبع۔ خوش تقریری اور پرتو صلا خواہشات نے سرسید محرم کی توجہ کو جیت کچھ اپنی طرف مائل کر لیا تھا۔ ایب۔ اے تک مدرستہ العلوم میں پڑھنے کے بعد ۱۹۱۷ء میں انگلستان گئے۔ تاریخ میں بی۔ اے آرزو اور اس کے علاوہ بیرسٹری کی ڈگری لی۔ واپسی انگلستان پر، سرسید کی خواہش پر علی گڑھ میں بود و باش اختیار کر لی۔ وکالت شروع کرنے ہی قانونی قابلیت نے مشہور کر دیا۔ ۱۹۱۷ء میں سرسید نے مدرستہ العلوم کا مٹریس مقرر کر دیا۔ ۱۹۱۷ء میں سرسید کے انتقال کے بعد سرسید میموریل فنڈ کمیٹی کے سکریٹری منتخب ہوئے۔ ۱۹۱۷ء میں بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ کے انچارج ٹریس بنائے گئے۔ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۱۷ء تک کانفرنس ہذا کے آئری میونسٹیپل سکریٹری رہے۔ دفتر کانفرنس کی عمارت کے سب سے بڑی کتب خانہ صاحبہ جواں کی توجہ مائل کر کے پچاس ہزار کے صرف سے سلطان جہاں منزل تعمیر کرانا آپ ہی کا کام تھا۔ حضور نظام سے کانفرنس کی امداد کے لئے حیدرآباد کا سفر کر کے ایک لاکھ ستر ہزار روپے کا رانڈر عطیہ حاصل کیا۔ ۱۹۱۷ء میں

جب اس خدمت سے سبکدوش ہوئے ہیں تو بارہ ہزار سالانہ کی مستقل آمدنی جو پوری تفریباً ایک ہزار کسٹ ہیں کانفرنس قضا سے زیادہ کردار اعلیٰ کتب خانہ سلطان جہاں منزل ہیں جن میں ہر ملک کے اقسام تعلیم کا خزانہ موجود ہے۔ مختلف شہروں میں کانفرنس کی لوکل کمیٹیاں قائم کریں۔

۱۹۰۹ء میں پتیس کانفرنس قائم کی۔ ۱۹۱۰ء میں تعلیمی حقوق کی حفاظت کا راز دیوشن پاس کر آیا۔ ۱۹۱۱ء میں انڈیا آفس میں لندن کو ملنے ہوا۔ اس میں ہندوستان واپس آئے۔ مسلم یونیورسٹی کی دانش چانسلری پر منتخب ہوئے۔ ۱۹۱۲ء میں یونیورسٹی کی پچاس سالہ جوبلی آپ ہی کی خاندان کو شرف کی منائی گئی۔ ۱۹۱۳ء میں عہدہ وائس چانسلری کی میناجمنٹ ہوسٹس پر دہلی آیکا نام پیش ہوا مگر افسوس کہ صحت کی خرابی کی وجہ سے اپنا نام واپس پرت کر دیا۔

ہوئے بھی کانگریس کے ممبر نہیں ہوئے۔ اپنی والدہ کی یادگار میں انھوں نے ایک لائبریری اسکول کھولا۔ ۱۹۱۵ء میں ۲۵ جنوری ۱۹۱۵ء کو فارغ ہیں مثلاً ہوئے اور وہیں علالت کے بعد افسوس کہ سسٹم میں انتقال فرما گئے۔ اپنے تعمیر کردہ اندھوئے اسکول گورڈن میں دفن ہوئے۔ اناتر دانا اہلہ وراجون

### اجلاس سی و ہفتم (منفردہ لمبئی ۱۹۲۲ء)

(صدر عالیجناب آنرہبل سربراہ راجہ رحمت اللہ باعلیہ)  
حالات صدر اجلاس منفردہ ۱۹۲۲ء میں مختصر ہو چکے ہیں۔

### اجلاس سی و ہشتم (منفردہ علیگڑھ ۱۹۲۵ء)

صدر عالیجناب جرنیل صاحب علی قیوم صاحب جٹ ہندو کو سی گئی تھی مگر ایلیہ آپ سلطان براہیم کو دی کی اطلاع میں ہیں۔ یہ خاندان بھی اعزاز کے علاوہ علمی اخلاق کے لحاظ سے نمایاں خصوصیت رکھتا تھا۔ اسلئے افراد خاندان صاحب جرنیل صاحب کو باؤ کے جانے لگے۔ نو اہل صاحب ۱۲ دسمبر ۱۹۲۵ء کو پیدا ہوئے۔ فارسی کے بعد انگریز تک انگریزی پڑھی۔ شیخو فارسی کو علاوہ اردو انگریزی میں کافی استعداد پیدا کی۔ ۱۹۲۸ء میں گورنمنٹ برطانیہ کی ملازمت اختیار کی۔ خوش تدبیری اور قابلیت کو سبب علیٰ مناصب تک ترقی کی۔ سرحد میں کشتونو کو آپ ممتاز رکن رہے ہیں۔ گائیکو نازک کی معاملات سرحدی حل کئے ہیں۔ برطانیہ اور آفریدی و خوارسی جو شکار تعلقات ہو گورنمنٹ کا درجہ خیر بردار تھی۔ ان کی کیا کاغذ بندہ بنانا، اہل صاحب ہی کی تسبیحہ چاہی کا نتیجہ ہے۔ اس سیاسی حکمت عملی کا اثرات ہیں گورنمنٹ ہند نے ایک جرنیل اور خیر عیسیٰ ایم اے کیسی کا جو صدر کی کمی کی پوری کیا۔ ایٹ بنایا۔ وہ نہ یہ عہدہ بڑے کاروبار میں انڈیا کے سپرد مقرر تھا۔ جنگ عظیم کے زمانہ میں جو سرحد پر آئے اسن قائم رہی اسلئے صدریں نواب اور کے۔ سی۔ گئی۔ ایسی کے خطاب سے ۱۹۱۹ء میں افغانستان سے انگریزوں کی آخری جنگ ہوئی اس موقع پر بھی آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں جو کا حد لکھنا

جاگیر کے پوتوں کو ملا۔ اسکی واپس لینے لی سرحدی جو گنیش علی اسپرٹ بھیلا نیکی متعلق تھی نمایاں یادگار اسلامیا کلیم پناہ دی تقریباً پندرہ لاکھ روپہ علاوہ سرحد کو وصول کیا۔ دو سو ایکڑ زمین خریدی۔ وسیع پیمانہ پر کھیتی باڑی کی حمایت پر کراہیں۔ نازک کیلئے عظیم الشان مسجد بنوائی۔ وہ خیر سے نکلے ہیں۔ یہی فیاض انسان عمارت جو ہندوستان میں اعلیٰ ہونیوالوں کو نظر پڑتی ہے۔ ۱۹۲۳ء و ۱۹۲۴ء میں ایچ بی کیمپ، اسمبلی کے ممبر نامزد ہوئے۔ امارت۔ شروت حکومت کے موجود ہوئے۔ جوئے اپنی خاندانی زندگی مرادہ اور سے کلکتہ و برہم پور علاقہ واقع ہوئے ہیں۔ کرم کو توفیق دیکر کیمپ کیساتھ پیش آئے ہیں۔ جہانگیر دکنی حاجت برآری میں خاص ذوق ہے۔ سیر پٹی جہان نوازی انکا جوہر طبیعت ہے۔

### اجلاس سی و نهم (منفردہ دہلی ۱۹۲۶ء)

صدر سر محمد الرحیم کے۔ سی۔ ایس۔ آئی بالقباب  
حالات صدر اجلاس بہت دفعہ منفردہ پونا میں مختصر ہو چکے ہیں۔

### اجلاس چہل (منفردہ مدراس ۱۹۲۷ء)

صدر سر شیخ محمد افتادہ خاں ہمدانہ کے۔ سی۔ آئی۔ ای  
آپ ۱۹۲۷ء میں پیدا ہوئے۔ تقویر ضلع لاہور کے سوز خاندان شیخ متعلق رہتے ہیں ابتدائی تعلیم و تربیت عہدہ ہوئی۔ ذہانت کے باعث بہترین طلبہ میں شمار ہوتے تھے۔ فارسی کی تعلیم آگے والک دی۔ ۱۹۲۷ء میں مدرسہ میں پڑھنے سے اٹھ گئی۔ سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ پڑھنے کو افریدی کیساتھ متعلق کیا۔ ذہن میں کچھ کلیم میں تعلیم حاصل کی۔ مشورہ و مشفقین کی بنا پر دو وقتاً فوقتاً آپ نے کچھ دیکر پڑھنے میں شائع ہوئے۔ ۱۹۲۸ء میں بی۔ اے کی ڈگری لی۔ ۱۹۲۹ء میں اخبار "ابزر" و "کلی سنٹ" ایڈیٹری پر مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۰ء میں چیف ڈیپارٹمنٹ ۱۹۳۱ء میں "کمال" اسکو مضامین امقدیر مقبول ہوئے کہ سرکاری مدارس اور دولت آصفیہ کے اسکولوں میں کتابی شکل میں چھپکر داخل ہوئے۔ ۱۹۳۱ء میں نکلان گئے اور ۱۹۳۲ء میں سرکاری کی منہلی۔ لندن میں سیاسی تعلیمات کے علاوہ فرانسیسی زبان میں مہارت پیدا کی اور میرس۔ بیلان۔ انیس۔ قطنیہ رسام۔ بونیٹ۔ وانا۔ برلن۔ فیرو جی گئے۔ واپس ہو کر دہلی میں پریس شروع کی۔ چھ لاکھ روپے لگائے۔ ۱۹۳۳ء میں لاکھ روپے کے گورنمنٹ پبلشرز پر اسکو مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۴ء میں منشی دیکر پریس کی ۱۹۳۵ء میں فارسی بی۔ اے ہوئے اور پھر اگمال جہاں فیض بیج بائیکورٹ ہوئے۔ آخر ۱۹۳۷ء تک محکمہ ٹیکو کونسل کے ممبر وائس پریزیڈنٹ و پریسیڈنٹ رہے جو سے پہلے مسلمان تھے۔ ۱۹۳۸ء میں وزیر تعلیم بھی ہوئے۔ ۱۹۳۸ء میں گورنمنٹ کے ممبر ہو کر انجمن قوم عالم میں جوائے گئے۔ ۱۹۳۹ء میں سر کا خطاب ملا اور انونو ممبر ایڈیٹر ٹیکو کونسل پنجاب رہے۔ ۱۹۴۰ء میں متعلق ہمارا ٹیکو کونسل کے مقرر ہوئے۔

(انتخاب کردہ شہر بلای)

۱۹۲۷ء میں علی گڑھ میں سرکار خاندان کے ممبروں کی طرف سے منعقدہ اجلاس

## اجلاسِ چیل ویکم

منفردہ اجلاس ۱۹۸۸ء

(صدر آرمی جنرل ڈاکٹر جسٹس سر شاہ محمد سلیمان جج ہائی کورٹ الہ آباد) آرمی جنرل ڈاکٹر صاحب کی ہدایت پر ۱۹۸۸ء میں آپ ہندوستان کے قدیم مردم خیز خطہ یعنی جوہڑ کے شرفاء قدیم سے ہیں۔ زمانہ بچپن ہی سے آپ علم دوست۔ ذہنی اور ملاک طباع تھے۔ انہماکی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے الہ آباد گورنمنٹ کالج سے بی۔ اے کی ڈگری درجہ اول میں حاصل کی۔ بی۔ اے کے بعد بیرسٹری کی ڈگری کے واسطے آپ دلائیٹ کے محکمے جہاں سے ایل۔ ایل۔ دی کی بھی ڈگری حاصل کی۔ واپسی پر الہ آباد میں ریگیٹ شروع کی۔ اور بہت جلد خاص مشرت حاصل کر کے اپنے ہم پتہ جماعت کی صف اول میں آ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ ب سے پہلے مقدمہ میں آدریس کرنے پر ہی چیف جسٹس نے آپ کی قابلیت اور محنت کی بہت زیادہ داد دی تھی۔ جو منجھ کہ بہت ہی قابل عہد میں آپ کی قابلیت کا شہرہ عام ہو گیا۔ بہانہ کثرت کار کی وجہ سے تندرستی پر اثر محسوس ہوا جو اصل وجہ آپ کی طبیعت پر فساد کی ہوئی۔ باوجود سرکاری کام کی مشغولیوں کے آپ کا قریب قریب کل پرائیویٹ وقت قومی و ملی خدمات میں گزر جاتا ہے اور اس سب پر طرہ یہ ہے کہ بلاناغہ و تبرک آپ کتب بینی فرماتے ہیں۔ سرکار عالیہ نے قابلیت ذاتی و حسن خدمات کے صلہ میں آپ کو سرکار کا سوز خطاب عطا فرمایا جو اور بیک آپ کو اپنا انتہائی سہرور ہر جاننی اور ماننی ہے۔ اس وقت سب سے زیادہ دہشتور اور نازک کام صوبہ وزیر کی تحقیقاتی کمیٹی کی صدارت کا کام تھا۔ جس کو موصوف نے علاوہ جرات کی نہایت ایمان داری سے اس طریقہ پر انجام دیا کہ دوست و دشمن۔ راجی و رعایا و لوگوں آپ کی صداقت و قابلیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ صوبہ کی قریب چالیس انجمنوں کے آپ سرپرست و کارکن ہیں اور بہت کمزور سرکاری و غیر سرکاری قومی و ملی خدمات آپ سے منتقل ہیں۔

۱۹۷۲ء میں آپ نے آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس کی صدارت فرمائی اور ۱۹۷۲ء و ۱۹۷۳ء کے سیشنز میں سہ یونیورسٹی علیحدہ کی جس کے آپ ممبر کورٹ ہیں انتہائی نازک دور اور متزلزل حالتوں میں عہدہ وائس چانسلری کا کام انجام دیکر ناقدانی فرمائی۔ علاوہ وقت کے اپنی کارہی گمانی سے جس کی تعداد ہزار ہا سے تجاوز کرتی ہے، یونیورسٹی کی خدمت میں اپنے پاس سے صرف کیا اور یونیورسٹی پر

کبھی اپنا کوئی بار نہیں ڈالا۔ آپ کا پیشہ انہماک محنت۔ پر خلوص محبت کے باعث قریب قریب ہر شخص آپ کا گرویدہ ہے اور اہل ہند اس وقت کے منتظر ہیں جبکہ آپ کو چیف جسٹس کی کرسی پر دیں گے۔ آپ کے مترشح پر ہمیشہ ساری سامان نہایت داخلہ اور خوش ذائقہ رہتا ہے۔

## اجلاسِ چیل و دویم

منفردہ اجلاس دسمبر ۱۹۸۸ء

صدر نواب مسعود جنگ بہادر ڈاکٹر سید اسحق دواؤں چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ آپ کی تاریخ ولادت ۱۵ فروری ۱۹۱۸ء ہے۔ بمقام علی گڑھ سرسید ہاؤس میں آپ پیدا ہوئے اور حسن اتفاقاً کہ اسی سال آپ کے جد سرسید علیہ الرحمۃ کو گورنمنٹ عالیہ سے کے۔ سی۔ ایس آئی کا سوز خطاب ملا۔ جس کی وجہ سے سرسید علیہ الرحمۃ کی خوشی اور آپ سے محبت کی ابتداء تھی۔ آپ کا سلسلہ نسب تاجدار دو عالم آنحضرت صلی علیہ وسلم سے ہے اور آپ کا خاندان شرفاء قدیم سے ہے جو بہت سوز رہا ہے۔ آپ کی ساتویں پشت میں نواب سید محمد دوست صاحب، مرحوم شہنشاہ اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کے ہمراہ ملک دکن تشریف لے گئے اور اس خاص قسم کو انتہائی جلی قابلیت اور بہادری کے ساتھ بلائیں گے۔ پھر سے تن تنہا قیام کیا۔ اس غائب کار کو گزاری کے صلہ میں انکو شہنشاہ کی طرف سے "بیکہ بادر" کا سوز خطاب مرحمت ہوا تھا۔ ان کے پوتے نواب سید بادعی صاحب علیگیر تھانی کے عہد میں مقربین خاص میں تھے۔ جن کو ان کی اعلیٰ قابلیت اور ذاتی اقتدار کے باعث خطاب "جواد علی خاں" منصب ہزاری و پانچ سو روپے دواؤں سے دواؤں سے شہنشاہ نے سرخاں فرمایا تھا۔ زمانہ شہنشاہ عالم خطاب جواد علیہ دینر عہدہ احتساب دکن صوبہ شاہجہاں آباد و عہدہ نفاذ لشکر تقرر ہوا تھا۔

خاندان خلیفہ کے زوال کے ساتھ دیگر وائیکن سلطنت بھی تباہ و برباد ہو گئے تھے مگر چونکہ قدرت کو سرسید علیہ الرحمۃ سے دور جدید میں مسلمانان ہند کی خلاص و بہود کا کام لینا تھا اس وجہ سے یہ قدیم اور سوز خاندان اس علیگیر تباہی و بربادی سے بچ گیا۔ الخیر یہ کہ نواب مسعود جنگ بہادر سرسید علیہ الرحمۃ جیسے بڑے دادا کے ہونے اور سید محمد مرحوم جیسے بڑے باب کے جن کی علمی اور فاضلہ قانونی قابلیت کا دنیا لو بمانتی ہے اٹھو تے بیٹے ہیں۔ اسی وجہ سے من م گھرانے اور فاضلہ اپنے دادا کو اور بھی پیار سے تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت پر بھی خاص توجہ تھی۔ بچپن ہی سے آپ نہایت متین اور عقید





کالج کے سرٹری سقرر ہوئے اور اب سلم پور سٹی ہونے کے بعد ممبر کوٹ اور سلم پور سٹی کے شدید بنیات کے سرٹری ہیں۔

جب صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب مرحوم، انڈیا کونسل کے ممبر ہو کر ۱۹۱۷ء میں انگلستان تشریف لے گئے تو آپ مرحوم کی جگہ آل انڈیا مسلم یونیورسٹی کانفرنس کے جائزہ سرٹری اور سٹاف میں آنری سکرٹری مقرر ہوئے۔ آپ کے عہد میں کانفرنس کا، اثر دور دور پھیلا اور کلکتہ، بمبئی، مدراس، دہلی، جمالیہ متوسط اور اجیر و بنارس وغیرہ جیسے اہم مقامات پر کانفرنس کے سالانہ اجلاس کا مہمانی سے منعقد ہوئے اور اس ذریعے سے علی گڑھ قریب کا دائرہ اثر وسیع ہوا۔ آپ کے عہد میں کانفرنس نے طلبہ کے وظائف میں اضافہ کیا۔ مکاتب قائم کئے اور ان کی امداد کی۔ نیز مفید تاریخی، علمی و تعلیمی تحقیقات کے ذریعے اردو کے ذخیرہ علم و ادب میں موقول اضافہ کیا۔ اس کے وقت الشیوخ و رسائل شاخ کئے اور اب بھی، مدد و تحریک انگریزی میں ایک تعلیمی و اصلاحی اخبار کانفرنس گزٹ کے نام سے شاخ ہوتا ہے۔ کانفرنس کی تعلیمی لائبریری میں بھی آپ کے عہد میں موقول اضافہ ہوا۔ کم و بیش بارہ سال تک آپ دولتانہ عہد میں امور نہ بھی کے عہدہ پر ممتاز رہے جو ایک نہایت جلیل القدر عہدہ ہے۔ اعلیٰ حضرت حضور نظام نے جن خدمات کے صلہ میں آپ کو نواب صدر یار جنگ بہادر کا خطاب عطا فرمایا۔ ۱۹۲۹ء میں آپ اس عہدہ سے سبکدوش ہوئے اور اب کانفرنس کی خدمت اور علمی مشاغل میں مصروف ہیں۔ ابھی گزشتہ دسمبر میں بنارس کے کامیاب و شاندار اجلاس میں علی حزیں پر ایک سوکرتہ الارار لکھ دیا، جو نہایت پسند کیا گیا۔

## آنریری جوینٹ سکرٹری اسٹاف کانفرنس

آجکل اس کے آنریری جوینٹ سکرٹری جناب مولانا طفیل احمد صاحب علیک ہیں۔ سو صرف سولہ سال ہیں اپنے وطن منگھور ضلع سہارنپور سے اگر علی گڑھ کا محبت اسکول میں داخل ہوئے۔ آپ صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب مرحوم کے خاص انخاص دوستوں میں ہیں آپ علی گڑھ میں ایسی ساعت میں تشریف لائے ہیں کہ اب علی گڑھ سے جدائی نا ممکن ہی ہے۔ بلکہ یہ کہنا ناچھ بھی جائے ہو گا کہ مولانا اور علی گڑھ ایک ذات ہو گئے ہیں۔

مولانا صاحب کے علوم۔ راست بازی اور حقیقی کام نے ہر کہ و مہ کو آپ کا گرویدہ بنا دیا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ لوگ آپ کے

راستے اور رغبت میں یکساں طور پر محبت کیا تو ایک نام عزت کو لیتے ہیں آپ کا حلقہ احباب بہت محدود ہے۔ علی گڑھ کی تمام تر آبادی میں، جناب خان بہادر مولوی حبیب احمد خاں صاحب دہلی جیٹ سٹیشن و ممبر کوٹ آپ کے واحد دوست ہیں۔ آپ کا عہدہ ملازمت بظاہر ایک جھوٹا عہدہ یعنی (سب رجسٹرار) تھا لیکن اپنی دیانت اور سنیقت و توازن کے باعث بڑے بڑے عہدہ داران سے زیادہ ہاکم و محکوم سے ملے آپ کی حقیقی عزت ملی اور اب جیٹ سٹیشن سے علی گڑھ کالج کے سرٹری اور پور سٹی کوٹ کے ممبر منتخب ہوتے چلے آتے ہیں۔ سرکاری ملازمت سے پنشن باب ہوئی ہے آپ صوبہ ہذا کی کونسل کے ممبر بھی تین سال ہجرت ممبران کونسل و سرکار میں جو وقت آپ کی تعلیمی و کوئی پوشیدہ راز نہ تھا۔ کونسل کی ممبری کے زمانہ میں آپ کی زندگی بے پناہ گھایا۔ پہلے آپ ہر معاملہ میں گورنمنٹ برطانیہ کے زبردست موئد تھے۔ مگر اب عہدہ وصال سے آپ کو راجست جماعت کے بھائی ہیں قومی ورد کی آپ زندہ تصویر ہیں اور محرم عمل ہیں۔ مسلمانوں کے ظلم و نیوی کی عرض سے عہدہ سے آپ رسالہ سودمند بدایوں سے نکال رہے ہیں۔ حکومت خود اختیار آہنجی زبردست تالیف ہے۔ عہدہ میں سال سے آپ کانفرنس کی خدمت فرما رہے ہیں اور آٹھ سال سے اس کے آنریری جوینٹ سکرٹری ہیں۔ فدا پاک آپ کو عہدہ دراز تک قائم و قائم رکھے اور آپ بلیسی چند ہی مہینوں اس قوم میں پیدا کر دے ہیں خان صاحب سید میر ولایت حسین صاحب ۱۹۲۹ء سے کانفرنس آفمن کے پرنسپلنٹ ہیں۔ آپ سلسلہ میں اپنے وطن رپوڑی سے آکر کالج کے ایف۔ اے کلاس میں داخل ہوئے اور سلسلہ میں بی۔ اے کی ڈگری حاصل کر کے اسکول اسٹاف میں شامل ہو گئے۔ سلسلہ میں کما ماسٹر ہو گئے اور سلسلہ تک اسی عہدہ پر رہے۔ اس درسیان متحدہ بادشاہی ہیڈ ماسٹر ہے۔ سلسلہ سے کانفرنس کی خدمت کر رہے ہیں۔ اپنی تعلیمی و جن خدمات کے صلہ میں آپ کو گورنمنٹ سے خان صاحب کا خطاب ملا ہے۔ راقم و محو کو آپ کی شاکردی کا فخر حاصل ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ جو صاحب میر صاحب قیلاہ علی گڑھ کالج عہدہ سے مراد نام ہیں۔

اس وقت کانفرنس کی مستقل آمدنی ۷۲ تا ۳۰ ہزار سالانہ اور اسی قدر خرچ ہجرت ہادی کا بڑا اجز و اعلیٰ حضرت حضور نظام عالی مقام کا ایک لاکھ پچیس ہزار کارگر انقدر عطیہ ہے جو شکل پرومیسری نوٹ بہر مستقل جمع ہے۔ ۲۲ سو روپیہ سرکار بھجوا دیں۔ ایک ہزار روپیہ بھجوا دیں چھ سو ہزار روپیہ جاریہ اور چار سو دالی ٹونک سے مقرر ہجرت۔ علاوہ ان کے جو بی رقومات ہیں۔ دالسلام سو لاکھ۔ بندہ خیرت درمنا کی خیرت نیک لکھو۔





اگر آپ کو اپنے بچوں کیلئے کسی اچھے رسالے کی ضرورت ہے تو باتصویر ماہوار رسالہ

# ہونہار

منگائیے جو ہندوستان کے دارالسلطنت دہلی سے پابندی وقت کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔ اس رسالے کی تمام ہندوستان میں دھوم ہے۔ اور یہ طلبہ کے بہترین سال تسلیم کیا جاتا ہے۔ ہندوستان کے اکثر محکمات تعلیم مثلاً ریاست حیدرآباد دکن، بمبئی، دہلی وغیرہ اس کو اپنے اپنے اسکولوں کیلئے منظور کر چکے ہیں۔ اس کی خوبیاں دیکھنے ہی پر منحصر ہیں۔ نمونہ بالکل مفت طلب کیجے۔ یہ رسالہ بچوں، لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے مفید ہوا اس سال کی ایک شائع شدہ نظم اور تصویر ملاحظہ ہو۔



چور کپڑا گیا

انڈیا کے بے مرنی کا بے پٹی ہے  
مرنی کی جوتھ میں یوں ہی کی مرنی ہے  
اچھا نہیں نتیجہ چوری کا دیکھتے ہو  
جی تھاپا کیسی بھی سی ہو گئی ہو  
مطلب یہ غور کرنا ہے ہونہار بچو!  
چوری بھاری کو بزدل بنادے گی  
عزت سے جاتے ہو رہنا اگر جہاں میں  
چوری بھی نہ کرنا عادت بت بری ہو

پتہ: شجر رسالہ ہونہار صدر بازار دہلی

ایک تہییلی تصویر جسمیں مہرور علیگزہ کالج کی ضرورتوں کا اظہار کیا: کہا ہے اُس کی بنیاد سے قبل جب سرسید احمدخاں نے دو لاکھ روپے میں سے ایک لاکھ روپیہ جمع کر لیا تو اُنہوں نے اِس تصویر کو تیار کر کے سر سالار جنگ کے پاس بھیجا جنہوں نے فوراً ایک لاکھ روپے کی مطلوبہ رقم مرحمت فرمائی۔ طوفان میں جہاز سے یہ مراہ ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم تباہی میں ہے اور ایک لاکھ کی ضرورت ظاہر کرتا ہے۔ دوسرا جہاز جمع شدہ ایک لاکھ روپیہ ظاہر کرتا ہے۔ بائیں طرف سرسید احمدخاں ہیں اور دائیں طرف سر سالار جنگ ہیں۔





ایڈیٹر۔ مرزا ابراہیم علی بیگ







